زادِ راہ

(منتخب احادیث کا مجموعہ)

مولانا جلیل احسن ندویؒ

اُطْلُبْ قَلْبَکَ فِیْ ثَلاَ ثَۃِ مَوَاطِنَ،
عِنْدَ سَمَاعِ الْقُرْاٰنِ،
وَ فِیْ مَجَالِسِ الذِّکْرِ،
وَ فِیْٓ اَوْقَاتِ الْخَلْوَۃِ،
فَاِنْ لَّمْ تَجِدْہُ فِیْ ھٰذِہِ الْمَوَاطِنَ،
فَسَلِ اللّٰہَ اَنْ یَّمُنَّ عَلَیْکَ بِقَلْبٍ،
فَاِنَّہٗ لاَ قَلْبَ لَکَ۔ (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

''تم تین مواقع پر اپنے قلب کا جائزہ لو، قرآن سننے کے وقت، ذکر کی مجلسوں میں اور تنہائی کے اوقات میں۔ اگر تینوں موقعوں پر اپنے پہلو میں دل نہ پاؤ (ان چیزوں میں تمہارا دل نہ لگے اور دل خدا کی طرف متوجہ نہ ہو) تو اللہ سے درخواست کرو کہ وہ تمہیں ایک دل مرحمت فرمادے اس لیے کہ تمہارے پاس دل نہیں ہے۔''

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ ناشر

احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی جمع وتدوین مسلمانوں کا ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے جس کی مثال کوئی امت یا قوم پیش نہیں کرسکتی۔ احادیث اور فن حدیث پر اتنی بے شمار کتابیں لکھی جاچکی ہیں کہ ان کی فہرست ہی مرتّب کرنے کے لیے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ یہ ایک ایسا بحر ذخّار ہے کہ جس کے ساحل پر پہنچنے کے لیے ایک مدّت دراز درکار ہے۔ یہ ایک ایسا علمی کارنامہ ہے جس پر امتِ مسلمہ جتنا فخر کرے کم ہے۔

ایک دوسرے نقطۂ نظر سے غور کریں تو ایک مسلمان کی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ یہ ہے کہ وہ اپنے ہادیِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک قول وفعل کو حرفِ جان بنائے اور اس کی روشنی میں اپنی دنیاوی اور اُخروی زندگی کو سنوارے۔

موجودہ زمانے میں جب کہ دین سے بے رغبتی عام ہے اور ایک عام شخص کو اپنی بے پناہ مصروفیات کی وجہ سے ضخیم کتابوں کا مطالعہ کرنے یا ان سے استفادہ کرنے کا موقعہ نہیں ملتا۔ یہ وقت کا اہم ترین تقاضا ہے کہ ایسے تمام حضرات کے لیے احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا ہلکا پھلکا مجموعہ تیار کیا جائے کہ جس کو ایک طرف قلیل وقت میں پڑھا جاسکے تو دوسری طرف عملی زندگی میں اس کو مکمل رہنمائی مل سکے۔

اس مجموعہ کو خالص تربیتی نقطۂ نظر سے مرتب کیا گیا ہے۔ جو حضرات مختصر وقت اور آسان، عام فہم انداز میں جواہرات رسالت سے مستفید ہونا چاہتے ہیں ان کے لیے یہ مجموعہ ان شاء اللہ ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوگا۔ تربیتی مجالس واجتماعات کے لیے یہ ایک لازمی کتاب ہے۔

کتب احادیث کے مروجہ انداز سے ہٹ کر ہم نے اس کو جدید ترین انداز میں پیش کیا ہے جس میں ارشاداتِ رسول اللہ ﷺ اور اقوال و استفسارات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین علیٰحدہ علیٰحدہ ممیّز کردیئے گئے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ان شاء اللہ قارئین کرام کو یہ انداز پسند آئے گا۔

ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ متن اور ترجمے میں کہیں کوئی غلطی نہ رہنے پائے۔ لیکن بشری کمزوری کی بنا پر یہ عین ممکن ہے کہ کہیں سہواً کوئی غلطی رہ گئی ہو۔ تمام اہلِ علم حضرات سے گزارش ہے کہ اگر ان کو اس کتاب میں کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو اس سے ناشر کو فوراً مطلع فرمائیں تاکہ اس کو درست کیا جاسکے۔

ہم نے کوشش کی ہے کہ کلامِ رسول اللہ ﷺ کو اس کے شایانِ شان بہترین انداز میں پیش کریں۔ ہمیں توقع ہے کہ ان شاء اللہ یہ مجموعہ قبول عام حاصل کرے گا۔

ناشر

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ○

دنیا ایک گزرگاہ ہے، انسانیت کے قافلے اس پر سے پیہم گزر رہے ہیں۔ پوری زندگی ایک مسلسل سفر ہے۔ ہر انسان مسافر ہے اور چار و ناچار زندگی کا سفر سبھی کو طے کرنا ہے۔ مسافر اپنے سفر کے لیے زادِ راہ کی فکر کرتا ہے، بغیر زادِ راہ کے سفر کرنے والا طرح طرح کی مشکلوں سے دوچار ہوتا ہے، اور بالآخر اپنی راہ کھوٹی کرتا ہے۔ زندگی کے مسافر کو بھی زادِ راہ چاہیے۔ عاجز نے یہ مجموعہ اس لیے تیار کیا ہے کہ وہ اور دوسرے لوگ اسے زادِ راہ بنائیں۔

اِس مجموعہ میں بھی اسوۂ رسولؐ اور اسوۂ صحابہؓ کے دو مستقل باب ہیں، لیکن اس دفعہ اس ضمن کی بہت کافی چیزیں آگئی ہیں اور بڑی حد تک طالب کی تسکین کا سامان مہیا ہوگیا ہے۔ نیز ایک مستقل باب جامع حدیثوں کا رکھا گیا ہے جس میں وہ حدیثیں جمع کردی گئی ہیں جن میں بہ یک وقت مختلف باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہیں۔ یہ ایک نئی چیز ہے۔

اپنے علم کی حد تک مرتّب نے ایسی حدیثوں سے احتراز کیا ہے جو محدثین کے نزدیک پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔

تشریح میں لمبی بحثوں سے پرہیز کیا گیا ہے۔

زبان عام فہم اور سلیس رکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ سے اپنے بندوں کو نفع پہنچائے۔ اور مرتّب کے لیے اسے اپنی خوشنودی کا وسیلہ اور نجات کا ذریعہ بنائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا، اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ○

عاجز!

جلیل احسن

ترتیب

نیت کی پاکیزگی

ایمانیات

عبادات

معاشرتی حقوق

معاملات

اخلاقیات۔ اچھائیاں، برائیاں

جامع حدیثیں

دعوتِ اسلامی اور اس کے متعلقات

اقامتِ دین کی راہ میں

داعیانِ حق کو قوت بخشنے والے ذرائع

اسوۂ رسولؐ

اسوۂ صحابہؓ

معاشرت ومعاملات

فکرِ آخرت اور شوقِ جنت

نیت کی پاکیزگی

قبولیتِ عمل کی بنیاد

﴿۱﴾ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّمَا یُبْعَثُ النَّاسُ عَلٰی نِیَّاتِھِمْ۔

(الترغیب للمنذری بحوالہ ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لوگ قیامت کے دن صرف اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔“

تشریح: مطلب یہ ہے کہ آخرت میں انسان کا ظاہر نہیں دیکھا جائے گا بلکہ صرف یہ دیکھا جائے گا کہ اس نے جو نیک کام کیے ہیں کس نیت سے کیے ہیں۔ اس کے دل کا ارادہ و رُخ کیا تھا؟ اسی لحاظ سے اس کے عمل کو قبول یا رد کیا جائے گا۔

اجرِ آخرت کا مدار

﴿۲﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، اَنَّہٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْجِھَادِ وَالْغَزْوِ، فَقَالَ یَا عَبْدَ اللّٰہِ اِنْ قَاتَلْتَ صَابِرًا مُحْتَسِبًا بَعَثَکَ اللّٰہُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا، وَ اِنْ قَاتَلْتَ مُرَائِیًا مُکَاثِرًا بَعَثَکَ اللّٰہُ مُرَائِیًا مُکَاثِرًا، یَا عَبْدَ اللّٰہِ عَلٰی اَیِّ حَالٍ قَاتَلْتَ اَوْ قُتِلْتَ بَعَثَکَ اللّٰہُ عَلٰی تِلْکَ الْحَالِ۔

(ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا:

"اے اللہ کے رسول مجھے جہاد اور غزوہ کے بارے میں بتائیے۔" (کہ کون سے جہاد پر ثواب ملتا ہے اور کس صورت میں مجاہد اپنے عمل کے ثواب سے محروم رہ جاتا ہے)۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ "اے عبداللہ اگر تم نے اجرِ آخرت کی نیت سے جہاد کیا اور آخر تک جمے رہے تو خدا کے یہاں تمہارے عمل کا اجر ملے گا اور صابروں کی فہرست میں تمہارا نام لکھا جائے گا۔ اور اگر تم نے لوگوں کو دکھانے کے لیے اور فخر جتانے کے لیے جنگ کی ہوگی تو قیامت کے دن اللہ تمہیں اسی حال میں اٹھائے گا۔ اے عبداللہ! جس نیت سے تم لڑو گے اور جس حال میں تم قتل کیے جاؤ گے اسی حالت پر اللہ قیامت کے دن تمہیں اٹھائے گا۔"

دُنیا پرست عالم کا انجام

﴿۳﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ وَ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ عِلْمًا فَبَخِلَ بِہٖ عَنْ عِبَادِ اللّٰہِ وَ اَخَذَ عَلَیْہِ طَمَعًا وَ شَرٰی بِہٖ ثَمَنًا فَذٰلِکَ یُلْجَمُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ، وَ یُنَادِیْ مُنَادٍ ھٰذَا الَّذِیْ اٰتَاہُ اللّٰہُ عِلْمًا فَبَخِلَ بِہٖ عَنْ عِبَادِ اللّٰہِ وَ اَخَذَ عَلَیْہِ طَمَعًا وَاشْتَرٰی بِہٖ ثَمَنًا وَ کَذٰلِکَ حَتّٰی یَفْرُغَ الْحِسَابُ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کا علم بخشا اور اس نے اللہ کے بندوں کو دین کا علم سکھانے میں بخل سے کام لیا اور سکھایا تو اس پر مال وصول کیا اور اپنی دُنیا بنائی تو ایسے شخص کو قیامت کے دن آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔ اور ایک اعلان کرنے والا (فرشتہ) اعلان کرے گا کہ یہ وہ شخص ہے جس کو اللہ نے اپنے دین کا علم بخشا تھا لیکن اس نے دوسروں کو دین بتانے میں بخل کیا اور جنہیں سکھایا ان سے مال وصول کیا اور اپنی دنیا بنائی۔ یہ فرشتہ برابر اسی طرح محشر میں حساب کتاب ختم ہونے تک اعلان کرتا رہے گا۔"

طلبِ دُنیا کے لیے علمِ دین کا حصول

﴿۴﴾ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّہٗ قَالَ کَیْفَ بِکُمْ اِذَا لَبَسَتْکُمْ فِتْنَۃٌ یَرْبُوْ فِیْھَا الصَّغِیْرُ وَ یَھْرَمُ فِیْھَا الْکَبِیْرُ وَ تُتَّخَذُ سُنَّۃً فَاِنْ غُیِّرَتْ یَوْمًا قِیْلَ ھٰذَا مُنْکَرٌ، قَالَ وَ مَتٰی

ذٰلِکَ؟ قَالَ اِذَا قَلَّتْ اُمَنَاؤُکُمْ، وَ کَثُرَتْ اُمَرَاؤُکُمْ، وَ قَلَّتْ فُقَهَائُکُمْ وَ کَثُرَتْ قُرَّآئُکُمْ وَ تُفُقِّهَ لِغَیْرِ الدِّیْنِ وَالْتُمِسَتِ الدُّنْیَا بِعَمَلِ الْاٰخِرَةِ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر وہ فتنہ مسلّط ہوگا جس میں تمہارے چھوٹے بچے بڑے ہوں گے اور بوڑھے اپنے بڑھاپے کی انتہا کو پہنچیں گے اور فتنہ (گم راہی) کو سنّت (بھلائی) سمجھا جانے لگے گا، اگر کوئی شخص اس فتنے کو ہٹانے کے لیے اُٹھے گا تو لوگ کہیں گے کہ یہ شخص ناپسندیدہ اور بُرا کام کر رہا ہے۔" کسی نے پوچھا ایسی حالت اُمت پر کب آئے گی؟ آپؐ نے فرمایا "جب تمہارے اندر ایمان دار اور قابلِ اعتماد لوگ کم ہو جائیں گے اور اقتدار کی ہوس رکھنے والے زیادہ ہو جائیں گے، دین کے واقعی علماء کم ہو جائیں گے اور دین کے پڑھنے والے زیادہ ہو جائیں گے، دین کو دنیا حاصل کرنے کے لیے پڑھا جانے لگے گا، نیک کام کریں گے لیکن اس سے مقصود دُنیا کا حصول ہوگا۔"

تشریح: فتنہ سے مراد دینی انحطاط اور پستی کی وہ حالت ہے جس پر نسلوں پر نسلیں گزرتی چلی جائیں گی، یہاں تک کہ اس دینی پستی اور گم راہی کو لوگ صحیح راہ سمجھنے لگیں گے۔ اور جو لوگ اس گم راہی کو مٹانے کی کوشش کریں گے لوگ انہیں نکّو بنائیں گے، کہیں گے کہ یہ لوگ جو تحریک لے کر اُٹھے ہیں وہ باطل ہے اور ان کی ساری تگ و دو غیر اسلامی ہے۔ یہ کیفیت جس کا اوپر ذکر ہوا، اُس دَور میں پیدا ہوگی جس میں علمِ دین حاصل کرنے والے علماء اور فقہاء تو بہت ہوں گے لیکن ان کی نیتیں صاف نہ ہوں گی۔ یہ پیشہ ور علماء ہوں گے۔ بظاہر آخرت کا کام کر رہے ہوں گے لیکن مقصد دنیا کا حصول ہوگا۔ غرض حرصِ دُنیا اور ہوسِ اقتدار کا عام غلبہ ہوگا۔

علمِ قرآن اور اخلاصِ نیّت

﴿۵﴾ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ مَرَّ عَلٰی قَارِئٍ یَقْرَءُ، ثُمَّ سَاَلَ، فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فَلْیَسْاَلِ اللّٰهَ بِهٖ، فَاِنَّهٗ سَیَجِیْٓئُ اَقْوَامٌ یَّقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ یَسْاَلُوْنَ بِهِ النَّاسَ۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کا گزر ایک ایسے شخص کے

پاس سے ہوا جو قرآن پڑھ رہا تھا۔ (قرآن پڑھ کر وعظ و نصیحت کر رہا تھا) جب وہ اس سے فارغ ہوا تو اس نے لوگوں سے مال مانگا (چندے کی اپیل کی) یہ منظر دیکھ کر عمران بن حصینؓ نے اِنَّا لِلّٰہِ الخ پڑھا، پھر کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ: ''جو شخص قرآن پڑھے اسے اللہ ہی سے مانگنا چاہیے۔ اس لیے کہ میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے تاکہ لوگوں سے مال وصول کریں۔''

ریا کار کا بدترین ٹھکانا

﴿۶﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنَّ فِیْ جَھَنَّمَ لَوَادِیًا تَسْتَعِیْذُ جَھَنَّمُ مِنْ ذٰلِکَ الْوَادِی فِیْ کُلِّ یَوْمٍ اَرْبَعَ مِاۃِ مَرَّۃٍ، اُعِدَّ ذٰلِکَ الْوَادِی لِلْمُرَآئِیْنَ مِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ ﷺ، لِحَامِلِ کِتَابِ اللّٰہِ، وَالْمُتَصَدِّقِ فِیْ غَیْرِ ذَاتِ اللّٰہِ، وَالْحَاجِّ اِلٰی بَیْتِ اللّٰہِ، وَ لِلْخَارِجِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ (ترغیب و ترہیب بحوالہ ابن ماجہ، باب الریاء)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ: ''جہنم میں ایک ایسی وادی ہے جس سے خود جہنم بھی ہر دن چار سو بار پناہ مانگتا ہے۔ یہ وادی (گڑھا) محمد ﷺ کی امت کے ریا کاروں کے لیے تیار کی گئی ہے، کتاب اللہ کے عالم کے لیے، صدقہ و خیرات کرنے والے کے لیے، بیت اللہ کا حج کرنے والے کے لیے اور خدا کی راہ میں جہاد کے لیے نکلنے والے کے لیے۔''

رب کی توہین

﴿۷﴾ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ اَحْسَنَ الصَّلٰوۃَ حَیْثُ یَرَاہُ النَّاسُ وَ اَسَآءَ ھَا حَیْثُ یَخْلُوْ، فَتِلْکَ اِسْتِھَانَۃٌ اِسْتَھَانَ بِھَا رَبَّہٗ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی۔ (ترغیب و ترہیب)

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''وہ شخص جو لوگوں کے سامنے تو اچھے طریقے سے نماز پڑھتا ہے (خوب خشوع و خضوع کا مظاہرہ کرتا ہے اور رکوع اور سجدہ ٹھیک سے کرتا ہے) اور جب تنہائی میں پڑھتا ہے تو ٹھیک سے نہیں پڑھتا تو ایسا شخص اپنے رب کو حقیر جانتا اور اس سے مذاق کرتا ہے۔''

اخلاصِ نیت کی اہمیت

﴿۸﴾ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ اَرَأَیْتَ رَجُلًا غَزَا یَلْتَمِسُ الْاَجْرَ وَالذِّکْرَ، مَالَہٗ؟ قَالَ لَا شَیْءَ لَہٗ فَاَعَادَھَا ثَلَاثَ مِرَارٍ، وَ یَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا شَیْءَ لَہٗ، ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ لَا یَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا کَانَ لَہٗ خَالِصًا وَابْتُغِیَ وَجْھُہٗ۔ (ابوداؤد، نسائی)

ترجمہ: حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس نے دریافت کیا کہ ”ایک آدمی جہاد کرتا ہے آخرت میں اجر پانے کے لیے اور دُنیا میں شہرت پانے کے لیے تو کیا اس کو ثواب ملے گا؟“ آپؐ نے فرمایا ”اس کو کچھ نہیں ملے گا۔“ سائل نے اپنا یہ سوال تین مرتبہ دُہرایا اور ہر بار نبی ﷺ کی طرف سے یہی جواب ملا کہ وہ کسی اجر وثواب کا مستحق نہیں۔ آخر میں آپؐ نے بتایا کہ ”اللہ صرف وہی عمل قبول کرے گا جو صرف اس کے لیے کیا گیا ہوگا اور اسی کی خوشنودی اس عمل کی محرک ہوگی۔“

ریا شرک ہے

﴿۹﴾ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ خَرَجَ یَوْمًا اِلٰی مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ، فَوَجَدَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَاعِدًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِیِّ ﷺ یَبْکِیْ، فَقَالَ مَا یُبْکِیْکَ؟ قَالَ یُبْکِیْنِیْ شَیْءٌ سَمِعْتُہٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ، اِنَّ یَسِیْرَ الرِّیَآءِ شِرْکٌ۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ ایک دن گھر سے نکل کر مسجد نبوی پہنچے، وہاں دیکھا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضورؐ کی قبر کے قریب بیٹھے رو رہے ہیں۔ پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ معاذ بن جبلؓ نے کہا ایک بات میں نے نبی ﷺ سے سنی تھی وہی بات مجھے رُلا رہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا تھا ”تھوڑی سی ریا بھی شرک ہے۔“

تشریح: شرک صرف یہی نہیں ہے کہ آدمی کسی بُت کے سامنے سجدہ کرے اور چڑھاوے چڑھائے، بلکہ بڑے سے بڑا نیک عمل دوسروں کو خوش کرنے، دکھانے اور اس کی نظر میں نیک

اور پاک باز بننے کی نیت سے اگر کوئی شخص کرتا ہے تو حقیقتاً وہ شرک کرتا ہے۔ کیوں کہ خوش نودی خدا کا حق ہے اور اس نے یہ حق دے دیا غیر خدا کو۔

خدا کی مدد کا مستحق

﴿۱۰﴾ عَنْ رَّجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ: كَتَبَ مُعَاوِيَةُ اِلٰى عَآئِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنِ اكْتُبِىْ لِىْ كِتَابًا تُوصِيْنِىْ فِيْهِ، وَلَا تُكْثِرِىْ عَلَىَّ، فَكَتَبَتْ عَآئِشَةُ اِلٰى مُعَاوِيَةَ: سَلَامٌ عَلَيْكَ: اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنِ الْتَمَسَ رِضَا اللّٰهِ بِسُخْطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَ مَنِ الْتَمَسَ رِضَا النَّاسِ بِسُخْطِ اللّٰهِ وَكَّلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ ترمذی)

ترجمہ: مدینہ کے باشندوں میں سے ایک آدمی کا بیان ہے کہ: حضرت معاویہؓ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں خط بھیجا جس میں انہوں نے درخواست کی کہ آپ ہمیں جامع مختصر الفاظ میں وصیت لکھ بھیجیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں مندرجہ ذیل خط لکھا۔ تم پر سلامتی ہو اما بعد: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ: ”جو لوگ خدا کی خوش نودی کے طالب ہوں اور اس سلسلے میں لوگوں کی ناراضگی کی پروانہ کریں تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی پوری مدد فرماتا ہے اور انسانوں کی ناراضی سے ان کو نقصان نہیں پہنچنے دیتا اور جو لوگ اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کی خوش نودی چاہتے ہیں تو اللہ اپنی مدد کا ہاتھ کھینچ لیتا ہے اور ان کو انسانوں کے حوالے کر دیتا ہے، (جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ خدا کی نصرت سے بھی محروم رہتے ہیں اور جن کی خوشی کے لیے اللہ کو ناراض کیا تھا ان کی مدد بھی نہیں ملتی۔“ والسلام علیک۔

آخرت طلبی کا صلہ

﴿۱۱﴾ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ ... مَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا نِيَّتَهٗ فَرَّقَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ، وَ جَعَلَ فَقْرَهٗ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَلَمْ يَأْتِهٖ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا مَا كُتِبَ لَهٗ، وَ مَنْ كَانَتِ الْاٰخِرَةُ نِيَّتَهٗ جَمَعَ اللّٰهُ اَمْرَهٗ وَجَعَلَ غِنَاهُ فِىْ قَلْبِهٖ، وَ اَتَتْهُ الدُّنْيَا وَ هِىَ رَاغِمَةٌ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: زید ابن ثابتؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا: ...'' جو شخص دنیا کو اپنا نصب العین بنائے گا، اللہ اس کے دل کا اطمینان وسکون چھین لے گا اور ہر وقت مال جمع کرنے کی حرص اور احتیاج کا شکار ہوگا، لیکن دنیا کا اتنا ہی حصہ اسے ملے گا جتنا اللہ نے اس کے لیے مقدر کیا ہوگا۔ اور جن لوگوں کا نصب العین آخرت ہوگی، اللہ تعالیٰ ان کو قلبی سکون و اطمینان نصیب فرمائے گا اور مال کی حرص سے ان کے قلب کو محفوظ رکھے گا اور دنیا کا جتنا حصہ ان کے مقدر میں ہوگا وہ لازماً ملے گا۔''

اخلاصِ نیّت اور اجرِ آخرت

〈۱۲〉 عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَجَعْنَا مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: اِنَّ اَقْوَامًا خَلْفَنَا مَا سَلَكْنَا شِعْبًا وَّلَا وَادِيًا اِلَّا وَهُمْ مَّعَنَا، حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ۔ (بخاری وابوداؤد)

ترجمہ: انس ابن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تبوک کی مہم سے فارغ ہوکر ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس ہوئے تو (اثناء سفر میں) آپؐ نے فرمایا کہ: '' کچھ لوگ ہمارے پیچھے مدینہ میں مقیم ہیں لیکن وہ اس سفر میں فی الواقع ہمارے ساتھ رہے ہیں ہم لوگ جس گھاٹی میں چلے اور جو وادی ہم نے طے کی ہر جگہ وہ ہمارے ساتھ رہے ہیں۔ ان کو عذر نے روک دیا تھا۔''

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی نے کوئی نیک عمل کرنے کی نیت کی اور کسی عذر سے وہ نہ کرسکا تو اللہ کے یہاں آخرت میں اس عمل کے اجر وانعام سے وہ محروم نہیں رہے گا۔

اخلاص نیت اور انعامِ الٰہی

〈۱۳〉 عَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَنْ اَتٰى فِرَاشَهٗ وَ هُوَ يَنْوِيْ اَنْ يَقُوْمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ حَتّٰى اَصْبَحَ، كُتِبَ لَهٗ مَا نَوٰى، وَ كَانَ نَوْمُهٗ صَدَقَةً عَلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ۔ (نسائی، ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابو درداءؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ: '' جو شخص اپنے بستر پر اس نیت اور ارادہ کے ساتھ لیٹا کہ وہ تہجد کے لیے اٹھے گا لیکن اس کو گہری نیند آگئی وہ

اُٹھ نہیں سکا یہاں تک کہ فجر طلوع ہوگئی تو ایسے شخص کے نامۂ اعمال میں اس رات کی نمازِ تہجد لکھی جائے گی اور یہ نیند اس کے لیے اس کے رب کی طرف سے بطور انعام شمار ہوگی۔''

اخلاص کا بے بہا ثمرہ

‹۱۴› عَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّهٗ قَالَ حِیْنَ بُعِثَ اِلَی الْیَمَنِ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْصِنِیْ، قَالَ اَخْلِصْ دِیْنَکَ یَکْفِکَ الْعَمَلُ الْقَلِیْلُ۔ (الحاکم، الترغیب والترہیب، باب الاخلاص)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپؐ جس وقت مجھے یمن کے علاقے میں بھیج رہے تھے میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا: ''اپنی نیت کو ہر کھوٹ سے پاک رکھو، جو عمل کرو صرف خدا کی خوش نودی کے لیے کرو، تو تھوڑا عمل بھی تمہاری نجات کے لیے کافی ہوگا۔''

ایمانیات

ایمان، اسلام، احسان اور علاماتِ قیامت

〈۱۵〉 وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: سَلُوْنِیْ، فَهَابُوْهُ أَنْ یَّسْئَلُوْهُ، فَجَآءَ رَجُلٌ فَجَلَسَ عِنْدَ رُکْبَتَیْهِ، فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: مَا الْاِسْلَامُ؟ قَالَ: لَا تُشْرِکُ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّ تُقِیْمُ الصَّلٰوةَ وَ تُؤْتِی الزَّکٰوةَ وَ تَصُوْمُ رَمَضَانَ۔ قَالَ: صَدَقْتَ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: مَا الْاِیْمَانُ؟ قَالَ: اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ، وَ مَلَآئِکَتِهٖ، وَ کِتَابِهٖ، وَ رُسُلِهٖ، وَ تُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الْاٰخِرِ، وَ تُؤْمِنُ بِالْقَدْرِ کُلِّهٖ۔ قَالَ: صَدَقْتَ۔ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: مَاالْاِحْسَانُ؟ قَالَ:أَنْ تَخْشَی اللّٰهَ کَأَنَّکَ تَرَاهُ، فَإِنَّکَ إِنْ لَا تَکُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهٗ یَرَاکَ۔ قَالَ صَدَقْتَ۔ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَتٰی تَقُوْمُ السَّاعَةُ؟ قَالَ: مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّآئِلِ، وَ سَأُحَدِّثُکَ عَنْ اَشْرَاطِهَا، إِذَا رَأَیْتَ الْمَرْأَةَ تَلِدُ رَبَّهَا فَذَاکَ مِنْ اَشْرَاطِهَا، وَ إِذَا رَأَیْتَ الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الصُّمَّ الْبُکْمَ مُلُوْکَ الْاَرْضِ فَذَاکَ مِنْ اَشْرَاطِهَا، وَ اِذَا رَأَیْتَ رِعَاءَ الْبُهْمِ یَتَطَاوَلُوْنَ فِی الْبُنْیَانِ فَذَاکَ مِنْ اَشْرَاطِهَا۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم لوگ مجھ سے دین کی باتیں پوچھو'' لیکن لوگوں کے اندر ادب و تعظیم کی وجہ سے اس درجہ ہیبت بیٹھ گئی تھی کہ عام طور پر پوچھتے نہیں تھے (اور ہر ایک کے اندر یہ خواہش ہوتی کہ باہر سے کوئی پوچھنے والا آئے اور

پوچھے تاکہ وہ بھی آپؐ کے ارشادات سے مستفید ہوں) ”چناں چہ ایک آدمی آیا، وہ نبی ﷺ کے بالکل قریب بیٹھ گیا اور پوچھا اے اللہ کے رسولؐ اسلام کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ”کسی کو خدا کا شریک نہ بنانا، نماز قائم کرنا، مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔“ آپؐ کا یہ جواب سن کر اُس نے کہا ”آپؐ نے ٹھیک بتایا۔“ پھر اُس نے پوچھا ”اے اللہ کے رسولؐ ایمان کیا ہے؟“ آپؐ نے فرمایا ”اللہ کو ماننا، ملائکہ کو ماننا، اس کی کتاب کو ماننا، اس کے رسولوں کو ماننا، مرنے کے بعد جی اٹھنے پر ایمان لانا اور اس بات پر ایمان لانا کہ جو کچھ اس دنیا میں ہوتا ہے خدا کی مشیت اور اس کے فیصلے کے تحت ہوتا ہے۔“ اس نے کہا ”آپؐ نے سچ فرمایا۔“ اور آپؐ سے تیسری بات پوچھی کہ ”احسان کیا ہے؟“ آپؐ نے فرمایا ”احسان یہ ہے کہ تم اللہ سے اس طرح ڈرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اس لیے کہ اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔“ اس نے کہا ”آپؐ نے سچ فرمایا۔“ پھر پوچھا کہ ”قیامت کب آئے گی؟“ آپؐ نے فرمایا ”جس طرح تم اس سے ناواقف ہو اسی طرح میں بھی اُس کے آنے کے مقررّہ وقت سے ناواقف ہوں۔ البتہ میں تمہیں اس کے آنے کی علامتیں بتا سکتا ہوں۔“ جب تم دیکھو کہ عورت اپنے مالک کی ماں بن گئی ہے تو سمجھ لو کہ قیامت قریب ہے اور یہ اس کی علامت ہے۔ اور جب تم دیکھو ننگے پیر چلنے والوں کو، ننگے جسم رکھنے والوں کو جو بہرے اور گونگے ہیں ان کے ہاتھ میں زمین کا اقتدار آ گیا ہے تو یہ بھی قیامت کی علامتوں میں سے ہے۔ اور جب تم مویشیوں کے چرواہوں کو دیکھو کہ وہ بلند و بالا عمارتیں بنوانے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کر رہے ہوں تو یہ بھی قیامت کی علامات میں سے ہے۔“

تشریح: ایمان کے لغوی معنی یقین اور اعتماد کے ہیں۔ اور اسلام کے معنی اپنے آپ کو خدا کے حوالے کر دینے کے ہیں۔ اور احسان کے معنی کسی کام کو عمدگی اور سلیقے سے کرنے کے ہیں۔ تیسرے سوال کا منشا یہ ہے کہ کوئی آدمی اللہ کا بہتر اور متقی بندہ کس طرح بن سکتا ہے۔ اس کا جواب حضور ﷺ نے یہ دیا کہ حسنِ عمل اور حسنِ نیت کی دولت نہیں مل سکتی مگر اس صورت میں کہ آدمی پر ہر وقت یہ تصوّر چھایا رہے کہ گویا وہ خدا کو دیکھ رہا ہے، خدا کے سامنے موجود ہے یا پھر یہ سمجھے کہ خدا تو بہر حال اسے دیکھ رہا ہے۔ خلاصہ یہ کہ یا تو اپنے آپ کو خدا کے سامنے حاضر جانے یا خدا کو اپنے پاس موجود ہونے کا یقین حاصل ہو۔ اس کے بغیر کسی نیک کام میں حُسن نہیں پیدا ہو سکتا۔

عورت کے اپنے مالک کی والدہ ہونے کا مطلب ہماری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ عورت اپنے شوہر کی نافرمان بن جائے، خادمہ اپنے مخدوم پر بڑائی جتانے لگے، بیٹے اپنے باپ کے سر چڑھ جائیں اور ہر چھوٹا اپنے بڑے کی عزت واحترام سے عاری ہو جائے، یہ ایک علامت ہوئی۔ دوسری علامت یہ ہے کہ تہذیب و شائستگی سے محروم اور عقل و فکر سے عاری لوگوں کے ہاتھ میں زمین کا اقتدار آ جائے۔ اور تیسری علامت یہ ہے کہ پست ذہنیت کے غریب لوگوں کے یہاں دولت کی کثرت ہو جائے اور دولت کی یہ کثرت اونچی اور شان دار عمارتوں کے بنانے اور دوسروں سے اس میں فوقیت لے جانے میں صرف ہو —— جب یہ علامتیں پائی جائیں تو سمجھو کہ قیامت قریب ہے۔ رہا وقت کا تعین تو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

یہ حدیث پڑھتے ہوئے ''راہِ عمل'' میں ایمانیات کا باب دیکھ لیا جائے تو مزید فائدہ ہوگا۔

کلمۂ طیبہ اور اخلاصِ قلب

﴿۱۶﴾ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قِيْلَ وَمَآ اِخْلَاصُهَا؟ قَالَ اَنْ تَحْجُزَهٗ عَنْ مَّحَارِمِ اللّٰهِ (ترغیب وترہیب) **وَ فِىْ حَدِيْثِ رِفَاعَةَ الْجُهَنِىِّ عِنْدَ اَحْمَدَ. لَا يَمُوْتُ عَبْدٌ يَّشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِهٖ ثُمَّ يُسَدِّدُ اِلَّا سَلَکَ فِى الْجَنَّةِ. وَ فِىْ رِوَايَةٍ عِنْدَ التِّرْمِذِىِّ مَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ.**

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اخلاص کے ساتھ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ لوگوں نے پوچھا کہ ''اخلاص کا مطلب کیا ہے؟'' آپؐ نے بتایا کہ ''اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ کلمۂ توحید پڑھنے کے بعد وہ شخص اللہ کی تمام حرام کی ہوئی چیزوں سے رُک جائے۔'' اور مسند احمد میں رِفاعہ جہنی کی جو روایت آئی ہے اُس کے الفاظ یہ ہیں: ''جو بندہ صدق دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اس بات کی گواہی دے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر سیدھے راستے پر چلے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' اور ترمذی کی ایک روایت میں یہ ہے: ''جو بندہ کلمۂ توحید پڑھے اور پھر گناہِ کبیرہ سے دُور رہے تو وہ جنت میں جائے گا۔''

تشریح: یہ تینوں روایتیں جو اوپر درج ہوئیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ محض لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کا کلمہ زبان سے پڑھ لینا جنت کی ضمانت نہیں ہے اس کے ساتھ ساتھ خدا اور رسولؐ کی بتائی ہوئی سیدھی راہ پر چلنا اور گناہِ کبیرہ کے قریب نہ پھٹکنا دخول جنت کے لیے ضروری ہے۔

حسنِ عمل کی برکت

〈۱۷〉 عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ مَا عَمِلْنَا فِي الشِّرْكِ نُؤَاخَذُ بِهٖ؟ قَالَ مَنْ اَحْسَنَ مِنْكُمْ فِي الْاِسْلَامِ لَمْ يُؤَاخَذْ بِمَا عَمِلَ فِي الشِّرْكِ وَ مَنْ أَسَآءَ مِنْكُمْ فِي الْاِسْلَامِ اُخِذَ بِمَا عَمِلَ فِي الشِّرْكِ وَالْاِسْلَامِ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے پوچھا ”اے اللہ کے رسولؐ اسلام لانے سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں جو عمل ہم نے کیے ہیں کیا ان سے متعلق بھی ہم سے مؤاخذہ ہوگا؟“ آپؐ نے فرمایا ”جو لوگ اسلام لانے میں مخلص ہوں گے تو ان سے جاہلیت کے اعمال پر مواخذہ نہ ہوگا۔ البتہ جو لوگ اسلام لانے میں مخلص نہ ہوں گے تو وہ دونوں زمانوں کے گناہوں میں پکڑے جائیں گے۔ (جو بُرے کام جاہلیت میں کیے ہیں ان پر بھی مؤاخذہ ہوگا اور اسلام لانے کے بعد کیے گئے بُرے اعمال پر بھی ان کی پکڑ ہوگی۔“

ایمان کی کیفیت

〈۱۸〉 عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلٰى شَابٍّ وَ هُوَ فِي الْمَوْتِ، فَقَالَ كَيْفَ تَجِدُكَ؟قَالَ اَرْجُو اللّٰهَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ اِنِّيْ اَخَافُ ذُنُوْبِيْ، فَقَالَ ﷺ لَا يَجْتَمِعَانِ فِيْ قَلْبٍ فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْمَوْطِنِ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ مَا يَرْجُوْ مِنْهُ وَ اٰمَنَهٗ مِمَّا يَخَافُ۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک نوجوان کے پاس گئے جب کہ وہ مرنے کے قریب تھا، آپؐ نے پوچھا کہ ”اس حالت میں تم اپنے آپ کو کس حال میں پاتے ہو؟“ اس نے کہا کہ ”اے اللہ کے رسولؐ میں اللہ کی رحمت کی امید رکھتا ہوں اور اسی کے

ساتھ ساتھ اپنے گناہوں کا بھی ڈر لگا ہوا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ''اس طرح کے موقع پر (یعنی جان کنی کے وقت) جس شخص کے دل میں یہ دونوں طرح کے خیالات ہوں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی توقع کو پورا کرے گا — جس چیز سے ڈر رہا ہے اس سے محفوظ رکھے گا (یعنی جہنم کے عذاب سے بچائے گا اور اپنی رحمت کے گھر میں داخل کرے گا۔)''

تشریح: یہ حدیث ہم کو ہدایت دیتی ہے کہ مومن خدا کی رحمت سے نہ تو مایوس ہوتا ہے اور نہ گناہوں کے نتائج سے بے پروا ہوتا ہے۔ یہی بات ہے جو بعض بزرگوں نے ان الفاظ میں کہی ہے کہ ''ایمان ڈر اور امید کے درمیان ہے۔'' رحمتِ خداوندی کی امیدواری اعمال صالحہ پر ابھارتی ہے۔ اور گناہوں کے نتائج کا ڈر نافرمانیوں سے بچاتا اور توبہ و استغفار کی طرف لے جاتا ہے۔

کتاب وسنّت کی پیروی

ادائے حق کی تاکید

〈۱۹〉 رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَعْطٰی کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ، اَلَآ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ فَرَضَ فَرَائِضَ وَ سَنَّ سُنَنًا، وَ اَحَلَّ حَلَا لًا، وَ حَرَّمَ حَرَامًا، وَ شَرَعَ الدِّیْنَ فَجَعَلَہٗ سَھْلًا سَمْحًا وَّاسِعًا وَّلَمْ یَجْعَلْہُ ضَیِّقًا۔

(معجم طبرانی ــــ ترغیب وترہیب)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا جس میں یہ کہا کہ: ''اللہ تعالیٰ نے ہر صاحبِ حق کا حق متعین کردیا ہے (پس صاحبِ حق کو اس کا حق دو) سنو! اللہ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں (انہیں ادا کرو) اور کچھ طریقے مقرر فرمائے ہیں (پس ان طریقوں پر چلو) کچھ چیزیں حلال کی ہیں (انہیں استعمال کرو) کچھ چیزیں حرام کی ہیں (ان کے قریب مت جانا) تمہارے لیے اس نے جو دین تجویز کیا ہے وہ آسان اور ہموار ہے، وسیع اور کشادہ ہے، تنگ نہیں ہے۔''

تشریح: آخری فقرے کا مطلب یہ ہے کہ دین اور اس کے احکام پر عمل کرنے سے تمہاری زندگی تنگ ہو کر نہیں رہ جائے گی اور نہ انسانی ارتقاء کی راہ میں یہ احکام رکاوٹ بنتے ہیں، دین کی شاہراہ ہموار اور کشادہ ہے۔

قرآن سے گہرا تعلق

〈۲۰〉 عَنْ اَبِیْ شُرَیْحِ ن الْخُزَاعِیِّ قَالَ: خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: أَلَیْسَ تَشْھَدُوْنَ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ؟ قَالُوْا بَلٰی: قَالَ اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ

طَرَفُهٗ بِيَدِ اللّٰهِ، وَ طَرَفُهٗ بِاَيْدِيْكُمْ فَتَمَسَّكُوْا بِهٖ فَاِنَّكُمْ لَنْ تَضِلُّوْا، وَ لَنْ تَهْلِكُوْا بَعْدَهٗٓ اَبَدًا۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا: ”کیا تم لوگ اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں؟“ لوگوں نے جواب دیا ”ہاں ہم لوگ ان دونوں باتوں کی شہادت دیتے ہیں: اس کے بعد آپؐ نے فرمایا ”اس قرآن کا ایک سرا تو اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اس کا دوسرا سرا تمہارے ہاتھوں میں ہے پس قرآن کو مضبوطی سے تھامو تو تم سیدھی راہ سے کبھی نہیں بھٹکو گے اور نہ اس کے بعد ہلاکت سے دوچار ہو گے۔“

تشریح: یہ حدیث وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا کی بہترین تفسیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو حبل اللہ کہا ہے یعنی خدا تک پہنچنے، اس کی خوشنودی حاصل کرنے اور دنیا و آخرت دونوں میں اس کی رحمت حاصل کرنے کا واحد ذریعہ قرآن ہے۔

رسولِ خداؐ کی وصیت

〈۲۱〉 عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَطَبَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ: اِنِّيْ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَّآ اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ فَلَنْ تَضِلُّوْآ اَبَدًا، كِتَابَ اللّٰهِ وَ سُنَّةَ نَبِيِّهٖ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری حج میں تقریر کی آپؐ نے فرمایا... ”میں تمہارے لیے وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جسے اگر تم نے مضبوطی سے تھامے رکھا تو ہرگز گم راہ نہ ہو گے یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے نبیؐ کا طریقہ۔“

احیائے سنت کی اہمیت

〈۲۲〉 عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِبِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ يَوْمًا اِعْلَمْ يَا بِلَالُ، قَالَ مَآ اَعْلَمُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ اِعْلَمْ اَنَّ مَنْ اَحْيَا سُنَّةً مِّنْ سُنَّتِيْ كَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ

أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَّ مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً ضَلاَ لَةً لَّا يَرْضَاهَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اَوْزَارِ النَّاسِ شَيْئًا۔ (ترمذی)

ترجمہ: عمرو ابن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن بلال ابن حارث سے کہا ''اے بلال! جان لو۔'' انہوں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ کس چیز کے جاننے کا آپ مجھے حکم دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ''اس بات کو جان لو کہ جو لوگ میری سنّتوں میں سے کسی سنّت کو اس کے مِٹ جانے کے بعد رائج کریں گے تو اُن کو اس پر عمل کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جو لوگ کوئی نئی بات ازقسم گم راہی دین میں رائج کریں گے جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مرضی کے خلاف ہو گی تو اُن کو اس بدعت پر عمل کرنے والوں کے برابر سزا ملے گی اور عمل کرنے والوں کی سزاؤں میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔''

اتّباعِ سنّت کا غیر معمولی اجر

〈۲۳〉 عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِاَةِ شَهِيْدٍ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا ''جو شخص میری اُمت کے عام بگاڑ کے زمانے میں میرے طریقے پر چلے گا اس کو سو شہیدوں کے برابر اجر اور انعام ملے گا۔''

تشریح: اتنا بڑا انعام اس کو اس لیے ملے گا کہ اس کا ماحول اس کے لیے ساز گار نہیں تھا، اس کی راہ میں ہر طرف کانٹے ہی کانٹے تھے لیکن اس کے باوجود اس نے لوگوں کی پسندیدہ غلط راہ نہیں اختیار کی بلکہ اس نے اپنی پوری زندگی سے اس بات کی شہادت دی کہ نبی ﷺ کی بتائی ہوئی راہ ہی راہِ نجات ہے۔

عبادات

مسواک اور رضائے الٰہی

﴿۲۴﴾ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: اَلسِّوَاکُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِّلرَّبِّ (وَ فِیْ رِوَایَةٍ مَجْلَاةٌ لِّلْبَصَرِ)۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مسواک کرنے سے منہ کی صفائی ہوتی ہے، خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے (اور ایک روایت میں ہے'' آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے)۔''

وضو مسلم کی پہچان

﴿۲۵﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ سُؤَالِ جِبْرَآئِیْلَ اِیَّاهُ عَنِ الْاِسْلَامِ: فَقَالَ اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ اَنْ تُقِیْمَ الصَّلٰوةَ وَ تُؤْتِیَ الزَّکٰوةَ وَ تَحُجَّ وَ تَعْتَمِرَ وَ تَغْتَسِلَ مِنَ الْجَنَابَةِ وَ اَنْ تُتِمَّ الْوُضُوْٓءَ وَ تَصُوْمَ رَمَضَانَ، قَالَ فَاِذَا فَعَلْتُ ذٰلِکَ فَاَنَا مُسْلِمٌ؟ قَالَ نَعَمْ۔ (ترغیب بحوالہ صحیح ابن خزیمہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السّلام نے آپؐ سے پوچھا کہ ''اسلام کیا ہے؟'' آپؐ نے فرمایا کہ ''اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، حج

وعمرہ کرو، اور جب نہانے کی ضرورت پڑ جائے تو غسل کرو اور ٹھیک طریقے سے وضو کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔'' سوال کرنے والے نے کہا کہ اگر میں یہ سب کرلوں تو مسلمان ہوں گا؟ آپؐ نے فرمایا'' ہاں۔''

تشریح: یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے جو حدیثِ جبرئیل کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مختلف طریقوں سے بیان ہوئی ہے۔ اس حدیث میں حج، عمرہ اور وضو کا بیان ہے۔ یہاں اس ٹکڑے کے لانے سے مقصد یہ ہے کہ آدمی اچھی طرح وضو کرے یعنی جس طرح نبی ﷺ نے وضو کرنے کا طریقہ بتایا ہے۔ اچھی طرح وضو کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ نماز میں دل لگے گا، خشوع اور خضوع کی کیفیت میں اضافہ ہوگا، شیطان کا حملہ کم سے کم ہوگا اور یہ بہت بڑا فائدہ ہوگا۔

اذان، عذاب سے نجات

﴿۲۶﴾ رُوِیَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا اُذِّنَ فِیْ قَرْیَۃٍ اَمَّنَھَا اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ عَذَابِہٖ ذٰلِکَ الْیَوْمَ۔ (ترغیب، بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' جب کسی بستی میں (نماز کے لیے) اذان دی جاتی ہے، تو اللہ اُس دن آنے والے عذاب سے (جو گناہوں کے سبب آسکتا تھا) اُس بستی کو بچالیتا ہے۔''

اذان اور وعدۂ مغفرت و جنت

﴿۲۷﴾ عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: یَعْجُبُ رَبُّکَ مِنْ رَّاعِیْ غَنَمٍ فِیْ رَأْسِ شَظِیَّۃٍ یُؤَذِّنُ بِالصَّلٰوۃِ وَ یُصَلِّیْ، فَیَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اُنْظُرُوْآ اِلٰی عَبْدِیْ ھٰذَا یُؤَذِّنُ وَ یُقِیْمُ الصَّلَاۃَ یَخَافُ مِنِّیْ، قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ وَ اَدْخَلْتُہُ الْجَنَّۃَ۔

(ابوداؤد، نسائی)

ترجمہ: عقبہ بن عامرؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں'' بکریوں کے اس چرواہے سے تمہارا رب بہت خوش ہوتا ہے جو کسی پہاڑ کی چٹان پر کھڑا ہو کر اذان دیتا ہے اور نماز پڑھتا ہے۔ اللہ اپنے فرشتوں سے کہتا ہے میرے اس بندے کو دیکھو آبادی سے دُور جنگل میں اذان دیتا

ہے اور نماز پڑھتا ہے وہ مجھ سے ڈرتا ہے میں اپنے اس بندے کی غلطیوں کو معاف کردوں گا اور جنت میں داخل کروں گا۔‘‘

محشر میں سب سے پہلا سوال

﴿۲۸﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُرْطٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَوَّلُ مَا یُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ الصَّلٰوةُ، فَاِنْ صَلَحَتْ صَلَحَ سَآئِرُ عَمَلِهٖ وَ اِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سَائِرُ عَمَلِهٖ۔ (ترغیب بحوالۂ طبرانی)

ترجمہ: عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا اگر بندہ اس میں پورا اُترا تو بقیہ اعمال میں بھی کامیاب ہوگا۔ اور نماز میں پورا نہ اُترا تو بقیہ سارے اعمال خراب ہو جائیں گے۔‘‘

تشریح: یہ اس لیے کہ نماز توحید کی عملی محسوس شکل ہے اور دین کی بنیاد ہے۔ اگر بنیاد مضبوط ہو تو عمارت مستحکم ہوگی۔ اور بنیاد کمزور ہو تو پوری عمارت کمزور ہوگی۔

آتشِ معصیت بجھانے کا وقت

﴿۲۹﴾ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا یُّنَادِیْ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ یَّا بَنِیْٓ اٰدَمَ قُوْمُوْآ اِلٰی نِیْرَانِكُمُ الَّتِیْ اَوْقَدْتُّمُوْهَا فَأَطْفِئُوْهَا۔ (ترغیب بحوالۂ طبرانی)

ترجمہ: حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ’’ہر نماز کے وقت اللہ کا ایک فرشتہ منادی کرتا ہے: کہتا ہے، اے آدم کے بیٹو! جو آگ تم نے بھڑکائی ہے اُسے بجھانے کے لیے اٹھو۔‘‘

تشریح: مطلب یہ ہے کہ دو نمازوں کے درمیانی وقفے میں چھوٹی بڑی بہت سی غلطیاں ہو جایا کرتی ہیں اور یہی غلطیاں دوسری دنیا میں جہنم کی آگ کی شکل اختیار کریں گی تو فرشتہ یہ کہتا ہے کہ ’’جو آگ تم نے بھڑکائی ہے اسے بجھانے کے لیے مسجد میں آؤ، نماز پڑھو، خدا سے توبہ و استغفار کرو، توبہ و استغفار ہی کے پانی سے یہ آگ بجھتی ہے!!‘‘

خدا کے محبوب

﴿۳۰﴾ رُوِیَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ: اِنَّ عُمَّارَ بُیُوْتِ اللّٰہِ ھُمْ اَھْلُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ۔ (طبرانی)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ: ''اللہ کے گھروں کو آباد کرنے والے، اور اُن کی خدمت کرنے والے اللہ کے دوست اور محبوب ہیں۔''

تشریح: جو لوگ اللہ کے گھروں (مسجدوں) کے آباد کار ہیں، اور ان کی خدمت کرتے ہیں وہ لوگ خدا کے محبوب بندے ہیں۔

مسجد سے شغف ــــ ایمان کی دلیل

﴿۳۱﴾ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: إِذَا رَأَیْتُمُ الرَّجُلَ یَعْتَادُ الْمَسَاجِدَ فَاشْھَدُوْا لَہٗ بِالْاِیْمَانِ۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: آپؐ نے فرمایا ''جب تم کسی آدمی کو مسجدوں میں پابندی سے نمازِ جماعت پڑھتے ہوئے دیکھو تو اس کے مومن ہونے کی گواہی دو۔''

نمازِ باجماعت کے لیے اٹھنے والے قدم

﴿۳۲﴾ عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ لَآ اَعْلَمُ اَحَدًا اَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْہُ کَانَتْ لَا تَخْطِئُہٗ صَلَاۃٌ، فَقِیْلَ لَہٗ لَوِ اشْتَرَیْتَ حِمَارًا تَرْکَبُہٗ فِی الظَّلْمَآءِ وَ فِی الرَّمْضَآءِ، فَقَالَ مَا یَسُرُّنِیْ اَنَّ مَنْزِلِیْٓ اِلٰی جَنْبِ الْمَسْجِدِ، اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ یُکْتَبَ لِیْ مَمْشَایَ اِلَی الْمَسْجِدِ وَ رُجُوْعِیْ اِذَا رَجَعْتُ اِلٰٓی اَھْلِیْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ جَمَعَ اللّٰہُ لَکَ ذٰلِکَ کُلَّہٗ۔ (مسلم، ترغیب)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انصار میں سے ایک آدمی کا مکان مسجدِ نبویؐ سے بہت دُوری پر واقع تھا، لیکن وہ مسجدِ نبویؐ میں برابر آتے تھے۔ کوئی نماز فوت نہیں ہوتی تھی۔ ان سے کسی نے کہا کہ کوئی خچر کیوں نہیں خرید لیتے تا کہ گرمی کے موسم میں اور اندھیری راتوں میں اس پر سوار ہو کر مسجد پہنچو۔ انہوں نے جواب دیا ''میں مسجد کے قریب گھر کو نہیں پسند کرتا۔ میں چاہتا ہوں کہ پیدل چل کر پہنچوں اور آنے جانے میں جتنے قدم اٹھیں وہ میرے نامۂ اعمال میں لکھے جائیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے یہ سُن کر فرمایا، ''ان کے ہر قدم کا ثواب اللہ تعالیٰ انہیں دے گا۔''

فجر و عشاء کی جماعت صحابہؓ کی نظر میں

﴿۳۳﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: کُنَّا اِذَا فَقَدْنَا الرَّجُلَ فِی الْفَجْرِ وَالْعِشَآءِ اَسَأْنَا بِہِ الظَّنَّ۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی و ابن خزیمہ)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم کسی شخص کو فجر اور عشاء کی نمازِ با جماعت میں نہیں پاتے تھے تو اس کے بارے میں بُرا گمان قائم کرتے تھے۔''

تشریح: یعنی ایسے شخص کے بارے میں ہم کو نفاق کا شبہ ہونے لگتا۔ منافقین بالعموم فجر اور عشاء میں نہیں آتے تھے۔ اس زمانے میں بجلی کی روشنی تو تھی نہیں، چھپنے کے مواقع حاصل تھے اس لیے یہ منافقین جن کے دل ایمان سے خالی تھے نہیں آتے تھے۔ ان کے بارے میں قرآن مجید کا بیان یہ ہے ''وَلَا یَأْتُوْنَ الصَّلٰوۃَ اِلَّا وَھُمْ کُسَالٰی'' یعنی یہ نماز میں نہیں آتے مگر مارے باندھے، کسمساتے ہوئے۔

امام کے لیے سوچنے کی بات

﴿۳۴﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: مَنْ اَمَّ قَوْمًا فَلْیَتَّقِ اللّٰہَ وَلْیَعْلَمْ اَنَّہٗ ضَامِنٌ مَّسْئُوْلٌ لِّمَا ضَمِنَ، وَ اِنْ اَحْسَنَ کَانَ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ صَلّٰی خَلْفَہٗ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئًا وَّمَا کَانَ مِنْ نَّقْصٍ فَھُوَ عَلَیْہِ۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص لوگوں کی امامت کرے اُسے اللہ سے ڈرنا چاہیے، اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ لوگوں کی نمازوں کا ذمّہ دار ہے اور اس کے بارے میں اس سے باز پرس ہوگی۔ اگر اس نے بہتر طریق پر امامت کی تو مقتدیوں کے برابر اس کو اجر ملے گا بغیر اس کے کہ مقتدیوں کے اجر میں کوئی کمی کی جائے۔ اور اس سے جو بھی کوتاہی سرزد ہوگی اس کا وبال اُسی پر پڑے گا۔ مقتدیوں پر اُس کا وبال نہ آئے گا۔''

نوافل گھر میں پڑھنے کی فضیلت

﴿۳۵﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَيُّمَآ اَفْضَلُ؟ الصَّلَاةُ فِيْ بَيْتِيْ اَوِ الصَّلَاةُ فِي الْمَسْجِدِ؟ قَالَ أَلَا تَرىٰٓ اِلٰى بَيْتِيْ مَآ اَقْرَبَهٗ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَلَأَنْ اُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِيْٓ أَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ أُصَلِّيَ فِي الْمَسْجِدِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ صَلَاةً مَكْتُوْبَةً۔ (ابن ماجہ، مسند احمد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ نفل نماز اپنے گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟ آپؐ نے فرمایا: ''کیا تم نہیں دیکھتے میرا گھر مسجد سے کتنا قریب ہے؟ نفل نماز گھر میں پڑھنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے مسجد میں پڑھنے سے۔ البتہ فرض نماز مسجد ہی میں جماعت سے پڑھی جائے گی۔''

نماز کی چوری

﴿۳۶﴾ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَسْوَءُ النَّاسِ سَرِقَةً نِالَّذِيْ يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهٖ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يَسْرِقُ مِنَ الصَّلَاةِ؟ قَالَ لَا يُتِمُّ رَكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا۔ (ترغیب، بحوالہ طبرانی وصحیح ابن خزیمہ)

ترجمہ: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بدترین چور وہ ہے جو اپنی نماز کی چوری کرے۔'' لوگوں نے کہا: ''اے اللہ کے رسولؐ نماز کو چُرانے کا کیا مطلب ہے؟'' آپؐ نے بتایا کہ ''نماز کی چوری کا مطلب یہ ہے کہ وہ رکوع اور سجدہ ٹھیک سے نہ کرے۔''

شیرازۂ اسلام کا بکھرنا

﴿۳۷﴾ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَتُنْقَضَنَّ عُرَی الْاِسْلَامِ عُرْوَۃً عُرْوَۃً، فَکُلَّمَا انْتَقَضَتْ عُرْوَۃٌ تَشَبَّثَ النَّاسُ بِالَّتِیْ تَلِیْھَا، فَأَوَّلُھُنَّ نَقْضًا اَلْحُکْمُ وَ اٰخِرُھُنَّ الصَّلٰوۃُ۔ (ترغیب، بحوالہ صحیح ابن حبان)

ترجمہ: ”حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”(ایک وقت ایسا آئے گا کہ) اسلام کے شیرازے ایک ایک کر کے بکھرنا شروع ہوں گے۔ تو جب کوئی شیرازہ بکھرے گا تو بجائے اس کو جوڑنے کے بقیہ شیرازوں پر لوگ قناعت کر لیں گے ــــ تو سب سے پہلے جو شیرازہ بکھرے گا حکومتِ عادلہ (خلافتِ راشدہ، حکومتِ الٰہیہ) کا شیرازہ ہوگا۔ اور آخری بکھرنے والا شیرازہ نماز ہوگی۔“

تشریح: مطلب یہ ہے کہ دین کی بنیادیں ایک ایک کر کے تدریج کے ساتھ ختم ہوتی جائیں گی۔ سب سے پہلے اسلام کا سیاسی اقتدار ختم ہوگا پھر زوال کی رفتار بڑھتی ہی جائے گی اور آخری کڑی بھی اس زنجیر کی ٹوٹ جائے گی۔ لوگ نماز پڑھنی چھوڑ دیں گے، اُمّت کی اکثریت نماز کی تارک ہو جائے گی۔ اور یہ زوال کا آخری نقطہ ہوگا۔

زکوٰۃ کی دین میں اہمیت

﴿۳۸﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اُمِرْنَا بِاِقَامَۃِ الصَّلَاۃِ وَ اِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ، وَ مَنْ لَّمْ یُزَکِّ فَلَا صَلَاۃَ لَہٗ۔ (وَ فِیْ رِوَایَۃٍ فَلَیْسَ بِمُسْلِمٍ یَّنْفَعُہٗ عَمَلُہٗ)۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ہم کو نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ جو شخص نماز پڑھے مگر زکوٰۃ نہ دے تو اس کی نماز اللہ کے یہاں مقبول نہ ہوگی۔“ اور ایک دوسری روایت یہ ہے کہ ”ایسا شخص مسلمان نہیں ہے جس کو اس کا عمل قیامت میں نفع دے۔“

زکوٰۃ - خدا کا حق

﴿۳۹﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: اِذَآ اَدَّيْتَ زَكٰوةَ مَالِكَ فَقَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ، وَ مَنْ جَمَعَ مَالًا حَرَامًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهٖ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ فِيْهِ اَجْرٌ وَّ كَانَ اِصْرُهٗ عَلَيْهِ۔ (ترغیب بحوالہ ابن خزیمہ، وابن حبان)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ (مفروضہ) ادا کر دی تو تم اللہ کے حق سے سبک دوش ہو گئے۔ اور جس نے حرام مال جمع کیا اور اسے اللہ کی راہ میں دیا تو اس پر اسے کوئی اجر نہیں ملے گا بلکہ اُلٹا گناہ ہوگا۔“

رمضان میں روزہ اور تراویح

﴿۴۰﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ صِيَامَ رَمَضَانَ وَ سَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهٗ، فَمَنْ صَامَهٗ وَ قَامَهٗ اِيْمَانًا وَّ احْتِسَابًا خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمٍ وَّلَدَتْهُ اُمُّهٗ۔ (ترغیب)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض کیے اور میں نے تمہارے لیے نمازِ تراویح تجویز کی پس جو لوگ رمضان میں روزے رکھیں گے اور تراویح پڑھیں گے ایمان اور احتساب (اجرِ آخرت کی نیت) کے ساتھ تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہوں گے جیسے اس دن جب کہ وہ پیدا ہوئے تھے گناہوں سے پاک تھے۔“

تشریح: حدیث میں قیام کا لفظ آیا ہے جس سے مراد تراویح ہے جو شخص مومن ہو اور اجرِ آخرت کی نیت سے یہ دونوں کام کرے تو اس کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ رہے وہ گناہ جو حقوق العباد سے متعلق ہیں، وہ تو اسی وقت معاف ہوں گے جب کہ صاحبِ حق کو اس کا حق لوٹا دیا جائے یا وہ بہ خوشی معاف کر دے۔

سحری کھانے کی تاکید

﴿۴۱﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ رَّجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: دَخَلْتُ

عَلَی النَّبِیِّ ﷺ وَ ھُوَ یَتَسَحَّرُ، فَقَالَ اِنَّھَا بَرَکَۃٌ اَعْطَاکُمُ اللّٰہُ اِیَّاھَا فَلَا تَدَعُوْھَا۔ (نسائی، ترغیب)

ترجمہ: عبداللہ بن حارثؓ حضور ﷺ کے ایک صحابیؓ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں حضور ﷺ کے پاس اس وقت پہنچا جب آپؐ سحری کھا رہے تھے۔ اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا ”سحری کھانا باعث برکت ہے۔ یہ برکت اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو عطا کی ہے تو سحری کھانا مت چھوڑنا۔“

تشریح: یہود اپنے روزوں میں سحری نہیں کھاتے تھے۔ اور یہ اُن کی وہ بدعت تھی جو اُن کے عالموں نے ایجاد کی تھی یا اُن کی سرکشی اور بغاوت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے سحری کھانے سے منع کر دیا تھا۔ آخری نبیِ رحمت ﷺ کی امت کو ہلکے پھلکے احکام دیئے گئے۔ اور بہت سی آسانیوں سے نوازا گیا۔ انہی آسانیوں میں سے ایک آسانی سحری کھا کر روزہ رکھنا بھی ہے۔ سحری کے بابرکت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ رُوحانی برکت کے ساتھ ساتھ سحری کھا کر روزہ رکھنے سے دن میں اللہ کی عبادت اور دوسرے کاموں میں آسانی ہوتی ہے۔

روزہ، جسم کی زکوٰۃ

〈۴۲〉 عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِکُلِّ شَیْءٍ زَکَاۃٌ وَّ زَکَاۃُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ وَالصِّیَامُ نِصْفُ الصَّبْرِ۔ (ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر گندگی کو دُور کرنے والی کوئی نہ کوئی چیز اللہ نے بنائی ہے۔ اور جسم کو (امراض سے) پاک کرنے والی چیز روزہ ہے اور روزہ آدھا صبر ہے۔“

تشریح: جدید تحقیقات کی رُو سے تمام مسلم اور غیر مسلم ڈاکٹر اس بات پر متفق ہیں کہ اسلامی طرز پر روزہ رکھنے سے بہت سی مہلک بیماریوں سے نجات مل جاتی ہے۔ اور روزہ کے نصف صبر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو دوسری عبادتوں سے زیادہ خالص اور شائبہ ریا سے پاک ہے۔ اس لیے اس سے نفس وغیرہ پر قابو پانے کی جو قوت حاصل ہوتی ہے وہ تمام دوسری عبادتوں سے حاصل ہونے والی قوت سے نصف حصہ کے برابر ہوگی۔ واللہ اعلم۔

روزہ ڈھال ہے

〈۴۳〉 عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: اَلصِّیَامُ جُنَّةٌ مِّنَ النَّارِ کَجُنَّةِ اَحَدِکُمْ مِنَ الْقِتَالِ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا: ”جس طرح لڑائی میں تمہارے پاس ڈھال ہوتی ہے جو دشمن کے حملوں سے تمہیں بچاتی ہے اسی طرح یہ روزہ تمہارے لیے ڈھال ہے، جو جہنم سے بچانے والی ہے۔“

افطار کی دُعا اور اس کا اجرِ عظیم

〈۴۴〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَّصُوْمُ فَیَقُوْلُ عِنْدَ اِفْطَارِہٖ، یَا عَظِیْمُ یَا عَظِیْمُ وَ اَنْتَ اِلٰهِیْ لَآ اِلٰهَ غَیْرُکَ اِغْفِرْ لِیَ الذَّنْبَ الْعَظِیْمَ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذَّنْبَ اِلَّا الْعَظِیْمُ، اِلَّا خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ کَیَوْمٍ وَّلَدَتْهُ اُمُّهٗ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو مسلمان روزہ رکھے اور شام کے وقت یہ دُعا پڑھے، (یا عظیم یا عظیم سے العظیم تک) تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جس طرح کہ وہ اس دن پاک تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔“

تشریح: اس حدیث میں جو دُعا افطار کے وقت کی بتائی گئی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے: ”اے صاحبِ عظمت اللہ! اے عظیم اقتدار کے مالک!! تو میرا مالک ہے۔ تیرے سوا کوئی اور میرا معبود نہیں ہے۔ میرے عظیم گناہوں کو تو معاف کر دے، اس لیے کہ عظیم ہی گناہوں کو معاف کر سکتا ہے۔“

روزے کے آداب

〈۴۵〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَیْسَ الصِّیَامُ مِنَ الْاَکْلِ وَالشُّرْبِ اِنَّمَا الصِّیَامُ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ فَاِنْ سَآبَّکَ اَحَدٌ اَوْجَهِلَ عَلَیْکَ فَقُلْ اِنِّیْ صَآئِمٌ اِنِّیْ صَآئِمٌ۔ (ترغیب بحوالہ ابن خزیمۃ وابن حبان)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”صرف کھانا پانی چھوڑ دینے کا نام روزہ نہیں ہے، اصلی روزہ تو یہ ہے کہ آدمی بیہودہ اور بے کار باتوں اور شہوانی

گفتگو سے بچے، پس اے روزہ دار اگر تجھے کوئی گالی دے یا جہالت پر اُتر آئے تو، تو کہہ میں روزہ رکھے ہوئے ہوں، میں روزہ رکھے ہوں۔" (یعنی مشتعل ہو کر جوابی کارروائی نہ کرے)۔

سفر میں روزہ

〈۴۶〉 عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِی السَّفَرِ، فَمِنَّا الصَّآئِمُ وَ مِنَّا الْمُفْطِرُ فَنَزَلْنَا مَنْزِلاً فِیْ یَوْمٍ حَآرٍّ اَکْثَرُنَا ظِلًّا صَاحِبُ الْکِسَآءِ، فَمِنَّا مَنْ یَّتَّقِی الشَّمْسَ بِیَدِہٖ، قَالَ فَسَقَطَ الصَّوَّامُ وَ قَامَ الْمُفْطِرُوْنَ، فَضَرَبُوا الْاَبْنِیَۃَ وَ سَقَوُا الرِّکَابَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ، ذَھَبَ الْمُفْطِرُوْنَ الْیَوْمَ بِالْاَجْرِ، وَ فِیْ رِوَایَۃٍ یَرَوْنَ اَنَّ مَنْ وَّجَدَ قُوَّۃً فَصَامَ فَاِنَّ ذٰلِکَ حَسَنٌ وَ یَرَوْنَ اَنَّ مَنْ وَّجَدَ ضَعْفًا فَافْطَرَ فَاِنَّ ذٰلِکَ حَسَنٌ۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے۔ ہم میں سے کچھ لوگ روزہ سے تھے اور کچھ لوگ نہیں تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک جگہ ہم لوگوں نے پڑاؤ ڈالا اور نہایت گرم دن تھا اور سب سے زیادہ آرام اور سائے میں وہ لوگ تھے جن کے پاس کمبل تھے۔ اور کچھ لوگ صرف ہاتھ سے سورج کی تپش سے بچاؤ کر رہے تھے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں یہاں پہنچ کر روزہ دار لوگ تو پڑ گئے۔ اور جو لوگ روزہ سے نہیں تھے وہ اٹھے، انہوں نے خیمے گاڑے اور سواریوں کو پانی پلایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آج وہ لوگ سارا اجر سمیٹ لے گئے جو روزے سے نہیں تھے۔" اور ایک روایت میں یہ ہے کہ: "اُن کی (یعنی صحابہؓ) کی رائے یہ ہے کہ جو مسافر روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اس کے لیے روزہ رکھنا بہتر ہے اور جو مسافر اپنے اندر کمزوری محسوس کرتا ہو اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ روزہ نہ رکھے۔"

تشریح: غالبًا یہ سفر فتح مکہ کا سفر ہے جو رمضان میں ہوا تھا۔ نبی ﷺ نے سفر کے دوران کسی مقام پر اپنا روزہ توڑ دیا تھا تاکہ لوگ بھی توڑ دیں۔ لیکن کچھ لوگوں نے اپنا روزہ باقی رکھا کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے ممانعت نہیں کی تھی۔ جب لوگوں نے کسی جگہ قیام کیا تو جو لوگ روزہ سے تھے وہ نڈھال ہو چکے تھے اور جو لوگ روزہ سے نہیں تھے وہ پورے نشاط کے ساتھ اُٹھے، خیمے گاڑے اور سواریوں کو پانی پلایا۔

〈۴۷〉 عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَرَّ عَلٰی رَجُلٍ فِیْ ظِلِّ شَجَرَۃٍ یُّرَشُّ عَلَیْہِ الْمَآءُ، قَالَ مَا بَالُ صَاحِبِکُمْ؟ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَآئِمٌ،

قَالَ اِنَّهٗ لَيۡسَ مِنَ الۡبِرِّ اَنۡ تَصُوۡمُوۡا فِى السَّفَرِ، وَ عَلَيۡكُمۡ بِرُخۡصَةِ اللّٰهِ الَّتِىۡ رَخَّصَ لَكُمۡ فَاقۡبَلُوۡهَا۔ (نسائی۔ترغیب)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو درخت کے سائے میں بے ہوش پڑا تھا، لوگ اسے پانی کے چھینٹے دے رہے تھے۔ آپؐ نے پوچھا کہ ''اس کو کیا ہوگیا ہے؟'' لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ یہ روزہ سے تھے، برداشت نہ کرسکے، غشی آگئی ہے، آپؐ نے فرمایا ''سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی کا کام نہیں ہے اور تمہارے لیے ضروری ہے کہ اللہ کی دی ہوئی رخصت سے فائدہ اٹھاؤ۔''

تشریح: جس آدمی کا ڈھانچہ کم زور ہو اور روزہ رکھنے کی شکل میں اس طرح کی صورتِ حال سے دوچار ہونے کا ظن غالب ہو تو ایسے آدمی کو خدا کی بخشی ہوئی رخصت سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

روزۂ رمضان کی اہمیت

﴿۴۸﴾ عَنۡ اَبِىۡ هُرَيۡرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنۡ اَفۡطَرَ يَوۡمًا مِّنۡ رَّمَضَانَ مِنۡ غَيۡرِ رُخۡصَةٍ وَّلَا مَرَضٍ لَّمۡ يَقۡضِهٖ صَوۡمُ الدَّهۡرِ كُلِّهٖ وَ اِنۡ صَامَهٗ۔

(ترمذی، ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص رمضان کا ایک روزہ بھی بلا عذر شرعی (سفر اور مرض) چھوڑ دے، پھر مدّت العمر روزے اُس کی تلافی کے لیے رکھے تب بھی اُس ایک روزہ کی کمی پوری نہ ہوگی۔''

روزہ خوروں کا ہولناک انجام

﴿۴۹﴾ عَنۡ اَبِىۡ اُمَامَةَ الۡبَاهِلِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوۡلُ بَيۡنَآ اَنَا نَآئِمٌ اَتَانِىۡ رَجُلَانِ فَاَخَذَا بِضَبۡعَىَّ فَاَتَيَا بِىۡ جَبَلًا وَّعۡرًا فَقَالَا اِصۡعَدۡ، فَقُلۡتُ اِنِّىۡ لَآ اُطِيۡقُهٗ، فَقَالَآ اِنَّا سَنُسَهِّلُهٗ لَكَ فَصَعِدۡتُّ حَتّٰىٓ اِذَا كُنۡتُ فِىۡ سَوَآءِ الۡجَبَلِ اِذَا بِاَصۡوَاتٍ شَدِيۡدَةٍ، قُلۡتُ مَا هٰذِهِ الۡاَصۡوَاتُ؟ قَالُوۡا هٰذَا عُوَآءُ اَهۡلِ النَّارِ، ثُمَّ انۡطُلِقَ بِىۡ فَاِذَا اَنَا بِقَوۡمٍ مُّعَلَّقِيۡنَ بِعَرَاقِيۡبِهِمۡ مُّشَقَّقَةً اَشۡدَاقُهُمۡ دَمًا، قَالَ قُلۡتُ مَنۡ هٰٓؤُلَآءِ؟ قَالَ الَّذِيۡنَ يُفۡطِرُوۡنَ قَبۡلَ تَحِلَّةِ صَوۡمِهِمۡ۔

(ترغیب بحوالہ ابن خزیمہ و ابن حبان)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپؐ فرمارہے تھے ''میں سورہا تھا کہ دو آدمی آئے اور انھوں نے میرا شانہ پکڑا اور مجھے ایک سخت دشوار گزار پہاڑ کے پاس لے گئے اور مجھے اس پہاڑ پر چڑھنے کے لیے کہا تو میں نے انہیں بتایا کہ میں اس پر چڑھ نہیں سکتا۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم آپؐ کے لیے آسانی پیدا کریں گے، چڑھو۔ چناں چہ میں چڑھ گیا اور جب پہاڑ پر بیچ میں پہنچا تو میں نے وہاں کچھ شدید قسم کی چیخیں سنیں تو میں نے پوچھا کہ یہ کیا آوازیں آرہی ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ اہل جہنم کی چیخیں ہیں۔ پھر مجھے آگے لے جایا گیا تو کچھ ایسے لوگوں کو میں نے دیکھا جو الٹے ٹانگ دیئے گئے ہیں، ان کے جبڑے پھاڑ دیئے گئے ہیں اور اُن سے خون بہہ رہا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا کہ یہ روزہ خور لوگ ہیں، یہ رمضان کے مہینے میں کھاتے پیتے تھے۔''

عید — انعام کا دن

﴿۵۰﴾ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَوْسٍ الْاَنْصَارِیِّ عَنْ اَبِیْهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا کَانَ یَوْمُ عِیْدِ الْفِطْرِ وَقَفَتِ الْمَلَآئِکَةُ عَلٰی اَبْوَابِ الطُّرُقِ فَنَادَوْا، اُغْدُوْا یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی رَبٍّ کَرِیْمٍ یَّمُنُّ بِالْخَیْرِ ثُمَّ یُثِیْبُ عَلَیْهِ الْجَزِیْلَ، لَقَدْ اُمِرْتُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَقُمْتُمْ، وَ اُمِرْتُمْ بِصِیَامِ النَّهَارِ فَصُمْتُمْ، وَ اَطَعْتُمْ رَبَّکُمْ فَاقْبُضُوْا جَوَآئِزَکُمْ، فَاِذَا صَلُّوْا نَادٰی مُنَادٍ اَلَآ اِنَّ رَبَّکُمْ قَدْ غَفَرَ لَکُمْ فَارْجِعُوْا رَاشِدِیْنَ اِلٰی رِحَالِکُمْ فَهُوَ یَوْمُ الْجَآئِزَةِ وَ یُسَمّٰی ذٰلِکَ الْیَوْمُ فِی السَّمَآءِ یَوْمَ الْجَآئِزَةِ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: سعد بن اوس انصاریؒ اپنے باپ حضرت اوس انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جب عید الفطر کا دن آتا ہے تو خدا کے فرشتے تمام راستوں کے نکڑ پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ، اے مسلمانو! رب کے پاس چلو جو بڑا کریم ہے اور جو نیکی اور بھلائی کی باتیں بتاتا اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دیتا ہے پھر اس پر بہت زیادہ انعام دیتا ہے۔ تمہیں اس کی طرف سے تراویح پڑھنے کا حکم دیا گیا تو تم نے تراویح پڑھی، تم کو دن میں روزے رکھنے کا حکم دیا گیا تو تم نے روزے رکھے اور اپنے رب کی اطاعت گزاری کی تو اب چلو اپنا انعام لے لو، اور جب لوگ عید کی نماز پڑھ چکتے ہیں تو خدا کا ایک

فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ ''اے لوگو! تمہارے رب نے تمہاری بخشش فرمادی پس تم اپنے گھروں کو کامیاب و کامران لوٹو! یہ عید کا دن انعام کا دن ہے اور اس دن کو فرشتوں کی دنیا میں (آسمان پر) ''انعام'' کا دن کہا جاتا ہے۔''

فریضۂ حج ادا کرنے میں جلدی

﴿۵۱﴾ رُوِیَ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم تَعَجَّلُوا اِلَی الحَجِّ یَعنِی الفَرِیضَةَ، فَاِنَّ اَحَدَکُم لَا یَدرِی مَا یَعرِضُ لَهٗ۔ (ترغیب)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اے لوگو اگر تم پر حج فرض ہو چکا ہو تو اس کی ادائی میں جلدی کرو اس لیے کہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ کب کیا رکاوٹ پیش آجائے۔''

تارکینِ حج کا انجام

﴿۵۲﴾ عَن اَبِی اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَن لَّم تَحبِسهُ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ اَو مَرَضٌ حَابِسٌ اَو سُلطَانٌ جَآئِرٌ وَّلَم یَحُجَّ فَلیَمُت اِن شَآءَ یَهُودِیًّا اَو نَصرَانِیًّا۔

(ترغیب بحوالہ بیہقی)

ترجمہ: حضرت ابو امامہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ: ''اگر کسی شخص کو واقعی محتاجی نہیں ہے، بیمار بھی نہیں ہے اور کسی ظالم اقتدار کی طرف سے رکاوٹ بھی نہیں ہے پھر بھی اس نے حج نہیں کیا تو وہ یہودی یا نصرانی ہو کر مرے اگر چاہے!!''

تشریح: اگر حج فرض ہو چکا ہے اور اس فرض کے ادا کرنے میں کسی طرح کی کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہے پھر بھی حج نہیں کرتا تو اس کا ایمان خطرے میں ہے۔

زائرینِ حرم خدا کی نظر میں

﴿۵۳﴾ عَن جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلحُجَّاجُ وَالعُمَّارُ وَفدُ اللّٰهِ دَعَاهُم فَاَجَابُوهُ وَ سَأَلُوهُ فَاَعطَاهُم۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''حج اور عمرہ

(چھوٹا حج) کرنے والے اللہ کے معزز مہمان ہیں۔ اللہ نے انہیں اپنے یہاں آنے کے لیے کہا تو وہ اس کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور جو بھی درخواست اس کی جناب میں انہوں نے پیش کی اللہ نے قبول فرمائی۔''

تشریح: اس مضمون کی کئی حدیثیں آئی ہیں۔ بعض حدیثوں میں یہ ہے کہ انہوں نے مغفرت کی درخواست کی تو اللہ نے ان کی دعا قبول کی۔ اور بعض حدیثوں میں یہ ہے کہ حج کرنے والے جن لوگوں کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بھی معاف فرما دیتا ہے۔ یہاں پھر یہ بات یاد رکھیے کہ ایسا گناہ جو بندوں کے حقوق سے تعلّق رکھتا ہے وہ معاف نہیں ہوگا جب تک کہ صاحبِ حق معاف نہ کرے۔

خواتین کا جہاد — حج اور عمرہ

‹۵۴› عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ جِهَادُ الْكَبِیْرِ وَالضَّعِیْفِ وَالْمَرْءَةِ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ۔ (نسائی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ: ''بوڑھوں، کم زوروں اور عورتوں کے لیے حج اور عمرہ کرنا ثواب میں جہاد کے برابر ہے۔''

حقیقی حج

‹۵۵› عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلاً قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَنِ الْحَاجُّ؟ قَالَ الشَّعِثُ التَّفِلُ، قَالَ فَاَیُّ الْحَجِّ اَفْضَلُ؟ قَالَ الْعَجُّ وَالثَّجُّ، قَالَ وَمَا السَّبِیْلُ؟ قَالَ الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ۔ (ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ حاجی کون ہے (یعنی حج کرنے والے کے اندر کیا خوبی ہونی چاہیے)۔ آپؐ نے فرمایا ''وہ جس کے بال پراگندہ ہوں اور جو میلے کچیلے کپڑے پہنے ہے۔'' اس نے پوچھا ''حج کے افعال میں سے کون سا فعل ثواب کے لحاظ سے بڑھا ہوا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ''بلند آواز سے لبیک والی دُعا پڑھنا اور قربانی کرنا۔'' اُس نے پوچھا کہ ''السبیل سے کیا مراد ہے؟'' آپؐ نے فرمایا ''سواری اور راستے کا خرچ مراد ہے۔''

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کس طرح کے حج کرنے والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ حضور ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ حج ایک عاشقانہ قسم کی عبادت ہے۔ جو لوگ محبوب کے گھر کی زیارت کو جائیں انہیں ہر وقت غسل کرنے اور کھانے پینے میں دل چسپی نہیں لینی چاہیے۔ انہیں تو جو وقت ملے اپنے محبوب کے ذکر و مناجات میں، دُعا و استغفار میں اور گریہ و زاری میں صرف کرنا چاہیے۔

آخری سوال اس نے یہ کیا کہ قرآن مجید میں حج والی آیت میں **من استطاع الیہ سبیلا** کے الفاظ آئے ہیں اس نے پوچھا کہ سبیل کی استطاعت رکھنے سے کیا مراد ہے۔ آپؐ نے بتایا اللہ کے گھر تک پہنچنے کے لیے سواری ہونی چاہیے اور راستہ کا خرچ ہونا چاہیے۔

اہلِ عرفات پر خدا کی نظرِ کرم

﴿۵۶﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَاِذَا وَقَفَ بِعَرَفَۃَ فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَنْزِلُ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا فَیَقُوْلُ، اُنْظُرُوْا اِلٰی عِبَادِیْ شُعْثًا غُبْرًا جَآءُوْنِیْ شُعْثًا۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب حاجی لوگ عرفات میں ٹھہر کر دعا اور گریہ وزاری میں مشغول ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا تک آجاتے ہیں اور فرشتوں سے کہتے ہیں، '' میرے ان بندوں کو دیکھو، بال بکھرے ہوئے، غبار سے اَٹے ہوئے! دیکھو میرے پاس یہ اس حالت میں آئے ہیں۔''

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عرفات میں جب لوگ پہنچتے ہیں اور گریہ وزاری میں مشغول ہوتے ہیں تو اس موقع پر ان کی طرف اللہ کی رحمت خصوصی طور پر متوجہ ہوتی ہے۔

قربانی اور اخلاص

﴿۵۷﴾ رُوِیَ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: یٰٓـاَیُّھَا النَّاسُ ضَحُّوْا وَاحْتَسِبُوْا بِدِمَآئِھَا، فَاِنَّ الدَّمَ وَ اِنْ وَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ فَاِنَّہٗ یَقَعُ فِیْ حِرْزِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا: '' اے لوگو

قربانی کرو، جانوروں کا خون اُخروی ثواب کی نیت سے بہاؤ، قربانی کے جانور کا خون اگر چہ ظاہراً زمین پر گرتا ہے (اور برباد ہوتا دکھائی دیتا ہے) لیکن حقیقتاً اللہ کے خزانے میں چلا جاتا ہے۔''

تشریح: حدیث میں ''حرز'' کا لفظ آیا ہے، حرز اس صندوق کو کہتے ہیں جس میں آدمی اپنے کپڑے وغیرہ رکھتا ہے مطلب یہ ہے کہ قربانی کے دن قربانی کرنا سب سے بڑا کارِ ثواب ہے، قربانی کے جانور کا خون ـــــ ہماری مادّی محدود نظر میں ـــــ اگر چہ زمین پر گر کر برباد ہوتا ہے لیکن واقعتاً ـــــ جیسا کہ نبی ﷺ نے خبر دی ـــــ وہ خدا کے خزانے میں چلا جاتا ہے اور قربانی کرنے والے کے لیے ذخیرہ بنتا ہے۔

بدنصیب کون ہے؟

﴿۵۸﴾ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِالْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اِنَّ عَبْدًا صَحَّحْتُ جِسْمَہٗ وَ وَسَّعْتُ عَلَیْہِ فِی الْمَعِیْشَۃِ تَمْضِیْ عَلَیْہِ خَمْسَۃُ اَعْوَامٍ لَّا یَفِدُ اِلَیَّ لَمَحْرُوْمٌ۔ (ترغیب بحوالہ ابن حبان)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عزّ وجلّ کہتا ہے کہ جس بندے کو میں نے صحت اور تندرستی بخشی اور روزی میں فراخی اور کشادگی دی اور پھر پانچ سال کی مدّت گزر جائے میرے پاس نہ آئے تو ایسا شخص محروم القسمت اور بدقسمت ہے۔''

تشریح: تندرستی اور روزی کی کشادگی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ دونوں نعمتیں جسے حاصل ہوں اس کو زیادہ سے زیادہ خدا سے تعلق جوڑنا چاہیے۔ اور قولاً وعملاً ہر طرح سے شکر گزار بندہ بننا چاہیے۔ لیکن یہ نعمتیں پاکر ایک دن یا ایک ہفتہ یا ایک مہینہ یا ایک سال نہیں بلکہ پانچ پانچ سال تک خدا کے پاس یعنی بیت اللہ حج کے لیے نہیں جاتا تو اس سے زیادہ محرومی کی بات کیا ہوگی۔ اسے جاننا چاہیے کہ جس نے اس کو صحت دی ہے وہ چھین بھی سکتا ہے۔ اور جس نے اس کو رزق کی کشائش سے نوازا ہے اسے پل بھر میں دانے دانے کا محتاج بنا سکتا ہے۔ اس صحت اور دولت کو غنیمت سمجھے اور جلد از جلد فریضۂ حج سے فارغ ہو۔ معلوم نہیں کہ آیندہ یہ نعمتیں اسے حاصل بھی رہیں گی یا نہیں۔

ارکانِ اسلام کا یکساں اہتمام

〈۵۹〉عَنْ زِيَادِ بْنِ نُعَيْمِ ٍالْحَضْرَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَرْبَعٌ فَرَضَهُنَّ اللّٰهُ فِي الْاِسْلَامِ، فَمَنْ اَتٰى بِثَلَاثٍ لَّمْ يُغْنِيْنَ عَنْهُ شَيْئًا حَتّٰى يَأْتِيَ بِهِنَّ جَمِيْعًا ٍالصَّلٰوةُ وَالزَّكٰوةُ وَ صِيَامُ رَمَضَانَ وَ حَجُّ الْبَيْتِ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت زیاد بن نعیم حضرمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اسلام میں چار عبادتیں اللہ کی فرض کردہ ہیں، جو شخص ان میں سے تین عبادتیں بجا لائے (اور چوتھی چھوڑ دے) تو وہ تینوں اس کے کام نہ آئیں گی جب تک چاروں ادا نہ کرے۔ وہ چار فرض عبادتیں یہ ہیں، نماز، زکوۃ، رمضان کا روزہ اور حج۔“

تشریح: یہ حدیث اور دوسری ہم معنی حدیثیں بتاتی ہیں کہ نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کی دین میں کیا اہمیت ہے، خاص طور پر آج کل کے مسلمانوں کے لیے یہ حدیثیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں، آج مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ بہت بڑی اکثریت نماز کی تارک ہے، پھر جو لوگ نماز پڑھتے ہیں ان میں سے بہت سے لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے، کچھ صرف روزہ رکھتے ہیں نماز کے قریب نہیں جاتے، اور نہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، کچھ نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی فکر کرتے ہیں مگر حج سے غافل ہیں۔ ایسے لوگوں کو حضور ﷺ تنبیہ فرماتے ہیں کہ یہ چاروں کام انجام دو، اگر تین کرو گے اور چوتھا کام چھوڑے رکھو گے تو آخرت میں بڑی مشکل میں پھنس جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ میں نے تم پر چار بنیادی فرائض عائد کیے تھے، تین یا دو، یا ایک نہیں، پھر یہ تقسیم تم نے کس اختیار و اقتدار کی رُو سے کی؟ بندہ ہو کر خدا کس طرح بن بیٹھے؟ بندگی کا اقرار کر کے، کلمہ پڑھ کر، مسلمان ہو کر، نبیؐ کے امتی ہوتے ہوئے یہ بغاوت کیوں کی —؟ تو بتائیے لوگ کیا جواب دیں گے اور کیسے دردناک انجام سے دوچار ہوں گے!!

معاشرتی حقوق

والدین کا حق

〈۶۰〉 عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ اَنَّ رَجُلاً قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَا حَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِھِمَا؟ قَالَ ھُمَا جَنَّتُکَ وَ نَارُکَ۔ (ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے یہ حدیث بیان ہوئی ہے کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ "والدین کا حق ان کی اولاد پر کیا ہے؟" آپؐ نے فرمایا "وہ تمہاری جنت اور جہنم ہیں۔"

تشریح: اُن کے حقوق ادا کرو گے، اُن کی خدمت کرو گے تو جنت کے مستحق ہو گے، اور اگر ان کا حق نہ پہچانو گے تو جہنم میں جاؤ گے۔

ایک دوسری حدیث اور قرآن مجید کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کا درجہ باپ کے مقابلے میں بڑھا ہوا ہے، قرآن مجید میں ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کے معاً بعد اُن مصیبتوں اور زحمتوں کا ذکر ہوا ہے جو ماؤں کو حمل کے زمانے میں، دودھ پلانے اور پالنے کے زمانے میں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ ماں کے عظیم حق کا اندازہ ایک حدیث سے کیجیے جس کے الفاظ یہ ہیں:

جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ وَ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِنِّیْ حَجَجْتُ بِأُمِّیْ مِنَ الْیَمَنِ عَلٰی ظَھْرِیْ، وَطُفْتُ بِھَا الْبَیْتَ وَسَعَیْتُ بِھَا بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ، وَوَقَفْتُ بِھَا فِیْ عَرَفَاتٍ، وَدَلَفْتُ بِھَا اِلَی الْمُزْدَلِفَۃِ، وَ رَمَیْتُ لَھَا الْجِمَارَ

بِمِنًى، فَعَلْتُ ذٰلِکَ کُلَّهٗ وَ هِیَ عَجُوْزٌ لَا حَرَاکَ بِهَا، وَ اَنَا اَحْمِلُهَا عَلٰی ظَهْرِیْ، فَهَلْ أَدَّیْتُ حَقَّهَا؟ قَالَ لَا، فَقَالَ الرَّجُلُ وَلِمَ؟ قَالَ لِاَنَّهَا فَعَلَتْ مَا فَعَلَتْ بِکَ فِیْ صِغَرِکَ وَ هِیَ تَتَمَنّٰی حَیَاتَکَ، وَ اَنْتَ فَعَلْتَ مَا فَعَلْتَ بِهَا وَ اَنْتَ تَتَمَنّٰی مَوْتَهَا۔ (الوعی، العدد ۵۸، السنة الخامسة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا، ’’اے اللہ کے رسولؐ، میں نے اپنی ماں کو یمن سے اپنی پیٹھ پر لاد کر حج کرایا ہے، اُسے اپنی پیٹھ پر لیے ہوئے بیت اللہ کا طواف کیا، صفا و مروہ کے درمیان سعی کی، اسے لیے ہوئے عرفات گیا، پھر اسی حالت میں اسے لیے ہوئے مزدلفہ آیا اور منیٰ میں کنکری ماری۔ وہ نہایت بوڑھی ہے ذرا بھی حرکت نہیں کر سکتی۔ میں نے یہ سارے کام اپنی پیٹھ پر لیے ہوئے انجام دیئے ہیں تو کیا میں نے اس کا حق ادا کر دیا؟‘‘ آپؐ نے فرمایا ’’نہیں، اس کا حق نہیں ادا ہوا۔‘‘ اس آدمی نے پوچھا ’’کیوں؟‘‘ آپؐ نے فرمایا ’’یہ اس لیے کہ اس نے تمہارے بچپن میں تمہارے لیے ساری مصیبتیں جھیلیں اس تمنا کے ساتھ کہ تم زندہ رہو اور تم نے جو کچھ اس کے ساتھ کیا اس حال میں کیا ہے کہ تم اس کے مرنے کی تمنا رکھتے ہو۔‘‘

جنت ماں کے قدموں کے تلے

﴿۶۱﴾ عَنْ مُّعَاوِیَةَ بْنِ جَاهِمَةَ اَنَّ جَاهِمَةَ جَآءَ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَدْتُّ اَنْ اَغْزُوَ وَ قَدْ جِئْتُ اَسْتَشِیْرُکَ، فَقَالَ هَلْ لَّکَ مِنْ اُمِّکَ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَالْزَمْهَا، فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد (جاہمہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا، اے اللہ کے رسولؐ میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں، حاضر ہوا ہوں مشورہ حاصل کرنے کے لیے (آپؐ کیا فرماتے ہیں) آپؐ نے پوچھا کہ ’’تمہاری ماں موجود ہے؟‘‘ انہوں نے کہا ہاں وہ زندہ ہیں، آپؐ نے فرمایا ’’پھر تو تم اُن کی خدمت میں لگے رہو، تمہاری جنت اُن کے قدموں میں ہے۔‘‘

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ان کی ماں زندہ ہیں اور یہ بھی معلوم تھا کہ وہ ضعیف ہو چکی ہیں، بیٹے کی خدمت کی محتاج ہیں، اور بیٹے کو جہاد میں شرکت کی تمنّا تھی، آپؐ نے بتایا کہ تمہارے

جہاد کا میدان تو تمہارے گھر میں ہے، جاؤ اور ماں کی خدمت میں لگو ـــــ اس حدیث کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے کہ جس کے والدین زندہ ہوں وہ دین کی خدمت کے لیے نہ نکلے، بیشتر صحابہؓ کرام کے والدین زندہ تھے اور وہ جہاد اور دعوتِ دین کے لیے باہر جاتے تھے۔

والدین کے لیے دُعا و استغفار کا صلہ

〈۶۲〉 عَنْ اَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَمُوْتُ وَالِدَاهُ اَوْ اَحَدُهُمَا وَ اَنَّهٗ لَهُمَا لَعَاقٌّ، فَلَا يَزَالُ يَدْعُوْ لَهُمَا وَ يَسْتَغْفِرُ لَهُمَا حَتّٰى يَكْتُبَهُ اللّٰهُ بَارًّا۔ (بیہقی، شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”اگر کسی آدمی کے ماں باپ دونوں انتقال کر جائیں اور یہ ان کی زندگی میں نافرمان رہا (پھر اس کو ہوش آجاتا ہے) تو برابر ان کے حق میں دُعا کرتا رہے، ان کی بخشش کی استدعا کرتا رہے، تو اس آدمی کو اللہ تعالیٰ والدین کا فرماں بردار قرار دے کر نافرمانی کے وبال سے بچالے گا۔“

والدین کی وفات کے بعد اُن سے حسنِ سلوک کی صورتیں

〈۶۳〉 عَنْ اَبِیْ اُسَيْدٍ مَّالِكِ بْنِ رَبِيْعَةَ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذْ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ سَلَمَةَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ قَالَ: نَعَمْ الصَّلٰوةُ عَلَيْهِمَا، وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَ اِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا، وَ صِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا، وَ اِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ ابوداؤد وابن ماجہ وابن حبان)

ترجمہ: حضرت ابو اسید مالک ابن ربیعہ ساعدیؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ بنو سلمہ کا ایک آدمی آیا، اس نے پوچھا کہ ”اے اللہ کے رسولؐ، میرے والدین وفات پاچکے ہیں تو کیا ان کا کوئی حق میرے ذمہ باقی رہ گیا ہے جسے ادا کرنا چاہیے۔ آپؐ نے فرمایا ”ہاں، والدین کے مرنے کے بعد بیٹے پر ان کا یہ حق ہے کہ اُن کے لیے دُعا و استغفار کرتے رہیں، ان کی وصیتیں پوری کریں، ان سے تعلّق رکھنے والے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کریں، اور ماں باپ کے دوست اور احباب کی عزّت اور خاطر داری کریں۔“

خالہ کے ساتھ حسنِ سلوک

〈۶۴〉 عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَجُلٌ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ أَذْنَبْتُ ذَنْبًا کَبِیْرًا فَهَلْ لِّیْ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَلَکَ وَالِدٰنِ؟ قَالَ: لَا قَالَ فَلَکَ خَالَةٌ، قَالَ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَبَرَّهَا اِذًا۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا کہ ''اے اللہ کے رسولؐ، مجھ سے ایک بڑا گناہ سرزد ہوا ہے تو کیا اس سے توبہ کی کوئی (عملی) شکل ہے۔ آپؐ نے اس سے پوچھا ''کیا تمہارے والدین زندہ ہیں۔'' اس نے کہا ''نہیں۔'' آپؐ نے پوچھا ''کیا تمہاری کوئی خالہ ہے؟'' اس نے کہا ''ہاں۔'' حضور ﷺ نے فرمایا ''تو جاؤ اور اس کی خدمت کرو۔''

تشریح: توبہ کی عام شکل تو یہ ہے کہ آدمی اپنے کیے پر پچھتائے، اس کا دل روئے اور اللہ سے معافی مانگے لیکن حضور ﷺ نے علم الٰہی کی رُو سے یہ جانا کہ اگر ماں یا خالہ کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے تو یہ گناہ دُھل سکتا ہے۔ یہ بات پیغمبر کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔

اِحترامِ معلّم

〈۶۵〉 رُوِیَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ، وَ تَعَلَّمُوْا لِلْعِلْمِ السَّکِیْنَةَ وَالْوَقَارَ، وَ تَوَاضَعُوْا لِمَنْ تَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''علمِ دین سیکھو، اور دینی علم کے لیے وقار و سنجیدگی سیکھو، اور جن سے تم دین کا علم حاصل کرو اُن سے خاکسارانہ برتاؤ رکھو۔''

تشریح: علماء کی تحقیقی رائے یہ ہے کہ اللہ اور رسولؐ کے بعد انسانوں میں سب سے بڑا درجہ ماں باپ کا ہے، پھر استاذ کا، وہ جسمانی مربی ہیں اور یہ دینی مربی ہیں۔ اور جسمانی تربیت کے بعد دینی و اخلاقی تربیت کا دَور آتا ہے، ماں باپ معمار کی حیثیت رکھتے ہیں اور اساتذہ بنی ہوئی عمارت کو نقش و نگار سے سجاتے ہیں۔

شوہر کا حق

〈۲۶〉عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: جَآءَ تْ اِمْرَأَۃٌ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ، فَقَالَتْ، یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، إِنِّیْ وَافِدَۃُ النِّسَآءِ إِلَیْکَ، ھٰذَا الْجِھَادُ کَتَبَہُ اللّٰہُ عَلَی الرِّجَالِ، فَاِنْ اُصِیْبُوْا اُجِرُوْا، وَ إِنْ قُتِلُوْا کَانُوْٓا اَحْیَآءً عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ۔ وَ نَحْنُ مَعْشَرُ النِّسَآءِ نَقُوْمُ عَلَیْھِمْ، فَمَالَنَامِنْ ذَالِکَ؟ قَالَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَبْلِغِیْ مَنْ لَقِیْتِ مِنَ النِّسَآءِ أَنَّ طَاعَۃَ الزَّوْجِ وَاعْتِرَافًا بِحَقِّہٖ یَعْدِلُ ذٰلِکَ وَ قَلِیْلٌ مِنْکُنَّ مَنْ یَّفْعَلُہٗ، رَوَاہُ الْبَزَّارُ ھٰکَذَا مُخْتَصَرًا وَالطِّبْرَانِیُ فِیْ حَدِیْثٍ قَالَ فِیْ اٰخِرِہٖ۔ ثُمَّ جَاءَ تْہُ یَعْنِی النَّبِیَّ ﷺ اِمْرَأَۃٌ فَقَالَتْ: إِنِّیْ رَسُوْلُ النِّسَآءِ إِلَیْکَ، وَمَا مِنْھُنَّ امْرَأَۃٌ عَلِمَتْ اَوْلَمْ تَعْلَمْ إِلَّا وَ ھِیَ تَھْوٰی مَخْرَجِیْٓ إِلَیْکَ، اَللّٰہُ رَبُّ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ، کَتَبَ اللّٰہُ الْجِھَادَ عَلَی الرِّجَالِ، فَإِنْ اَصَابُوْا اُجِرُوْا وَ إِنِ اسْتُشْھِدُوْا کَانُوْا اَحْیَآءً عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ۔ فَمَا یَعْدِلُ ذٰلِکَ مِنْ اَعْمَالِھِمْ مِّنَ الطَّاعَۃِ؟ قَالَ: طَاعَۃُ اَزْوَاجِھِنَّ وَالْمَعْرِفَۃُ بِحُقُوْقِھِمْ، وَ قَلِیْلٌ مِّنْکُنَّ مَنْ یَّفْعَلُہٗ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی، اس نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ، مجھے عورتوں نے آپؐ کے پاس اپنا نمایندہ بنا کر بھیجا ہے۔ (دیکھیے) یہ جہاد صرف مَردوں پر فرض ہوا ہے اگر وہ زخمی ہو جائیں تو اجر پائیں، شہید ہو جائیں تو اپنے رب کے پاس زندہ رہیں گے، اس کے انعامات سے فائدہ اٹھا رہے ہوں گے اور ہم عورتیں ان کے پیچھے ان کے گھر اور بچوں کی نگرانی کرتی ہیں تو ہمیں کیا اجر ملے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جن عورتوں سے تم ملو ان کو یہ بات پہنچا دو کہ شوہروں کی اطاعت کرنا اور ان کے حقوق کو پہچاننا جہاد کے برابر درجہ رکھتا ہے۔ لیکن تم میں سے بہت کم عورتیں ایسا کرتی ہیں۔'' اور طبرانی میں یہی حدیث آئی ہے، جس کا مضمون یہ ہے ''نمایندہ عورت نے آکر نبی ﷺ سے کہا'' مجھے عورتوں نے آپؐ کے پاس اپنا نمایندہ بنا کر بھیجا ہے۔ اور ہر عورت چاہے اسے معلوم ہو یا نہ معلوم ہو مگر یہ کہ وہ میرے آپؐ کے پاس آنے کو پسند کرتی ہے۔ (دیکھیے) اللہ عورتوں اور مردوں کا آقا اور معبود

ہے۔ اور آپؐ مردوں اور عورتوں دونوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ مردوں پر جہاد فرض ہوا ہے (عورتوں پر نہیں)۔ اگر وہ دشمن کو ماریں تو اجر پائیں (اور غنیمت بھی ملے) اور اگر وہ شہید ہو جائیں تو اعلیٰ درجے کی زندگی اپنے رب کے یہاں پائیں اور اس کے انعامات سے فائدہ اُٹھائیں۔ تو ہم کس قسم کی اطاعت گزاری کریں جو اُن کے کارِ جہاد کے برابر ہو۔ آپؐ نے بتایا ''شوہروں کی اطاعت گزاری اور اُن کی حقوق شناسی کا وہی مرتبہ ہے جو مردوں کے جہاد کا ہے۔ اور تم میں سے کم ہی ایسا کرنے والی ہیں۔''

بیوی کا حق

〈۶۷〉 وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، فَإِنْ اَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا فَدَارِهَا تَعِيْشُ بِهَا۔

(ترغیب وترہیب بحوالہ صحیح ابن حبان)

ترجمہ: سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ اب اگر تم اسے بالکل سیدھا کرنا چاہو تو توڑ ڈالو گے۔ پس اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرو تو اچھی زندگی گزرے گی۔''

تشریح: عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کے مزاج اور اس کے سوچنے اور کرنے کا ڈھنگ مرد کے مزاج سے کچھ مختلف ہوتا ہے۔ اور خاندانی نظام میں شوہر کو سربراہی اور بالا دستی حاصل ہوتی ہے۔ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کے جذبات وحسیات کی پروا نہ کرے، صرف اپنی بات منوانے پر اصرار کرے تو گھر حقیقی مسرتوں سے محروم اور جھگڑے فساد کا جہنم بن جائے گا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو عورتوں کے ساتھ نرمی اور ملاطفت سے پیش آنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو بالآخر طلاق کی نوبت آئے گی جو خدا کی شریعت میں پسندیدہ نہیں ہے اور اس کی حیثیت آخری علاج کی ہے۔ اس حدیث میں یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ عورت ٹیڑھی ہوتی ہیں اور مرد بڑے سیدھے ہوتے ہیں بلکہ یہ حدیث صرف اس لیے آپ نے ارشاد فرمائی ہے کہ غیر الٰہی جاہلی نظاموں میں عورت کے ساتھ حسنِ سلوک سے نہیں پیش آتے تھے۔ تم لوگ خدا کے بندے ہو اس لیے ان سے اچھا سلوک کرو۔

چناں چہ بعض روایتوں میں آخری ٹکڑا یہ ہے: فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَیْرًا۔ یعنی حضور ﷺ شوہروں کو یہ ہدایت کرتے ہیں کہ بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی ایک دوسرے کو تلقین کرو یعنی تم ان سے اچھا برتاؤ کرو اور دوسروں کو بھی اچھا سلوک کرنے کی تاکید کرو۔

اولاد کا حق

﴿۶۸﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ أَکْرِمُوْٓا أَوْلَادَکُمْ وَ أَحْسِنُوْٓا أَدَبَہُمْ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ ابن ماجہ)

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ''تم لوگ اپنی اولاد کے ساتھ رحم وکرم کا برتاؤ کرو اور ان کو اچھی تعلیم و تربیت دو۔''

تربیتِ اہل واولاد

﴿۶۹﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَا یَسْتَرْعِی اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی عَبْدًا رَّعِیَّۃً قَلَّتْ اَوْکَثُرَتْ اِلَّا سَأَلَہُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی عَنْہَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَقَامَ فِیْہَا اَمْرَ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی أَمْ اَضَاعَہٗ حَتّٰی یَسْأَلَہٗ عَنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ خَاصَّۃً۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اللہ جب کسی بندے کو کچھ لوگوں پر اقتدار بخشتا ہے تو چاہے وہ تھوڑے ہوں یا زیادہ ہوں، اس بندے سے اللہ قیامت کے دن اس کے ماتحت لوگوں کے بارے میں محاسبہ ضرور کرے گا کہ جو لوگ اس کے ماتحت تھے ان پر اللہ کا دین جاری کیا یا اس کو برباد کر دیا۔ یہاں تک کہ آدمی کے اپنے مخصوص اہل خاندان (بیوی بچوں) کے بارے میں بھی سوال کرے گا۔''

تشریح: یعنی شوہر سے بیوی بچوں اور دوسرے زیر کفالت لوگوں کے متعلق پوچھا جائے گا کہ ان کی دینی واخلاقی تربیت کہاں تک کی۔ اگر آدمی نے اپنے بس بھر ان کو دین سکھانے اور دین دار بنانے کی کوشش کی تو چھٹکارا مل جائے گا ورنہ بڑی مشکل میں پھنس جائے گا چاہے وہ اپنی ذات کی حد تک کتنا ہی خدا پرست اور دین دار ہو۔

غریب مسلمانوں کا حق

〈۷۰〉 عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اِدْخَالُکَ السُّرُوْرَ عَلٰی مُؤْمِنٍ اَشْبَعْتَ جَوْعَتَہٗ اَوْ کَسَوْتَ عَوْرَتَہٗ اَوْ قَضَیْتَ لَہٗ حَاجَۃً۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ "سب سے اچھا عمل کون سا ہے؟" آپؐ نے فرمایا "کسی مسلمان کا دل خوش کر دینا بڑے ثواب کا کام ہے، اگر بھوکا ہو کھانا کھلا دو، اس کے پاس کپڑے نہ ہوں تو کپڑے پہنا دو یا اس کی کوئی ضرورت اٹکی ہوئی ہو تو اسے پوری کر دو۔"

مسلمانوں کی حاجت روائی

〈۷۱〉 عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَیُّمَا مُؤْمِنٍ اَطْعَمَ مُؤْمِنًا عَلٰی جُوْعٍ اَطْعَمَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّۃِ، وَ اَیُّمَا مُؤْمِنٍ سَقٰی مُؤْمِنًا عَلٰی ظَمَأٍ سَقَاہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنَ الرَّحِیْقِ الْمَخْتُوْمِ، وَ اَیُّمَا مُؤْمِنٍ کَسَا مُؤْمِنًا عَلٰی عُرْیٍ کَسَاہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنْ حُلَلِ الْجَنَّۃِ۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جس کسی مسلمان نے کسی مسلمان کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلایا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا۔ جس مسلمان نے کسی مسلمان کو پیاس کی حالت میں پانی پلایا تو اللہ اس کو قیامت کے دن مہر بند شراب (یعنی بہترین مشروب نشے سے پاک) پلائے گا۔ اور جس مسلمان نے کسی مسلمان کو کپڑا پہنایا جسم کے ننگے ہونے کی حالت میں تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن جنتی پوشاک پہنائے گا۔"

ناداروں کی مدد کا صلہ

〈۷۲〉 عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ

اَطْعَمَ أَخَاهُ حَتّٰی یُشْبِعَهُ، وَ سَقَاهُ مِنَ الْمَآءِ حَتّٰی یُرْوِیَهُ بَاعَدَهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ سَبْعَ خَنَادِقَ مَا بَیْنَ کُلِّ خَنْدَقَیْنِ مَسِیْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جس نے اپنے بھائی کو پیٹ بھر کھانا کھلایا اور پانی سے اس کی پیاس بجھائی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جہنم سے سات خندقوں کے فاصلے پر رکھے گا اور ہر دو خندقوں کے درمیان پانچ سو سال کے سفر کا فاصلہ ہے۔''

نیکی کی طرف متوجہ کرنے والا

﴿۷۳﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِهٖ وَاللّٰهُ یُحِبُّ اِغَاثَةَ اللَّهْفَانِ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ''جو شخص کسی کو نیک کام بتائے تو اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کرنے والے کو ملے گا۔ اور اللہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ مصیبت زدہ (خواہ کوئی ہو، مسلم ہو یا غیر مسلم) کی مدد کی جائے۔''

ملازمین کے ساتھ نرمی

﴿۷۴﴾ وَ عَنْ أَبِیْ بَکْرِ نِالصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ سَیِّیءُ الْمَلَکَةِ، قَالُوْا، یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَلَیْسَ اَخْبَرْتَنَا أَنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ اَکْثَرُ الْاُمَمِ مَمْلُوْکِیْنَ وَ یَتَامٰی، قَالَ نَعَمْ، فَأَکْرِمُوْهُمْ کَکَرَامَةِ اَوْلَادِکُمْ، وَ اَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تَاْکُلُوْنَ، قَالُوْا، فَمَا یَنْفَعُنَا مِنَ الدُّنْیَا؟ قَالَ، فَرَسٌ تَرْبُطُهٗ تُقَاتِلُ عَلَیْهِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، مَمْلُوْکُکَ یَکْفِیْکَ، فَاِذَا صَلّٰی، فَهُوَ اَخُوْکَ۔

(ترغیب وترہیب بحوالہ احمد وابن ماجہ وترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جو اپنے اقتدار و اختیار کو غلط طریقے سے استعمال کرتا ہو'' (نوکروں اور غلاموں پر

سختی کرتا ہو)''لوگوں نے کہا،''اے اللہ کے رسولؐ کیا آپؐ نے ہمیں نہیں بتایا تھا کہ دوسری امتوں کے مقابلے میں اس امت میں یتیم اور غلام زیادہ ہوں گے'' آپؐ نے فرمایا''ہاں، میں نے تمہیں یہ بات بتائی ہے، تو تم لوگ اُن (یتیموں اور غلاموں) کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرو جیسا اپنی اولاد کے ساتھ کرتے ہو، ان کو وہ کھانا کھلاؤ جو تم کھاتے ہو،''لوگوں نے پوچھا''ہم کو دنیا کی کون سی چیز (آخرت میں) نفع پہنچائے گی؟'' آپؐ نے فرمایا''وہ گھوڑا جسے تم تھان پر باندھ کر کھلاؤ تاکہ اس پر سوار ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرو، تمہارا غلام تمہاری جگہ کام کرتا ہے اس سے اچھا سلوک کرو، اور اگر وہ نماز پڑھتا ہو (مسلمان ہو) تو وہ تمہارے اچھے برتاؤ کا زیادہ مستحق ہے۔''

تشریح: اس حدیث میں غلاموں کا ذکر ہے، یہی حکم گھر کے مستقل نوکروں کا بھی ہے۔

برداشت کے مطابق بوجھ ڈالنا

﴿۷۵﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: لِلْمَمْلُوْکِ طَعَامُهٗ وَ شَرَابُهٗ وَ کِسْوَتُهٗ، وَلَا یُکَلَّفُ اِلَّا مَا یُطِیْقُ، فَاِنْ کَلَّفْتُمُوْهُمْ فَأَعِیْنُوْهُمْ وَلَا تُعَذِّبُوْا عِبَادَ اللّٰهِ خَلْقًا اَمْثَالُکُمْ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ ابن حبان)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تمہارے غلاموں کا تم پر یہ حق ہے کہ انہیں کھانا پانی دو اور کپڑے پہناؤ، اور ان پر کاموں کا اتنا ہی بوجھ ڈالو جتنا وہ اٹھا سکتے ہوں، اور اگر بھاری کام ان سے کراؤ تو تم اُن کی مدد کرو، اور اے اللہ کے بندو اُن لوگوں کو جو تمہاری طرح اللہ کی مخلوق اور تمہاری طرح انسان ہیں عذاب اور تکلیف میں مت مبتلا کرو۔''

ملازموں کے ساتھ نرمی کا صلہ

﴿۷۶﴾ وَ عَنْ عُمَرَ بْنِ حُرَیْثٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: مَا خَفَّفْتَ عَلٰی خَادِمِکَ مِنْ عَمَلِهٖ کَانَ لَکَ اَجْرًا فِیْ مَوَازِیْنِکَ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ ابویعلیٰ)

ترجمہ: حضرت عمر بن حریث رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنے ملازموں سے جتنی ہلکی خدمت لو گے اتنا ہی اجر وثواب تمہارے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔''

حیوانات پر شفقت

﴿۷۷﴾ وَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مَرَّ حِمَارٌ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَدْ کُوِیَ فِیْ وَجْهِهٖ یَفُوْرُ مِنْخَرَاهُ مِنْ دَمٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا، ثُمَّ نَهٰی عَنِ الْکَیِّ فِی الْوَجْهِ وَالضَّرْبِ فِی الْوَجْهِ۔

(ترغیب وترہیب بحوالہ ابن حبان وترمذی)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی ﷺ کے قریب سے ایک گدھا گزرا، جس کے چہرے کو داغ دیا گیا تھا، اس کے دونوں نتھنوں سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا، تو حضور ﷺ نے فرمایا ''اللہ اس شخص پر لعنت کرے جس نے یہ حرکت کی۔'' پھر آپؐ نے ممانعت فرمائی کہ نہ تو چہرے کو داغا جائے نہ چہرے پر مارا جائے۔''

جانور پر نشانہ بازی کی ممانعت

﴿۷۸﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ مَرَّ بِفِتْیَانٍ مِّنْ قُرَیْشٍ قَدْ نَصَبُوْا طَیْرًا اَوْ دَجَاجَةً یَّتَرَامَوْنَهَا وَ قَدْ جَعَلُوْا لِصَاحِبِ الطَّیْرِ کُلَّ خَاطِئَةٍ مِّنْ نَبْلِهِمْ، فَلَمَّا رَأَوْا ابْنَ عُمَرَ تَفَرَّقُوْا، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَنْ فَعَلَ هٰذَا؟ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا۔ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَیْئًا فِیْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا۔

(ترغیب وترہیب بحوالہ بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ کچھ قریش لڑکوں پر ان کا گزر ہوا جو کسی چڑیا یا مرغی کو باندھ کر اس پر نشانے کی مشق کر رہے تھے اور چڑیا کے مالک سے انہوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ جو تیر خطا کر جائے گا وہ اس کا ہوگا۔ جب ان لڑکوں نے عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا تو اِدھر اُدھر بھاگ گئے، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے فرمایا، ''کس نے یہ حرکت کی؟ اللہ

لعنت کرے اس پر جس نے یہ کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو کسی جان دار کو نشانہ بنائے (اور اس پر نشانہ بازی کی مشق کرے)۔"

ایک اونٹ کا واقعہ

〈۷۹〉 عَنْ يَّحيٰى ابنِ مُرَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ وَ كُنْتُ مَعَهٗ يَعْنِيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ جَالِسًا ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ جَآءَ جَمَلٌ يَّخُبُّ حَتّٰى ضَرَبَ بِجِرَانِهٖ بَيْنَ يَدَيْهِ، ثُمَّ ذَرَفَتْ عَيْنَاهُ، فَقَالَ، وَيْحَكَ اُنْظُرْ لِمَنْ هٰذَا الْجَمَلُ؟ إِنَّ لَهٗ لَشَأْنًا، قَالَ، فَخَرَجْتُ اَلْتَمِسُ صَاحِبَهٗ فَوَجَدْتُّهٗ لِرَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَدَعَوْتُهٗ اِلَيْهِ، فَقَالَ: مَا شَأْنُ جَمَلِكَ هٰذَا؟ فَقَالَ: وَمَا شَأْنُهٗ؟ لَآ أَدْرِيْ وَاللّٰهِ مَا شَأْنُهٗ عَمِلْنَا عَلَيْهِ، وَ نَضَحْنَا عَلَيْهِ حَتّٰى عَجَزَ عَنِ السِّقَايَةِ فَائْتَمَرْنَا الْبَارِحَةَ أَنْ نَنْحَرَهٗ وَ نُقَسِّمُ لَحْمَهٗ، قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ، هَبْهُ لِيْ أَوْ بِعْنِيْهِ، قَالَ: بَلْ هُوَ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: فَوَسَمَهٗ بِمِيْسَمِ الصَّدَقَةِ، ثُمَّ بَعَثَ بِهٖ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ احمد)

ترجمہ: یحییٰ ابن مرّہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اونٹ تیزی سے دوڑتا ہوا آیا اور گھٹنے ٹیک کر آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا اور اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، حضورؐ نے مجھ سے فرمایا "جاؤ دیکھو یہ کس کا اونٹ ہے اس کے ساتھ کوئی قصہ پیش آیا ہے (جبھی تو رو رہا ہے)۔" میں اس اونٹ کے مالک کی تلاش میں نکلا معلوم ہوا کہ یہ فلاں انصاری کا اونٹ ہے میں اس کو بلا کر حضورؐ کے پاس لے گیا، آپؐ نے اس سے پوچھا "یہ تمہارے اونٹ کا کیا حال ہے" (کیوں رو رہا ہے) اس نے جواب دیا کہ مجھے تو نہیں معلوم وہ کیوں رو رہا ہے، ہم نے اس سے کام لیا، کھجوروں اور باغوں میں اس پر مشک لاد کر پانی دیئے یہاں تک کہ اب وہ آب پاشی کے لائق نہیں رہا تو گزشتہ رات ہم نے باہم مشورہ کیا کہ اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر لیں۔ آپؐ نے فرمایا "تم لوگ ذبح نہ کرو یا تو مجھے بلا قیمت دے دو یا میرے ہاتھ بیچ دو۔" انصاری نے کہا "اے اللہ کے رسولؐ، آپ اسے بلا قیمت قبول فرمالیں۔" راوی (یعنی ابن مرّہؓ) کہتے ہیں آپؐ نے اس اونٹ پر بیت المال کے جانوروں کا نشان لگایا پھر اسے سرکاری جانوروں میں شامل کرنے کے لیے بھیج دیا۔"

بکری کو لِٹانے سے پہلے چھری تیز کرلو

﴿۸۰﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلٰی رَجُلٍ وَاضِعٍ رِجْلَہٗ عَلٰی صَفْحَۃِ شَاۃٍ وَ ھُوَ یُحِدُّ شَفْرَتَہٗ، وَ ھِیَ تَلْحَظُ اِلَیْہِ بِبَصَرِھَا، قَالَ أَفَلاَ قَبْلَ ھٰذَا؟ أَوَ تُرِیْدُ اَنْ تُمِیْتَھَا مَوْتَتَیْنِ؟ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ أَتُرِیْدُ اَنْ تُمِیْتَھَا مَوْتَاتٍ؟ ھَلاَّ اَحْدَدْتَّ شَفْرَتَکَ قَبْلَ اَنْ تُضْجِعَھَا؟

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جو بکری کو گرا کر اس کے چہرے پر اپنا پیر رکھے ہوئے چھری کو تیز کر رہا ہے اور بکری اس کے اِس عمل کو دیکھ رہی ہے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا ”کیا یہ بکری ذبح کرنے سے پہلے نہ مر جائے گی؟ کیا تم اس کو دوہری موت دینا چاہتے ہو۔“ اور ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں ”کیا تم اس کو بار بار موت دینی چاہتے ہو؟ اس کو لٹانے سے پہلے تم نے اپنی چھری کیوں نہیں تیز کرلی؟“

جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کرو

﴿۸۱﴾ رُوِیَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ اَمَرَ النَّبِیُّ ﷺ بِحَدِّ الشِّفَارِ وَ اَنْ تُوَارٰی عَنِ الْبَھَآئِمِ، وَ قَالَ اِذَا ذَبَحَ اَحَدُکُمْ فَلْیُجْھِزْ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جانور کو تیز چھری سے ذبح کرنے کا حکم دیا اور اس بات کا بھی حکم دیا کہ دوسرے جانوروں کے سامنے جانور ذبح نہ کیا جائے، نیز آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ ”جب تم میں سے کوئی جانور کو ذبح کرے تو جلدی سے اس کا کام تمام کر دے (دیر تک تڑپنے کے لیے نہ چھوڑے)۔“

﴿۸۲﴾ عَنِ الشَّرِیْدِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ، مَنْ قَتَلَ عُصْفُوْرًا عَبَثًا عَجَّ اِلَی اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَقُوْلُ یَا رَبِّ اِنَّ فُلاَنًا قَتَلَنِیْ عَبَثًا وَلَمْ یَقْتُلْنِیْ مَنْفَعَۃً۔

ترجمہ: حضرت شرید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے ”جو

شخص کسی گوریا کو بے کار مارے گا تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کرے گی کہے گی اے میرے رب، اس شخص نے مجھ کو بے کار قتل کیا تھا، گوشت کھانے کے لیے مجھے نہیں مارا تھا۔"

تشریح: جانوروں کا شکار تفریحاً کرنا بہت بڑا گناہ ہے اُن کو کھانے کے لیے ہی شکار کیا جاسکتا ہے اور یہ بھی اس لیے کہ ان کے خالق نے انسانوں کو اس کی اجازت دے دی ہے۔

مثلہ کی ممانعت

﴿۸۳﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ مَثَّلَ بِذِیْ رُوْحٍ ثُمَّ لَمْ يَتُبْ مَثَّلَ اللّٰهُ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (مسند احمد)

ترجمہ: عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "جس نے کسی جان دار کا مُثلہ کیا اور بغیر توبہ کے مر گیا تو قیامت کے دن اللہ اس کا مُثلہ کرے گا۔" (مُثلہ سے مراد اعضاء کاٹنا ہے)۔

معاملات

حلال کمائی

﴿۸۴﴾ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوا اللّٰہَ وَاَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ، فَاِنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَوْفِیَ رِزْقَھَا وَ اِنِ ابْطَأَ عَنْھَا، فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ، خُذُوْا مَا حَلَّ وَ دَعُوْا مَا حَرُمَ۔
(ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”اے لوگو! اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے رہنا اور روزی کی تلاش میں غلط طریقہ مت اختیار کرنا اس لیے کہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مر سکتا جب تک کہ اسے پورا رزق نہ مل جائے اگرچہ اس کے ملنے میں کچھ تاخیر ہو سکتی ہے۔ تو اللہ سے ڈرتے رہنا اور روزی کی تلاش میں اچھا طریقہ اختیار کرنا۔ حلال روزی حاصل کرو اور حرام روزی کے قریب نہ جاؤ۔“

مزدور کی کمائی

﴿۸۵﴾ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: خَیْرُ الْکَسْبِ کَسْبُ الْعَامِلِ اِذَا نَصَحَ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: ”بہترین کمائی مزدور کی کمائی ہے بشرطے کہ اپنے مالک کا کام خیر خواہی اور خلوص سے انجام دے۔“

محنت کی کمائی

﴿۸۶﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُؤْمِنَ الْمُحْتَرِفَ۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ اس مسلمان سے محبت کرتا ہے جو کوئی محنت کر کے روزی کماتا ہے۔''

تجارت

﴿۸۷﴾ عَنْ جُمَیْعِ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ خَالِہٖ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ اَفْضَلِ الْکَسْبِ، فَقَالَ بَیْعٌ مَّبْرُوْرٌ وَّ عَمَلُ الرَّجُلِ بِیَدِہٖ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت جمیع اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں اُن کے ماموں نے بتایا کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا سب سے بہتر اور افضل کمائی کون سی ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا ''تجارت جس میں نافرمانیِ رب کے طریقے نہ اختیار کیے جائیں اور اپنے ہاتھ سے کام کرنا (یہ دونوں —— تجارت اور جائز پیشہ —— روزی حاصل کرنے کے بہترین طریقے ہیں)۔''

روزی کمانے کا صحیح تصوّر

﴿۸۸﴾ عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ مَرَّ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ رَجُلٌ، فَرَاٰی اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مِنْ جَلَدِہٖ وَ نَشَاطِہٖ، فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ کَانَ ھٰذَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنْ کَانَ خَرَجَ یَسْعٰی عَلٰی وَلَدِہٖ صِغَارًا فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، وَ اِنْ کَانَ خَرَجَ یَسْعٰی عَلٰی نَفْسِہٖ یُعِفُّھَا فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، وَ اِنْ کَانَ خَرَجَ یَسْعٰی رِیَآءً وَّ مُفَاخَرَۃً فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ الشَّیْطَانِ۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک آدمی گزرا۔ صحابہؓ نے دیکھا کہ وہ رزق کے حصول میں بہت متحرک ہے اور پوری دل چسپی لے رہا ہے تو

حضور ﷺ سے عرض کیا، ''اے اللہ کے رسولؐ اگر اس کی یہ دوڑ دھوپ اور دل چسپی اللہ کی راہ میں ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا۔'' اس پر حضورؐ نے فرمایا'' اگر وہ اپنے چھوٹے بچوں کی پرورش کے لیے دوڑ دھوپ کر رہا ہے تو یہ اللہ کی راہ ہی میں شمار ہوگی، اور اگر بوڑھے والدین کی پرورش کے لیے کوشش کر رہا ہے تو یہ بھی فی سبیل اللہ ہی شمار ہوگی۔ اور اگر اپنی ذات کے لیے کوشش کر رہا ہے اور مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے بچا رہے تو یہ کوشش بھی فی سبیل اللہ شمار ہوگی۔ البتہ اگر اس کی یہ محنت زیادہ مال حاصل کر کے لوگوں پر برتری جتانے اور لوگوں کو دکھانے کے لیے ہے تو یہ ساری محنت شیطان کی راہ میں شمار ہوگی۔''

تشریح: مومن کی پوری زندگی عبادت ہے اور اس کا ہر کام باعثِ اجر و ثواب ہے۔ اسلام میں زہد و تقویٰ کا اور عبادت کا جو وسیع تصوّر ہے وہ اس حدیث سے بہ خوبی واضح ہوتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہوا ہے مَآ اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَ اَهْلِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَ خَادِمِهٖ فَهُوَ صَدَقَةٌ۔ (ترغیب و ترہیب) ''مومن آدمی اپنی ذات پر، اپنی بیوی پر، اپنے بچوں پر اور اپنے ملازموں پر جو کچھ خرچ کرتا ہے وہ سب صدقہ اور عبادت ہے جس پر اسے اجر ملے گا۔''

مال کے بارے میں صحیح طرزِ فکر

﴿۸۹﴾ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ، كَانَ الْمَالُ فِيْمَا مَضٰى يُكْرَهُ، فَاَمَّا الْيَوْمَ فَهُوَ تُرْسُ الْمُؤْمِنِ، وَ قَالَ لَوْلَا هٰذِهِ الدَّنَانِيْرُ لَتَمَنْدَلَ بِنَا هٰؤُلَآءِ الْمُلُوْكُ، وَ قَالَ مَنْ كَانَ فِيْ يَدِهٖ مِنْ هٰذِهٖ شَيْءٌ فَلْيُصْلِحْهُ، فَاِنَّهٗ زَمَانٌ اِنِ احْتَاجَ كَانَ اَوَّلَ مَنْ يَبْذُلُ دِيْنَهٗ، وَ قَالَ الْحَلَالُ لَا يَحْتَمِلُ السَّرَفَ۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا:'' اب سے پہلے۔ دورِ نبوت اور دورِ خلافت میں —— مال ایک ناپسندیدہ چیز شمار ہوتا تھا، لیکن ہمارے زمانے میں مال مومن کی ڈھال ہے۔'' فرمایا'' اگر یہ درہم و دینار آج ہمارے پاس نہ ہوتے تو بادشاہ اور امراء ہم کو اپنا رومال بنا لیتے۔ آج جس شخص کے پاس درہم و دینار ہوں اس کو کسی کام میں لگائے (تاکہ نفع ہو، مال بڑھے) کیوں کہ یہ ایسا دور ہے کہ اگر آدمی محتاج ہو جائے تو سب سے پہلے وہ اپنا دین بیچ دے گا۔ حلال کمائی خرچ کرنا فضول خرچی نہیں ہے۔''

تشریح: ''بادشاہ اور امراء ہم کو اپنا رومال بنالیتے'' کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہمارے پاس مال نہ ہوتا تو اِن بادشاہوں اور امیروں کے یہاں جانے پر مجبور ہوتے، اور وہ ہمیں اپنے باطل اغراض میں استعمال کرتے، لیکن ہمارے پاس مال موجود ہے اس لیے ہم اُن سے بے نیاز ہیں، دَورِ نبوتؐ اور دورِ صحابہؓ میں لوگوں کا ایمان طاقت ور تھا اس لیے تنگ دستی کی حالت میں وہ ہر طرح کی ایمانی آفتوں سے محفوظ رہے، اور آج کل کے لوگوں کا ایمان بالعموم کم زور ہے، اس لیے فقر و احتیاج کی حالت میں اپنا دین و ایمان بیچ دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے، اس لیے سفیان ثوریؒ یہ نصیحت فرما رہے ہیں، ان کا منشا عیش کوشی کی تلقین نہیں ہے۔

آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ حلال روزی میں اسراف نہیں ہے، اسراف کا تعلق حرام سے ہے، مثلاً اگر کوئی عمدہ کپڑے پہنے، عمدہ غذا کھائے تو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ فضول خرچی کرتا ہے، اسراف کرتا ہے، شرط یہ ہے کہ اس کا عمدہ لباس اور عمدہ غذا حلال ذرائع سے حاصل ہوئی ہو۔

قرض دینے کی ترغیب

﴿۹۰﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: کُلُّ قَرْضٍ صَدَقَةٌ۔ (الترغیب والترہیب)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر قرض صدقہ ہے۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ خوش حال آدمی، اگر کسی غریب کو قرض دے تو یہ ثواب کا کام ہے، اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر پائے گا، یہ اس لیے کہ اس غریب کی مشکل آسان کردی، تو خدا قرض دینے والے کی مشکل کو قیامت کے دن آسان کرے گا۔

﴿۹۱﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: مَا مِنْ مُّسْلِمٍ یُقْرِضُ مُسْلِمًا قَرْضًا مَّرَّةً اِلَّا کَانَ کَصَدَقَتِهَا مَرَّتَیْنِ۔ (ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو مسلمان کسی مسلمان کو ایک بار قرض دے گا، تو اس کو اتنا ثواب ملے گا گویا اس نے دو مرتبہ اتنی رقم راہِ خدا میں دی۔''

مقروض کو مہلت دینے کا انعام

﴿۹۲﴾ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَلَقَّتِ الْمَلَائِكَةُ رُوْحَ رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَقَالُوْا عَمِلْتَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا؟ قَالَ لَا، قَالُوْا تَذَكَّرْ، قَالَ كُنْتُ اُدَايِنُ النَّاسَ فَامُرُ فِتْيَانِيْ اَنْ يُّنْظِرُوا الْمُعْسِرَ وَ يَتَجَوَّزُوْا عَنِ الْمُوْسِرِ، قَالَ، قَالَ اللّٰهُ تَجَاوَزُوْا عَنْهُ۔ (بخاری، ترغیب)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم سے پہلے جو (مسلمان) گزرے ہیں ان میں سے ایک (مسلمان) کے پاس (مرنے کے بعد) فرشتے پہنچے۔ انہوں نے پوچھا ”تم نے دُنیا میں کوئی اچھا کام کیا ہے؟“ اس نے کہا ”نہیں“ فرشتوں نے کہا ”یاد کرو، حافظے پر زور ڈالو، کوئی کام کیا ہو تو بتاؤ“ اس نے کہا ”میں لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا، اور اپنے ملازموں کو ہدایت کرتا تھا کہ قرض دار تنگ دست وقت مقرّرہ پر قرضہ واپس نہ کر سکے تو اسے مزید مہلت دے دینا اور اگر قرض دار قرض واپس کرنے کی قدرت رکھتا ہو تو اُس کے ساتھ نرمی سے پیش آنا۔“ نبی ﷺ فرماتے ہیں، اللہ نے فرشتوں سے کہا ”اس کی غلطیوں کو معاف کر دو۔“

تشریح: کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بندے کا کوئی خاص عمل اتنا پسند آجاتا ہے کہ اس کے بہت سے گناہوں پر پردہ ڈال کر اسے جنت کا مستحق قرار دے دیتا ہے، اس طرح کے واقعات بکثرت احادیث میں بیان ہوئے ہیں، معلوم نہیں، کب کسی بندے کا کوئی عمل مالک کو پسند آجائے!

﴿۹۳﴾ عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا فَلَهٗ كُلَّ يَوْمٍ صَدَقَةٌ قَبْلَ اَنْ يَّحِلَّ الدَّيْنُ فَاَنْظَرَهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ كُلَّ يَوْمٍ مِثْلَيْهِ صَدَقَةٌ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ”جس نے کسی تنگ دست کو ایک متعینہ مدت تک کے لیے قرض دیا تو معینہ وقت آنے تک قرض دینے والے کے نامۂ اعمال میں ہر دن ایک صدقہ لکھا جاتا رہتا ہے، اور متعین وقت آگیا اور وہ ادا

نہ کرسکا اور قرض خواہ نے مزید مہلت دے دی تو اب ہر دن اس کے نامۂ اعمال میں دو صدقے لکھے جاتے رہیں گے۔"

سود خوری

〈۹۴〉 وَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: مَآ اَحَدٌ اَکْثَرَ مِنَ الرِّبَا اِلَّا کَانَ عَاقِبَۃُ اَمْرِہٖٓ اِلٰی قِلَّۃٍ، وَ فِیْ صَحِیْحِ الْاَسْنَادِ فِیْ لَفْظٍ لَّہٗ: اَلرِّبَا وَ اِنْ کَثُرَ فَاِنَّ عَاقِبَتَہٗ اِلٰی قُلٍّ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ ابن ماجہ وحاکم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "جو آدمی سودی مال جمع کرتا ہے تو اس کا انجام تنگ دستی ہوتی ہے۔" اور ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: "سودی مال چاہے کتنا ہی زیادہ ہو جائے بالآخر تنگ دستی اس کا نتیجہ ہوتا ہے۔"

سود خور کا انجام بد

〈۹۵〉 وَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: رَأَیْتُ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ لَمَّا انْتَھَیْنَا اِلَی السَّمَآءِ السَّابِعَۃِ فَنَظَرْتُ فَوْقِیْ فَاِذَآ اَنَا بِرَعْدٍ وَ بُرُوْقٍ وَ صَوَاعِقَ۔ قَالَ فَأَتَیْتُ عَلٰی قَوْمٍ بُطُوْنُھُمْ کَالْبُیُوْتِ فِیْھَا الْحَیَّاتُ نُرٰی مِنْ خَارِجِ بُطُوْنِھِمْ، قُلْتُ، یَا جِبْرِیْلُ مَنْ ھٰٓؤُلَآءِ؟ قَالَ ھٰٓؤُلَآءِ اٰکَلَۃُ الرِّبَا۔

(ترغیب وترہیب بحوالۂ مسند احمد وابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جس رات مجھے معراج ہوئی اس رات جب ہم ساتویں آسمان پر پہنچے تو میں نے اوپر کی طرف دیکھا۔ وہاں گرج، چمک اور کڑک ہو رہی تھی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: "میں کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے پیٹ اس طرح پھولے ہوئے تھے کہ جیسے گھر معلوم ہوتا تھا۔ ان میں سانپ ہی سانپ تھے۔ اور یہ سانپ باہر سے نظر آتے تھے۔" میں نے پوچھا "اے جبریل، یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ سود خور لوگ ہیں۔"

〈۹۶〉 وَ عَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: رَأَیْتُ اللَّیْلَۃَ

رَجُلَیۡنِ اَتَیَانِیۡ، فَأَخۡرَجَانِیۡ اِلٰی اَرۡضٍ مُّقَدَّسَةٍ، فَانۡطَلَقۡنَا حَتّٰی اَتَیۡنَا عَلٰی نَهۡرٍ مِّنۡ دَمٍ فِیۡهِ رَجُلٌ قَآئِمٌ وَّ عَلٰی شَطِّ النَّهۡرِ رَجُلٌ بَیۡنَ یَدَیۡهِ حِجَارَةٌ، فَأَقۡبَلَ الرَّجُلُ الَّذِیۡ فِی النَّهۡرِ، فَإِذَآ اَرَادَ اَنۡ یَّخۡرُجَ رَمَی الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِیۡ فِیۡهِ فَرَدَّهٗ حَیۡثُ کَانَ فَجَعَلَ کُلَّمَا جَآءَ لِیَخۡرُجَ رَمٰی فِیۡهِ بِحَجَرٍ فَیَرۡجِعُ کَمَا کَانَ، فَقُلۡتُ: مَا هٰذَا الَّذِیۡ رَأَیۡتُهٗ فِی النَّهۡرِ؟ قَالَ آکِلُ الرِّبَا۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ بخاری)

ترجمہ: سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''رات میں نے دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھے بیت المقدس لے گئے۔ وہاں سے اوپر کو چلے یہاں تک کہ ہم سب خون کے ایک دریا کے پاس پہنچے جس میں ایک آدمی کھڑا ہوا تھا اور دریا کے کنارے پر ایک اور آدمی تھا جس کے ہاتھ میں پتھر تھے۔ وہ آدمی جو دریا میں کھڑا تھا۔ وہ نکلنے کے لیے آگے بڑھتا تو کنارے کا آدمی اس کے چہرے پر پتھر مار مار کر وہیں پہنچا دیتا جہاں سے وہ چلا تھا۔ اسی طرح مسلسل ہو رہا تھا، وہ نکلنے کی کوشش کر رہا تھا اور یہ نکلنے نہیں دیتا تھا۔ جب بھی کنارے پر آیا اس نے چہرے پر ایک پتھر مار کر لوٹا دیا۔ تو میں نے جبریلؑ سے پوچھا جسے میں دریا میں دیکھ رہا ہوں وہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا یہ وہ شخص ہے جو دنیا میں سود کھاتا تھا۔''

وراثت سے محروم کرنا گناہ ہے

﴿۹۷﴾ عَنۡ سَالِمٍ عَنۡ اَبِیۡهِ اَنَّ غَیۡلَانَ بۡنَ سَلَمَةَ الثَّقَفِیَّ اَسۡلَمَ وَ تَحۡتَهٗ عَشۡرُ نِسۡوَةٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِخۡتَرۡ مِنۡهُنَّ اَرۡبَعًا، فَلَمَّا کَانَ فِیۡ عَهۡدِ عُمَرَ طَلَّقَ نِسَآءَهٗ وَ قَسَمَ بَیۡنَ اِخۡوَةِ اَبِیۡهِ فَبَلَغَ ذَالِکَ عُمَرَ، فَقَالَ اِنِّیۡ لَاَظُنُّ الشَّیۡطَانَ فِیۡ مَا یَسۡتَرِقُ مِنَ السَّمۡعِ سَمِعَ بِمَوۡتِکَ فَقَذَفَهٗ فِیۡ نَفۡسِکَ وَ لَعَلَّکَ اَنۡ لَّا تَمۡکُثَ اِلَّا قَلِیۡلًا، وَ اَیۡمُ اللّٰهِ لَتُرَاجِعَنَّ نِسَآئَکَ وَلَتَرۡجِعَنَّ فِیۡ مَالِکَ وَ اِلَّا لَاُوَرِّثُهُنَّ مِنۡکَ وَلَآمُرَنَّ بِقَبۡرِکَ فَیُرۡجَمُ کَمَا رُجِمَ قَبۡرُ اَبِیۡ رِغَالٍ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت سالم اپنے باپ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ قبیلۂ ثقیف کے غیلان ابن سلمہ جب اسلام لائے تو ان کے پاس دس بیویاں تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا۔ ''ان میں سے چار بیویوں کا انتخاب کرو باقی چھ کو چھوڑ دو۔'' غیلان بن سلمہؓ نے عمر بن خطابؓ کی

خلافت کے زمانے میں اپنی ان چاروں بیویوں کو طلاق دے دی اور پورا مال اپنے باپ کے بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ اس کی اطلاع حضرت عمرؓ کو ہوئی تو غیلان کو بلایا اور کہا ’’میرا خیال ہے کہ شیطان نے اوپر جا کر تمہاری موت کی خبر سن لی ہے اور اس نے آ کر تمہیں بتا دیا ہے کہ اب تم تھوڑے ہی دنوں زندہ رہو گے (اس لیے تم نے اپنی بیویوں کو وراثت سے محروم رکھنے کے لیے طلاق دی اور سارا مال اپنے باپ کے بھائیوں میں تقسیم کر دیا) میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی بیویوں سے تمہیں رجوع کرنا ہوگا اور تقسیم کیے ہوئے مال کو واپس لینا ہوگا ورنہ میں زبردستی تمہاری بیویوں کو تمہارا وارث بناؤں گا۔ اور لوگوں کو حکم دوں گا کہ تمہاری قبر پر پتھر ماریں جیسے ابو رِغال کی قبر پر پتھر مارے جاتے ہیں۔‘‘

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ورثاء کا حصہ مقرر کر دیا ہے۔ کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی وارث کو کسی بھی وجہ سے محروم کرے۔ ایسا کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ اور اگر اسلامی حکومت قائم ہو اور کوئی شخص یہ حرکت کرے تو اسلامی حکومت کے فرائض میں یہ بات داخل ہے کہ اس فاسقانہ عمل کو نافذ نہ ہونے دے۔ پتھر مارنا ایسی سزا ہے جو ملعونوں کو دی جاتی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ورثاء کو محروم کرنا ایک لعنتی فعل ہے۔ ابو رِغال زمانۂ جاہلیت کا وہ عرب ہے جس نے ابرہہ کے ساتھ سازباز کر لی تھی اور کعبہ کو ڈھانے کے ارادے سے آنے والی فوج کو راستہ بتایا تھا۔ اسی لیے اس ملعون شخص کی قبر پر پتھر مارتے تھے۔

حقوق العباد کی اہمیت

﴿۹۸﴾ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلدَّوَاوِیْنُ ثَلَاثَةٌ، دِیْوَانٌ لَّا یَغْفِرُ اللّٰهُ الْاِشْرَاکَ بِاللّٰهِ، یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ، وَ دِیْوَانٌ لَّا یَتْرُکُهُ اللّٰهُ ظُلْمُ الْعِبَادِ بَیْنَهُمْ حَتّٰی یَقْتَصَّ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ، وَ دِیْوَانٌ لَّا یَعْبَأُ اللّٰهُ بِهٖ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِیْ مَا بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَ اللّٰهِ فَذَاکَ اِلَی اللّٰهِ، اِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ، وَ اِنْ شَآءَ تَجَاوَزَ عَنْهُ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’اعمال نامہ میں درج گناہ تین قسم کے ہوں گے، ایک وہ گناہ جسے اللہ ہرگز معاف نہیں کرے گا، وہ شرک کا گناہ ہے،

اس نے اپنی کتاب (سورۂ نساء آیت: ۴۸) میں کہا ہے، یقیناً اللہ اس جرم کو ہرگز معاف نہیں کرے گا کہ (اس کی ذات وصفات میں، اس کے حقوق واختیارات میں) کسی کو ساجھی اور حصہ دار بنایا جائے۔" دوسرا گناہ جو نامۂ اعمال میں درج ہوگا، بندوں کے حقوق سے متعلق ہے، اسے اللہ نہیں چھوڑے گا یہاں تک کہ مظلومین ظالموں سے اپنا حق لے لیں۔ اور تیسرا درج رجسٹر گناہ وہ ہوگا جس کا تعلق بندہ اور خدا سے ہے، یہ اللہ کے حوالے ہے (وہ اپنے علم وحکمت کے تحت) چاہے گا تو عذاب دے گا، چاہے (علم وحکمت کے تحت) معاف کردے گا۔"

﴿۹۹﴾ عَنْ عَبَّاسِ بْنِ مِرْدَاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَعَا لِاُمَّتِهٖ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ، فَأُجِيْبَ اَنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ مَا خَلَا الْمَظَالِمَ فَاِنِّيْ اٰخِذٌ لِّلْمَظْلُوْمِ مِنْهُ۔

(ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کی شام کو "اپنی امت" کے لیے دعا فرمائی، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جواب ملا کہ آپ کی دُعا ہم نے قبول کی، آپ کی امت کے گناہ ہم بخش دیں گے، البتہ جن لوگوں نے دوسروں کے حقوق دبا لیے ہوں گے ان کے لیے چھٹکارا نہیں ہے میں ظالم سے مظلوم کا حق وصول کر کے رہوں گا۔

تشریح: اس حدیث کے الفاظ سے کسی کو مغفرت اور بخشش کے بارے میں کوئی مغالطہ نہ ہو، اللہ کا قانونِ تعذیب اور قانونِ مغفرت دونوں پوری وضاحت کے ساتھ قرآن وحدیث میں بیان کردیئے گئے ہیں جن کو جاننے کے لیے اس مجموعہ کی حدیثیں کافی ہیں۔

اخلاقیات

توکل

〈۱۰۰〉 عَنْ عَبدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ نَّزَلَتْ بِہٖ فَاقَۃٌ فَاَنْزَلَھَا بِالنَّاسِ کَانَ قَمِنًا اَنْ لَّا تُسَدَّ حَاجَتُہٗ وَ مَنْ اَنْزَلَھَا بِاللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اٰتَاہُ اللّٰہُ بِرِزْقٍ عَاجِلٍ اَوْ مَوْتٍ اٰجِلٍ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کو تنگ دستی لاحق ہو اُسے دور کرنے کے لیے انسانوں کے پاس جائے تو ایسا شخص اس لائق ہے کہ اس کی ضرورت پوری نہ ہو، اور جو اپنی ضرورت کو اللہ کے پاس لے جائے اور اس سے حاجت روائی کا طالب ہو تو اللہ یا تو اس کو دُنیا میں رزق دے گا یا اپنے پاس بُلا لے گا اور وہاں اپنی نعمتوں سے نوازے گا۔''

تشریح: یہ حدیث آدمی کو توکل کی تعلیم دیتی ہے۔ یہ حدیث کہتی ہے کہ اپنی ہر ضرورت خدا کے سامنے رکھو کیوں کہ اسی کے پاس دینے کے لیے سب کچھ ہے۔ اپنے جیسے انسانوں پر کیوں بھروسہ کیا جائے جب کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔

صبر

〈۱۰۱〉 وَ عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لِنِسْوَۃٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ: لَا یَمُوْتُ لِاِحْدَاکُنَّ ثَلَاثَۃٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَتَحْتَسِبَہٗ اِلَّا دَخَلَتِ الْجَنَّۃَ: فَقَالَتِ امْرَأَۃٌ مِّنْھُنَّ: اَوِاثْنَانِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ اَوِاثْنَانِ۔ وَ فِیْ اُخْرٰی لَہٗ اَیْضًا

قَالَ: أَتَتِ امْرَأَةٌ بِصَبِيٍّ لَّهَا، فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، اُدْعُ اللّٰهَ لِي فَلَقَدْ دَفَنْتُ ثَلَاثَةً، فَقَالَ: أَدَفَنْتِ ثَلَاثَةً، قَالَتْ: نَعَمْ۔ قَالَ لَقَدِ احْتَظَرْتِ بِحِظَارٍ شَدِيْدٍ مِّنَ النَّارِ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ مسلم)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی کچھ عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا" تم میں سے جس کسی عورت کے تین بچے مرجائیں اور وہ اجر آخرت کی نیت سے صبر کرے، تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔" یہ بات سن کر ان میں سے ایک عورت نے پوچھا، "اے اللہ کے رسولؐ! اگر کسی عورت کے دو بچے مریں اور وہ صبر کرے تو؟" آپؐ نے فرمایا" وہ بھی جنت میں جائے گی۔" ابو ہریرہؓ ہی سے ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ ایک عورت اپنی گود میں بچہ لیے ہوئے حضورؐ کے پاس آئی اور کہا" اے اللہ کے نبیؐ، میرے لیے دُعا فرمائیے (یہ بچہ زندہ رہے) اس لیے کہ میں تین بچوں کو دفن کرچکی ہوں۔" آپؐ نے پوچھا" کیا تمہارے تین بچے مرگئے؟" اس نے کہا" ہاں" ! آپؐ نے فرمایا" تب تو تم نے جہنم سے بچانے والا بہت مضبوط حصار اور اوٹ حاصل کرلیا (یعنی یہ تینوں بچے تمہیں جہنم سے بچانے کا سبب بنیں گے)۔"

ثابت قدمی

〈۱۰۲〉عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ بَعْضِ اَيَّامِهِ الَّتِيْ لَقِيَ فِيْهَا الْعَدُوَّ انْتَظَرَ حَتّٰى اِذَا مَالَتِ الشَّمْسُ لِلْغُرُوْبِ قَامَ فِيْهِمْ، فَقَالَ، اَيُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَآءَ الْعَدُوِّ، وَاسْأَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ، فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْآ اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَ مُجْرِيَ السَّحَابِ وَ هَازِمَ الْأَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ۔

(متفق علیہ)

ترجمہ: عبد اللہ ابن ابی اوفی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی جہاد میں انتظار کرتے رہے (حملہ میں پہل نہیں کی) یہاں تک کہ سورج ڈوبنے کے قریب ہوا تو آپؐ اٹھے اور مجاہدین کو خطاب کیا، فرمایا:" اے لوگو! دشمن سے لڑائی کی تمنا نہ کرو، اس بات کی دُعا کرو کہ اللہ اپنی عافیت میں رکھے لیکن جب دشمن سے بھڑ جاؤ تو صبر و استقامت دکھاؤ اور اس بات کا یقین کرو

کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔'' اس کے بعد آپؐ نے دعا فرمائی، ''اے اللہ کتاب کے نازل کرنے والے، بادلوں کو چلانے والے، اور دشمن جماعتوں کو شکست دینے والے، تو ان لوگوں کو شکست دے اور ہمیں اپنی مدد سے ان پر غالب فرما۔''

راز کی حفاظت

﴿۱۰۳﴾ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ الْحَدِيْثَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِيَ اَمَانَةٌ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت جابر ابن عبداللہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''جب کوئی آدمی تم سے بات کرے، اور اِدھر اُدھر مُڑ کر دیکھے تو اس کی یہ بات تمہارے پاس امانت ہے۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ چاہے اس نے زبان سے نہ کہا ہو کہ اسے راز رکھنا، پھر بھی اس کی بات راز کی حیثیت رکھتی ہے، اس کی اجازت کے بغیر دوسروں کو بتانا صحیح نہیں ہے۔ یہ امانت میں خیانت ہوگی۔ گفتگو کے درمیان اِدھر اُدھر دیکھنا یہی معنیٰ رکھتا ہے کہ وہ دوسروں سے اپنی بات پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے۔

حسنِ سلوک

﴿۱۰۴﴾ وَ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تَكُوْنُوْآ اِمَّعَةً تَقُوْلُوْنَ: اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَحْسَنَّا، وَ اِنْ ظَلَمُوْا ظَلَمْنَا، وَ لٰكِنْ وَّطِّنُوْآ اَنْفُسَكُمْ، اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَنْ تُحْسِنُوْا، وَ اِنْ اَسَآءُوْا اَنْ لَّا تَظْلِمُوْا۔

(ترغیب وترہیب بحوالہ ترمذی)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''تم لوگ دوسروں کی تقلید اور پیروی کرنے والے نہ بنو (یعنی) یوں نہ سوچو کہ لوگ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے تو ہم بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے اور اگر لوگ ہم پر ظلم کریں گے تو ہم بھی ان پر ظلم کریں گے۔ نہیں، بلکہ اپنے آپ کو اس بات پر جماؤ کہ لوگ اچھا سلوک کریں تو تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اور اگر برا برتاؤ کریں تو تم ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہ کرو۔''

مجلسی آداب

﴿۱۰۵﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُقِمِ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَّجْلِسِهٖ فَيَجْلِسَ فِيْهِ وَ لٰكِنْ تَفَسَّحُوْا وَ تَوَسَّعُوْا۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کوئی آدمی دوسرے کو جو پہلے سے بیٹھا ہوا ہے اس کی جگہ سے اُٹھا کر خود نہ بیٹھ جائے بلکہ (اہلِ مجلس کو چاہیے) کہ آنے والوں کے لیے کشادگی پیدا کریں اور بیٹھنے کی گنجائش نکالیں۔“

﴿۱۰۶﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجٰى اثْنَانِ دُوْنَ صَاحِبِهِمَا، قَالَ قُلْنَا فَاِنْ كَانُوْٓا اَرْبَعَةً، قَالَ فَلَا يَضُرُّ، وَ فِيْ رِوَايَةٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، فَاِنَّ ذٰلِكَ يَحْزُنُهٗ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ”جب تم تین آدمی کسی جگہ بیٹھے ہو تو دو آدمی آپس میں راز دارانہ باتیں تیسرے آدمی کو چھوڑ کر نہ کریں۔“ (جب یہ حدیث عبد اللہ ابن عمرؓ نے سنائی تو ان کے شاگرد ابو صالح نے) پوچھا کہ اگر مجلس میں چار آدمی ہوں تو ان میں سے دو راز دارانہ باتیں کر سکتے ہیں یا نہیں، عبد اللہ ابن عمرؓ نے کہا ”اس صورت میں کوئی حرج نہیں ہے۔“ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی اسی مضمون کی ایک روایت میں یہ زائد جملہ ہے ”کیوں کہ یہ برتاؤ ان کے لیے باعث غم ہوگا۔“

﴿۱۰۷﴾ وَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖٓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ يُّفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ ابوداؤد، ترمذی)

ترجمہ: عمرو ابن شعیبؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کسی آدمی کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ“ دو پاس بیٹھے ہوئے آدمیوں کے درمیان بغیر ان دونوں کی اجازت کے آکر بیٹھ جائے۔“

لباس

﴿۱۰۸﴾ وَ عَنْ اَبِيْ يَعْفُوْرٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَسْأَلُهٗ رَجُلٌ: مَا اَلْبَسُ مِنَ الثِّيَابِ؟ قَالَ: مَالَا يَزْدَرِيْكَ فِيْهِ السُّفَهَآءُ، وَلَا يَعِيْبُكَ بِهٖ

اَلْحُکَمَآءُ۔ قَالَ: مَا هُوَ؟ قَالَ: مَا بَيْنَ الْخَمْسَةِ دَرَاهِمَ إِلَى الْعِشْرِيْنَ دِرْهَمًا۔

(ترغیب وترہیب بحوالۂ طبرانی)

ترجمہ: ابویعفور کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے عبداللہ ابن عمرؓ سے پوچھا کہ: ”میں کس طرح کے کپڑے پہنوں۔“ انہوں نے فرمایا ”ایسے کپڑے پہنو کہ بے وقوف لوگ تمہیں اس کپڑے میں دیکھ کر حقیر نہ جانیں اور عقل مند تم پر اعتراض نہ کریں۔“ اس نے پوچھا کہ: ”وہ کس قیمت کا ہو۔“ انہوں نے جواب دیا، ”پانچ درہم سے لے کر بیس درہم کی قیمت کا ہو۔“

تشریح: حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے زمانے میں پانچ درہم بہت ہوتے تھے، آج کے تمدّنی دَور میں پانچ درہم میں سر کو ڈھانپنے والی ایک ٹوپی بہ مشکل ملتی ہے اور اس زمانے میں پانچ درہم میں پوری پوشاک تیار ہو جاتی تھی۔ اس فرق کو نگاہ میں رکھنا بہت ضروری ہے۔

حرص وبخل

〈۱۰۹〉 عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَجْتَمِعُ الشُّحُّ وَالْإِيْمَانُ فِىْ قَلْبِ عَبْدٍ أَبَدًا۔ (نسائی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: ”حرص وبخل اور ایمان کسی بندے کے دل میں ہرگز جمع نہیں ہوتے۔“

تشریح: یعنی ایمان اور حرص وبخل، دونوں میں سے ایک ہی دل میں رہ سکتا ہے، دونوں نہیں، کیوں کہ ایمان تو یہ چاہتا ہے کہ آدمی مال کا پجاری نہ بنے اور جو کچھ مال کمائے اس میں سے دین پر اور بے سہارا لوگوں پر خرچ کرے، اور مال کو زیادہ سے زیادہ سمیٹنے اور بچا بچا کر رکھنے کی ذہنیت نہ دینی ضرورتوں میں خرچ کرنے دیتی ہے اور نہ بندگانِ خدا پر رحم کھاتی ہے۔

مشابہت سے ممانعت

〈۱۱۰〉 وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ۔

(ترغیب وترہیب بحوالۂ بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی وابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ نے اُن مردوں اور عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

〈۱۱۱〉 وَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ.

(ترغیب وترہیب، ابوداؤد ونسائی وابن ماجہ وابن حبان وحاکم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے اُس مرد پر لعنت فرمائی جو عورتوں کا لباس پہنتا ہے، اور اُس عورت پر جو مردوں کا لباس پہنتی ہے۔''

〈۱۱۲〉 وَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمُخَنَّثٍ قَدْ خَضَبَ يَدَيْهِ وَ رِجْلَيْهِ بِالْحِنَّآءِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا بَالُ هٰذَا؟ قَالُوْا: يَتَشَبَّهُ بِالنِّسَآءِ، فَأُمِرَ بِهٖ فَنُفِیَ إِلَى النَّقِيْعِ، فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَا تَقْتُلُهٗ؟ فَقَالَ: إِنِّیْ نُهِيْتُ عَنْ قَتْلِ الْمُصَلِّيْنَ.

(ترغیب وترہیب بحوالۂ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کی خدمت میں ایک مخنث (ہیجڑا) لایا گیا، جس نے اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں پر مہندی لگا رکھی تھی، آپؐ نے پوچھا ''یہ کیسا آدمی ہے اور مہندی کیوں لگا رکھی ہے؟'' لوگوں نے بتایا ''عورتوں کے مشابہ بننے کے لیے مہندی لگائی ہے،'' چناں چہ آپؐ کے حکم سے مدینہ سے اُسے نکال کر مقامِ نقیع میں بسایا گیا، لوگوں نے کہا ''اے اللہ کے رسولؐ، آپؐ اس کو قتل کیوں نہیں کر دیتے؟'' آپؐ نے فرمایا ''نماز پڑھنے والوں (یعنی مسلمان) کو قتل کرنے سے (قرآن مجید میں) منع کیا گیا ہے۔''

بدکاری

〈۱۱۳〉 وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَا شَبَابَ قُرَيْشٍ، اِحْفَظُوْا فُرُوْجَكُمْ، لَا تَزْنُوْا، أَلَا مَنْ حَفِظَ فَرْجَهٗ، فَلَهُ الْجَنَّةُ.

(ترغیب وترہیب بحوالۂ حاکم وبیہقی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے قریشی جوانو، تم لوگ زنا کا ارتکاب نہ کرنا، جو لوگ عفّت و پاک دامنی کے ساتھ جوانی گزاریں گے وہ جنت کے مستحق ہوں گے۔''

ایک دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں ''جس کی جوانی آفاتِ جوانی سے محفوظ رہی وہ جنت کا مستحق ہے۔''

﴿۱۱۴﴾ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ اَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ كَتَبَ اِلٰى اَبِىْ بَكْرِ ِالصِّدِّيْقِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ وَجَدَ رَجُلاً فِىْ بَعْضِ ضَوَاحِى الْعَرَبِ يُنْكَحُ كَمَا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ، فَجَمَعَ لِذَالِكَ اَبُوْ بَكْرٍ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ فِيْهِمْ عَلِىُّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ، فَقَالَ عَلِىٌّ: اِنَّ هٰذَا ذَنْبٌ لَّمْ تَعْمَلْ بِهٖ اُمَّةٌ وَّاحِدَةٌ، فَفَعَلَ اللّٰهُ بِهِمْ مَّا قَدْ عَلِمْتُمْ، اَرٰى أَنْ تَحْرِقَهٗ بِالنَّارِ، فَاجْتَمَعَ رَأْىُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُحْرَقَ بِالنَّارِ، فَأَمَرَ اَبُوْ بَكْرٍ أَنْ يُّحْرَقَ بِالنَّارِ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ بیہقی)

ترجمہ: محمد بن منکدر سے روایت ہے کہ خالد بن ولیدؓ نے، حضرت ابو بکر صدیقؓ کو لکھا کہ عرب کے قریبی بیرونی علاقے میں ایک ایسا مرد پایا گیا ہے جس سے لوگ عورتوں کی طرح جنسی تسکین حاصل کرتے ہیں (تو کیا کارروائی کی جائے، اُسے کیا سزا دی جائے؟) حضرت ابو بکرؓ نے اصحاب رسول ﷺ کو بُلایا (اور ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا) اِن اصحابِ شوریٰ میں حضرت علیؓ بھی تھے، حضرت علیؓ نے فرمایا ''آپ لوگ حضرت لوط علیہ السّلام کی امت سے واقف ہیں اس جرم کی پاداش میں اللہ نے ان کو کتنی سخت سزا دی، میری رائے (اس معاملہ میں) یہ ہے کہ شخص مذکور کو آگ کی سزا دی جائے، چناں چہ اس سے اصحاب رسول ﷺ نے اتفاق کیا اور خلیفہ کے حکم سے اسے جلا دیا گیا۔''

تشریح: اس جرم کی سزا قرآن مجید میں بیان نہیں ہوئی ہے۔ یہ اسلامی حکومت کا کام ہے کہ وہ اپنے زیر اقتدار علاقے میں اس جرم کے ارتکاب پر کیا سزا مقرر کرے، سزا دونوں کو دی جائے گی، اور جہاں اسلامی حکومت نہ ہو، وہاں کے خدا ترس مسلمان اپنے علماء کے مشورے سے کوئی سزا تجویز کر سکتے ہیں۔

بُرے خیالات کی پرورش

﴿۱۱۵﴾ وَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِىِّ ﷺ قَالَ: كُتِبَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ نَصِيْبُهٗ مِنَ الزِّنَا، فَهُوَ مُدْرِكٌ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ، اَلْعَيْنَانِ، زِنَاهُمَا النَّظْرُ، وَالْاُذُنَانِ، زِنَاهُمَا الْاِسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ، زِنَاهُ الْكَلَامُ، وَالْيَدُ، زِنَاهَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ، زِنَاهَا الْخُطٰى، وَالْقَلْبُ يَهْوٰى وَ يَتَمَنّٰى، وَ يُصَدِّقُ ذَالِكَ الْفَرْجُ، اَوْ

یُکَذِّبُهٗ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ مسلم، بخاری وابوداؤد ونسائی) **وَ فِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ وَ اَبِیْ دَاوٗدَ: وَالْیَدَانِ تَزْنِیَانِ، فَزِنَاهُمَا الْبَطْشُ وَالرِّجْلَانِ تَزْنِیَانِ، فَزِنَاهُمَا الْمَشْیُ وَالْفَمُ یَزْنِیْ فَزِنَاهُ الْقُبَلُ۔**

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: ''ابن آدم کے لیے اس کا حصہ زنا طے شدہ ہے جسے وہ ضرور پائے گا، شہوت کی نظر سے دیکھنا آنکھوں کی زنا ہے، شہوانی باتیں سُننا کانوں کی زنا ہے، اس موضوع پر گفتگو کرنا زبان کی زنا ہے۔ پکڑنا ہاتھ کی زنا ہے، اس کے لیے چل کر جانا پیروں کی زنا ہے، خواہش اور تمنا دل کی زنا ہے، اور شرم گاہ یا تو عملاً زنا کر گزرے گی یا رُک رہے گی۔'' اور ابوداؤد اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں ''اور دونوں ہاتھ زنا کرتے ہیں، اُن کا زنا پکڑنا ہے، دونوں پیر زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا چلنا ہے، اور بوسہ لینا منہ کی زنا ہے۔''

تشریح: یہ حدیث بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں بنیادی طور پر جو مسئلہ بیان ہوا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی بُرے خیالات کی پرورش دل میں نہ کرے، دل ہی جسم انسانی میں حکمراں کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر کوئی برا خیال دل میں آئے اور آدمی اس کو پالتا رہے تو پھر گناہ سے روکنے والی کوئی چیز نہ ہوگی۔ اور جب دل بُرے خیالات کی پرورش کرے گا تو تمام اعضاء اس کی خواہش کو پورا کرنے میں لگ جائیں گے۔ اس لیے سب سے پہلا کام یہ ہے کہ اگر برا خیال آئے تو اس کو بہ زور ہٹانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس حدیث میں یہ مسئلہ نہیں بیان ہوا ہے کہ ہر آدمی کے لیے حصہ زنا تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے اور تقدیر کا لکھا کون مٹا سکتا ہے۔ بلکہ مسئلہ یہ بیان ہو رہا ہے کہ آدمی اگر اپنی ایمانی تربیت نہ کرے تو زنا اور دوسرے جرائم سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا۔ تیسری بات جو قابلِ غور ہے وہ یہ ہے کہ زنا کے مقدّمات بھی زنا کے حکم میں ہیں، اسی لیے کسی عورت پر شہوانی نظر ڈالنے سے، شہوانی گفتگو کرنے سے، شہوانی باتیں سننے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اگر ان باتوں سے آدمی بچ جائے تو بُرائی کے آخری نقطے تک نہیں جائے گا۔ یہاں یہ بات بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ بُرے خیالات کی پرورش کرنے پر بھی مواخذہ ہوگا۔

جامع حدیثیں

(اس باب میں جیسا کہ ہم مقدمہ میں بتا چکے ہیں وہ حدیثیں ہیں جن میں نبی ﷺ نے لوگوں کے حالات کے پیشِ نظر ایک ہی حدیث میں مختلف پہلوؤں سے تربیت فرمائی ہے)

دُہرے اجر کے مستحق

﴿۱۱۶﴾ وَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ثَلَاثَةٌ لَّهُمْ اَجْرَانِ: رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِيِّهٖ، وَ اٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ، وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوْكُ اِذَا اَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ وَ حَقَّ مَوَالِيْهِ، وَ رَجُلٌ كَانَتْ لَهٗ اَمَةٌ فَاَدَّبَهَا، فَاَحْسَنَ تَأْدِيْبَهَا وَ عَلَّمَهَا، فَاَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا، ثُمَّ اَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا، فَلَهٗ اَجْرَانِ۔

(بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تین قسم کے لوگوں کو دُہرا اجر ملے گا۔“ ایک وہ اہل کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور پھر محمد ﷺ پر ایمان لایا، دوسرا وہ غلام جس نے اللہ کا حق ادا کیا اور اپنے آقا کا حق بھی، تیسرا وہ آدمی جس کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اس کی اچھی تربیت کرے اور عمدگی کے ساتھ دین سکھائے پھر آزاد کرے اور اس سے شادی کر لے۔ اس کو دُہرا اجر ملے گا۔“

اسلام، ہجرت اور حج

﴿۱۱۷﴾ عَنِ ابْنِ شَمَّاسَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ حَضَرْنَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ وَ هُوَ فِیْ سِيَاقَةِ الْمَوْتِ فَبَكٰى طَوِيْلًا وَّ قَالَ، فَلَمَّا جَعَلَ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ فِیْ قَلْبِیْ اَتَيْتُ

النَّبِیَّ ﷺ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُبْسُطْ یَدَکَ لِأُبَایِعَکَ، فَبَسَطَ یَدَہٗ فَقَبَضْتُ یَدِیْ، فَقَالَ مَالَکَ یَا عَمْرُو؟ قَالَ اَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِطَ، قَالَ تَشْتَرِطُ مَاذَا؟ قَالَ اَنْ یُّغْفَرَلِیْ، قَالَ اَمَا عَلِمْتَ یَا عَمْرُو اَنَّ الْاِسْلَامَ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَہٗ، وَ اَنَّ الْھِجْرَۃَ تَھْدِمُ مَاکَانَ قَبْلَھَا وَ اَنَّ الْحَجَّ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَہٗ۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن شماسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس گئے، اُن پر نزع کا عالم طاری تھا۔ وہ ہم کو دیکھ کر بہت دیر تک روئے اور اس کے بعد (اپنے اسلام لانے کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا)۔ ’’جب اللہ نے اسلام میرے دل میں ڈالا (یعنی جب اسلام لانے کی توفیق ہوئی) تو میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ ’’اے اللہ کے رسولؐ، اپنا ہاتھ بڑھائیے میں آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کروں گا۔‘‘ نبی ﷺ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ’’اے عمرو! ’’تم نے اپنا ہاتھ کیوں کھینچ لیا؟‘‘ میں نے کہا ’’ایک شرط لگانا چاہتا ہوں۔‘‘ آپؐ نے پوچھا ’’کیا شرط لگاتے ہو؟‘‘ میں نے کہا، ’’میری شرط یہ ہے کہ اسلام لانے سے پہلے جاہلیت میں جتنے گناہ مجھ سے ہوئے ہیں سب معاف ہوجائیں۔‘‘ آپؐ نے فرمایا ’’اے عمرو، کیا تم نے نہیں جانا! کہ اسلام پہلے کے کیے ہوئے گناہوں کو ڈھادیتا ہے، اسی طرح ہجرت اور حج بھی۔‘‘

امانت، وضو اور نماز

〈۱۱۸〉 عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَآ أَمَانَۃَ لَہٗ، وَلَا صَلَاۃَ لِمَنْ لَّا طُھُوْرَ لَہٗ، وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا صَلَاۃَ لَہٗ اِنَّمَا مَوْضِعُ الصَّلَاۃِ مِنَ الدِّیْنِ کَمَوْضِعِ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’جس شخص کے اندر امانت کی صفت نہیں، اس کے اندر ایمان نہیں، اور اُس شخص کے لیے نماز نہیں جس نے طہارت نہیں حاصل کی (وضو نہیں کیا)۔ اور اُس شخص کے پاس دین نہیں جو نماز نہیں پڑھتا، دینِ اسلام میں نماز کی حیثیت وہی ہے جو جسمِ انسانی میں سر کی حیثیت ہے۔‘‘

تشریح: امانت خیانت کی ضد ہے، امانت کی صفت جس شخص کے اندر ہوتی ہے وہ کسی

صاحبِ حق کا حق ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا، چاہے خدا اور رسولؐ کا حق ہو چاہے ماں باپ، اعزا اور رشتے داروں وغیرہ کا ہو اور ایمان اور امانت دونوں کی اصل ایک ہے، مومن کو لازماً امانت دار ہونا چاہیے۔

طہارت اور وضو کے بغیر نماز نہ ہوگی اور جو لوگ نماز نہیں پڑھتے وہ دین دار کیسے ہو سکتے ہیں؟ جس طرح سر کے بغیر جسم بے کار ہے اسی طرح جس نے نماز چھوڑ دی تو اس نے پورے دین کو ڈھا دیا۔

استقامت، وضو اور نماز

﴿۱۱۹﴾ عَنْ رَّبِيعَةَ الْجُرَشِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اسْتَقِيْمُوْا وَ نِعِمَّآ اِنِ اسْتَقَمْتُمْ، وَ حَافِظُوْا عَلَى الْوُضُوْٓءِ، فَاِنَّ خَيْرَ اَعْمَالِكُمُ الصَّلٰوةُ وَ تَحَفَّظُوْا مِنَ الْاَرْضِ فَاِنَّهَآ اُمُّكُمْ، وَ اِنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ عَامِلٌ عَلَيْهَا اِلَّا وَ هِيَ مُخْبِرَةٌ بِهٖ۔

(ترغیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: ربیعہ جرشی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”دینِ حق پر جمے رہو، استقامت بہت عمدہ صفت ہے اور وضو کا خیال رکھو کہ اس میں نقص نہ رہ جائے) اس لیے کہ نماز سب سے بہتر نیک کام ہے (اور وضو کے بغیر نماز نہیں ہوتی) اور زمین سے شرماؤ اس لیے کہ وہ تمہاری اصل ہے (اسی سے پیدا ہوئے ہو اور اسی میں جانا ہے) اور وہ قیامت کے دن ہر عمل کرنے والے کے عمل کو خدا کے حضور بتائے گی۔“

دس کام

﴿۱۲۰﴾ عَنْ مُّعَاذٍ قَالَ، قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُّدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَ يُبَاعِدُنِيْ مِنَ النَّارِ، قَالَ لَقَدْ سَاَلْتَ عَنْ اَمْرٍ عَظِيْمٍ، وَ اِنَّهٗ لَيَسِيْرٌ عَلٰى مَنْ يَّسَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا، وَّ تُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَ تُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَ تَصُوْمُ رَمَضَانَ وَ تَحُجُّ الْبَيْتَ، ثُمَّ قَالَ اَلَآ اَدُلُّكَ عَلٰى اَبْوَابِ الْخَيْرِ؟ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَّالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْٓئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَآءُ النَّارَ، وَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ، ثُمَّ تَلَا، ”تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ حَتّٰى بَلَغَ ”يَعْمَلُوْنَ“

(السجدہ:۱۶، ۱۷)

ثُمَّ قَالَ اَلاَ اَدُلُّکَ بِرَاْسِ الْاَمْرِ وَ عَمُوْدِہٖ وَ ذِرْوَۃِ سَنَامِہٖ؟ قُلْتُ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، قَالَ رَأْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ وَ عَمُوْدُہُ الصَّلٰوۃُ وَ ذِرْوَۃُ سَنَامِہِ الْجِھَادُ، ثُمَّ قَالَ اَلاَ اُخْبِرُکَ بِمِلَاکِ ذٰلِکَ کُلِّہٖ؟ قُلْتُ بَلٰی یَا نَبِیَّ اللّٰہِ، فَاَخَذَ بِلِسَانِہٖ وَ قَالَ کُفَّ عَلَیْکَ ھٰذَا، فَقُلْتُ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ وَ اِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَکَلَّمُ بِہٖ؟ قَالَ ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ یَا مُعَاذُ وَ ھَلْ یَکُبُّ النَّاسَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْھِھِمْ اَوْ عَلٰی مَنَاخِرِھِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِھِمْ۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت معاذ ابن جبلؓ فرماتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا، مجھے ایسے کام بتائیے جو جنت میں لے جانے والے اور جہنم سے دُور کرنے والے ہوں، آپؐ نے فرمایا ”تم نے بڑی اہم بات پوچھی اور وہ اس شخص کے لیے آسان ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ آسان فرمائے۔ (اس کے بعد آپؐ نے اعمال کی فہرست بتاتے ہوئے فرمایا) دیکھو اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے رہنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، نماز ٹھیک سے ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور خانہ کعبہ کا حج کرنا۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ ”کیا تمہیں بھلائی کے دروازوں کی نشان دہی نہ کروں؟ (دیکھو) روزہ ڈھال ہے۔ اور صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھاتا ہے جس طرح پانی آگ کو، اور آدھی رات کے بعد آدمی کا نماز تہجد پڑھنا۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی ”**تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ** سے **یَعْمَلُوْنَ** تک (السجدہ:۱۶) اس کے بعد آپؐ نے فرمایا ”کیا میں تمہیں وہ چیزیں نہ بتاؤں جو دین کا سر اور ستون اور کوہان کی حیثیت رکھتی ہیں؟ دیکھو! دین کا سر اسلام ہے۔ اس کا ستون نماز ہے۔ اور جو چیز کوہان کی حیثیت رکھتی ہے وہ جہاد ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا ”کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس پر ان سب نیکیوں کا دارومدار ہے؟ میں نے کہا ”ہاں، اے اللہ کے نبیؐ ضرور بتائیے۔“ تو آپؐ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا ”تم اس کو اپنے قابو میں رکھو۔“ میں نے پوچھا ”اے اللہ کے نبیؐ، کیا جو کچھ ہم بولتے ہیں اس پر پکڑے جائیں گے؟“ آپؐ نے فرمایا ”اے معاذ ___ تمہاری زندگی لمبی ہو ___ زبانوں سے بے سوچے سمجھے نکلنے والی باتیں ہی آدمی کو آگ میں منہ کے بل گرائیں گی۔“

تشریح: اس حدیث میں جہاد کو کوہان کہا گیا ہے (یعنی اونچا عمل) اور آخر میں سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا گیا ہے کہ آدمی اپنی زبان کو قابو میں رکھے، جو کچھ بولے سوچ سمجھ کر بولے۔

زبان اگر بے لگام ہو جائے تو بیشتر گناہ سرزد ہوں گے۔ وہ بندگانِ خدا کو گالی دے گا، غیبت کرے گا اور تہمت لگائے گا اور یہ گناہ حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے آدمی اپنے روزوں اور نمازوں کے باوجود جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ حدیث میں تہجد کی تعلیم دیتے ہوئے آپؐ نے سورۂ سجدہ کی آیت ۱۶-۱۷ پڑھی ہے۔ ان کا مفہوم یہ ہے۔ یہ اہلِ ایمان سو کر اُٹھتے اور بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں اور اپنے رب کو محبت اور ڈر سے پکارتے ہیں اور اللہ کے بخشے ہوئے مال میں سے اللہ کی راہ میں دیتے ہیں۔ کوئی متنفس نہیں جانتا کہ اللہ نے آنکھ کی کیسی ٹھنڈک ان کے لیے ان کے اعمال کے بدلے میں تیار کر رکھی ہے۔

ایمان، اسلام، ہجرت اور جہاد

﴿۱۲۱﴾عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ یَّا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْاِسْلَامُ؟ قَالَ اَنْ یُسْلِمَ لِلّٰہِ قَلْبُکَ وَ اَنْ یَسْلَمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِکَ وَ یَدِکَ، قَالَ فَاَیُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اَلْاِیْمَانُ، قَالَ وَمَا الْاِیْمَانُ؟ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ، قَالَ فَاَیُّ الْاِیْمَانِ اَفْضَلُ؟ قَالَ الْھِجْرَۃُ، قَالَ وَمَا الْھِجْرَۃُ؟ قَالَ اَنْ تَھْجُرَ السُّوْٓءَ، قَالَ فَاَیُّ الْھِجْرَۃِ اَفْضَلُ؟ قَالَ الْجِھَادُ، قَالَ وَمَا الْجِھَادُ؟ قَالَ اَنْ تُقَاتِلَ الْکُفَّارَ اِذَا لَقِیْتَھُمْ، قَالَ فَاَیُّ الْجِھَادِ اَفْضَلُ؟ قَالَ مَنْ عُقِرَ جَوَادُہٗ وَ اُھْرِیْقَ دَمُہٗ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک آدمی نے پوچھا ''اے اللہ کے رسولؐ! اسلام کیا ہے؟'' آپؐ نے فرمایا'' اسلام یہ ہے کہ تیرا دل اللہ کا پورے طور پر فرماں بردار بن جائے اور یہ کہ مسلمان تیری زبان اور تیرے ہاتھ سے محفوظ رہے۔'' اس نے پوچھا'' اسلام کی کون سی چیز افضل ہے؟'' تو آپؐ نے فرمایا'' کہ اسلام میں ایمان کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔'' اس نے پوچھا کہ'' ایمان کیا ہے؟'' آپؐ نے فرمایا'' ایمان یہ ہے کہ تو اللہ کو اس کے ملائکہ کو، اس کی کتابوں کو، اس کے رسولوں کو اور مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جانے کو صدق دل سے تسلیم کرے۔'' اس نے پوچھا کہ'' ایمان کی کون سی چیز افضل ہے؟'' آپؐ نے فرمایا: ''ہجرت!'' اس نے پوچھا کہ ''ہجرت کیا ہے؟'' آپؐ نے فرمایا کہ'' ہجرت یہ ہے کہ تو برائیوں سے بے تعلق ہو جائے۔'' اس

نے پوچھا ”کون سی ہجرت افضل ہے؟ (یعنی ہجرت کرنے والے اعمال میں سے کون سا عمل افضل ہے)۔“ آپؐ نے فرمایا ”جہاد!“ اس نے پوچھا کہ ”جہاد کیا ہے؟“ آپؐ نے بتایا ”جہاد یہ ہے کہ تو دین کے دشمنوں سے جنگ کرے جب اُن سے سامنا ہو۔“ اس نے پوچھا ”کون سا جہاد افضل ہے؟ (کون مجاہد سب سے بڑھ کر ہے؟“) آپؐ نے فرمایا کہ ”وہ مجاہد جس کا گھوڑا ہلاک ہو گیا اور وہ شہید ہو گیا۔“

جنت میں لے جانے والی چھ باتیں

﴿۱۲۲﴾ رُوِیَ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ثَلَاثٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ نَشَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ كَنَفَهٗ وَ اَدْخَلَهٗ جَنَّتَهٗ، رِفْقٌ بِالضَّعِيْفِ وَ شَفَقَةٌ عَلَى الْوَالِدَيْنِ، وَ اِحْسَانٌ اِلَى الْمَمْلُوْكِ، وَ ثَلَاثٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ اَظَلَّهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ تَحْتَ عَرْشِهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ، اَلْوُضُوْٓءُ عَلَى الْمَكَارِهِ وَالْمَشْيُ اِلَى الْمَسَاجِدِ فِى الظُّلَمِ وَ اِطْعَامُ الْجَآئِعِ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”تین باتیں اگر کسی شخص کے اندر پائی جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اپنی حفاظت میں لے لے گا اور اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (۱) کم زوروں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ۔ (۲) والدین کے ساتھ شفقت ومحبت (۳) غلاموں (اور خادموں) کے ساتھ اچھا سلوک۔ اور تین صفتیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں پائی جائیں گی اللہ اُس کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا۔ اُس دن جب اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (۱) ایسی حالت میں وضو کرنا جب کہ وضو کرنے کو طبیعت نہ چاہے (مثلاً سخت جاڑے کے دنوں میں) (۲) تاریک راتوں میں مسجد کو جانا (تاکہ جماعت میں شریک ہو)، (۳) بھوکے آدمی کو کھانا کھلانا۔“

نماز، روزہ اور صدقہ

﴿۱۲۳﴾ وَ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لِكَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ: يَا كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ: اَلصَّلَاةُ قُرْبَانٌ، وَّالصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَّالصَّدَقَةُ يُطْفِئُ

الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَآءُ النَّارَ، يَا كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ، اَلنَّاسُ غَادِيَانِ فَبَآئِعٌ نَّفْسَهٗ فَمُوْثِقٌ رَّقَبَتَهٗ وَ مُبْتَاعٌ نَّفْسَهٗ فِيْ عِتْقِ رَقَبَتِهٖ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنا آپؐ کعب بن عجرہ سے فرما رہے تھے۔ ''اے کعب بن عجرہ! نماز اللہ سے قریب کرنے والی چیز ہے اور روزہ جہنم سے بچانے کے لیے ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے اور صدقہ گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جیسے آگ پانی کو بجھا دیتی ہے۔ اے کعب بن عجرہ، لوگ دو قسم کے ہیں ایک وہ شخص جو اپنے آپ کو دُنیا کے متاعِ حقیر کے عوض بیچ دیتا ہے تو یہ شخص اپنے کو گرفتارِ بلا کرتا ہے اور دوسرا وہ شخص جو اپنے آپ کو خریدتا ہے اور اس طرح جہنم سے اپنی گردن کو چھڑاتا ہے۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ دنیا میں دو طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک ''بندۂ دنیا'' ایسے لوگ خدا کے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ اور دوسرے لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو حبِ دنیا سے بچایا اور خدا کی بندگی میں لگے ایسے لوگ قیامت کے دن جہنم سے نجات پائیں گے۔

چھ کام جنت کی ضمانت ہیں

〈۱۲۴〉 عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهٗ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗ مِنْ اُمَّتِهٖ، اُكْفُلُوْا لِیْ بِسِتٍّ اَكْفُلْ لَّكُمْ بِالْجَنَّةِ، قَالُوْا وَمَا هِیَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ الصَّلَاةُ وَالزَّكَاةُ وَالْاَمَانَةُ وَالْفَرْجُ وَالْبَطْنُ وَاللِّسَانُ۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے اُن لوگوں سے جو آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے فرمایا: ''تم لوگ مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو تو میں تمہیں جنت کی ضمانت دوں۔ لوگوں نے پوچھا کہ وہ چھ باتیں کیا ہیں اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے فرمایا وہ یہ ہیں: نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، امانت میں خیانت نہ کرنا، شرم گاہ، پیٹ اور زبان کی حفاظت ونگرانی کرنا۔''

نماز اور جہاد

〈۱۲۵〉 عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم عَجِبَ رَبُّنَا عَزَّوَجَلَّ مِنْ رَّجُلَيْنِ، رَجُلٌ ثَارَ عَنْ وِطَآئِهٖ وَ لِحَافِهٖ مِنْ بَيْنِ اَهْلِهٖ وَ حَيِّهٖ اِلٰى صَلَاتِهٖ فَيَقُوْلُ رَبُّنَا يَا مَلَآئِكَتِیْ

انْظُرُوْا اِلٰی عَبْدِیْ ثَارَ عَنْ فِرَاشِہٖ وَ لِحَافِہٖ وَ مِنْ بَیْنِ حَیِّہٖ وَ اَھْلِہٖٓ اِلٰی صَلاَ تِہٖ رَغْبَۃً فِیْمَا عِنْدِیْ وَ شَفَقَۃً مِمَّا عِنْدِیْ، وَ رَجُلٌ غَزَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَانْھَزَمُوْا فَعَلِمَ مَا عَلَیْہِ مِنَ الْفِرَارِ وَمَا لَہٗ فِی الرُّجُوْعِ فَرَجَعَ حَتّٰی اُھَرِیْقَ دَمُہٗ رَغْبَۃً فِیْ مَا عِنْدِیْ وَ شَفَقَۃً مِّمَّا عِنْدِیْ۔ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ لِمَلاَ ئِکَتِہٖ انْظُرُوْا اِلٰی عَبْدِیْ رَجَعَ رَغْبَۃً فِیْمَا عِنْدِیْ وَ شَفَقَۃً مِّمَّا عِنْدِیْ حَتّٰی اُھَرِیْقَ دَمُہٗ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا کہ، ''ہمارا رب دو آدمیوں کے عمل سے بہت خوش ہوتا ہے۔ ایک وہ جو (جاڑے کے زمانے میں) اپنے نرم بستر اور لحاف سے الگ ہو کر اور اپنے بیوی بچوں سے جدا ہو کر رات کے وقت نماز کو جاتا ہے، ہمارا رب اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ دیکھو میرے اس بندے کو! اس نے اپنا بستر اور لحاف چھوڑا اور اپنے بیوی بچوں سے الگ ہو کر نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو گیا، کیوں کہ اس کے اندر خواہش ہے اُن نعمتوں کے پانے کی جو میرے پاس ہیں اور اسے ڈر لگا ہوا ہے اس عذاب کا جو میرے یہاں ہوگا، اور دوسرا وہ شخص جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، مجاہدین کی فوج نے شکست کھائی اور بھاگی اور یہ شخص جانتا ہے کہ میدان جہاد سے بھاگنے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے اور میدانِ جنگ میں جمے رہنے کا کیا صلہ ملتا ہے یہ سوچ کر وہ جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا ایسا اس نے اس لیے کیا کہ وہ میرے انعامات کی خواہش رکھتا ہے اور میرے عذاب سے ڈرتا ہے تو اللہ عزوجل اپنے ملائکہ سے فرماتا ہے، دیکھو میرے اس بندے کو! یہ میدانِ جنگ میں دوبارہ واپس ہوا اس لیے کہ اس کو میرے انعام کی خواہش ہے، اور اُسے میرے عذاب کا ڈر ہے، دیکھو وہ لڑتا رہا یہاں تک کہ لڑتے لڑتے جان دے دی۔''

دس باتوں کی وصیت

﴿۱۲۶﴾ عَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَوْصَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِعَشْرِ کَلِمٰتٍ قَالَ: لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّ اِنْ قُتِّلْتَ وَ حُرِّقْتَ، وَلاَ تَعُصِ وَالِدَیْکَ وَ اِنْ اَمَرَاکَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَھْلِکَ وَ مَالِکَ، وَلاَ تَتْرُکَنَّ

صَلاَةً مَّكْتُوبَةً، فَإِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلاَةً مَكْتُوبَةً مُّتَعَمِّدًا، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ. وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا، فَإِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ فَاحِشَةٍ، وَ إِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ، فَإِنَّ بِالْمَعْصِيَةِ حَلَّ سَخَطُ اللّٰهِ، وَ إِيَّاكَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ وَ إِنْ هَلَكَ النَّاسُ، وَ إِنْ أَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ فَاثْبُتْ، وَ أَنْفِقْ عَلٰى أَهْلِكَ مِنْ طَوْلِكَ، وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ أَدَبًا، وَ أَخِفْهُمْ فِي اللّٰهِ. (ترغیب بحوالۂ طبرانی)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے اللہ کے رسولؐ نے دس باتوں کی وصیت کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ ’’اے معاذ:

(۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اگر چہ اس جرم میں تم کو مار ڈالا جائے یا جلا دیا جائے۔

(۲) اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا اگر چہ وہ دونوں تم کو حکم دیں کہ اپنی بیوی کو چھوڑ دو اور اپنے مال سے دست بردار ہو جاؤ۔

(۳) کوئی فرض نماز ہر گز ترک نہ کرنا، اس لیے کہ جو شخص قصداً فرض نماز چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نگرانی سے محروم ہو جاتا ہے۔

(۴) شراب مت پینا اس لیے کہ یہ تمام بے حیائیوں اور بدکاریوں کی جڑ ہے۔

(۵) اللہ کی نافرمانی سے بچنا اس لیے کہ نافرمانی کے نتیجے میں خدا کا غصہ بھڑکتا ہے۔

(۶) دشمن کے لشکرِ جرار کے مقابلے میں پیٹھ مت دکھانا اگر چہ تمہاری فوج کے سارے سپاہی ختم ہو جائیں۔

(۷) جب لوگوں پر کوئی عام وبا مسلط ہو تو وہاں سے نہ بھاگنا۔

(۸) اپنی قدرت اور حیثیت کے مطابق گھر والوں کو کھانا اور کپڑا دینا۔

(۹) اپنے گھر والوں کی تربیت میں اپنی چھڑی اُن سے نہ ہٹانا۔

(۱۰) اللہ کے حقوق کے ادا کرنے میں اپنے گھر والوں کو خائف رکھنا۔‘‘

تشریح: وصیت کے متعلق عرض ہے کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ والدین بیوی کو طلاق دینے کے لیے کہیں تو بے چون و چرا دے دینی چاہیے۔ ایسا کرنا پسندیدہ ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ مسئلہ عموم کے ساتھ صحیح نہیں ہے۔ ہماری رائے یہ ہے:

اگر والدین خدا سے ڈرنے والے ہوں اور وہ اپنے بیٹے کی بیوی کے بارے میں کوئی معقول بات پیش کریں جس سے طلاق کا جواز نکلتا ہو تو بیٹے کو ضرور طلاق دے دینی چاہیے، اگرچہ اس کو اپنی بیوی سے کتنا ہی شدید جذباتی تعلق ہو۔ اور اگر وہ کوئی معقول دلیل نہ پیش کریں اور پھر بھی طلاق دینے پر اصرار کریں تو ان کی بات نہیں مانی جائے گی۔ اس پر والدین کی نافرمانی کا اطلاق نہیں ہوگا قرآن مجید میں طلاق دینے کی جو شرط اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ ایسی حالت پیدا ہو جائے کہ میاں بیوی اس طرح نہ رہ سکیں جس طرح اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے تعلیم دی ہے، تب آخری چارۂ کار کے طور پر یہ رشتہ توڑا جا سکتا ہے۔

وصیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ڈنڈے کے ذریعے تربیت کی جائے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ وعظ و تلقین سے سدھار نہ ہو تب مارا جا سکتا ہے اور اس میں بھی حضورؐ نے یہ ہدایت کی ہے کہ زخمی کر دینے والی اور ہڈی توڑ دینے والی مار نہ ماری جائے، نیز چہرے پر نہ مارا جائے، آپؐ نے جانوروں تک کے منہ پر مارنے سے منع فرمایا ہے، ماں باپ کو اور استادوں کو یہ بات اچھی طرح نوٹ کر لینی چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور قرب

〈۱۲۷〉 عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِالْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ قَلَّ مَالُہٗ، وَ کَثُرَتْ عِیَالُہٗ، وَ حَسُنَتْ صَلَاتُہٗ وَلَمْ یَغْتَبِ الْمُسْلِمِیْنَ جَآءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ ھُوَ مَعِیْ کَھَاتَیْنِ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص غریب ہو اور بال بچے زیادہ ہوں (اس صورتِ حال کے باوجود) وہ بہترین نماز پڑھتا ہے اور دوسرے مسلمانوں کی غیبت نہیں کرتا تو ایسا آدمی قیامت کے دن میرے ساتھ رہے گا، بالکل قریب جس طرح میری یہ دونوں انگلیاں پاس پاس ہیں۔“

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب اسے اس لیے حاصل ہوگا کہ مال کی کمی اور بال بچوں کی کثرت سے آدمی پریشان خاطر رہتا ہے، خدا سے بدگمان ہوتا ہے، نماز روزے سے زیادہ اس کو کمانے کی

فکر ہوتی ہے لیکن یہ کثیر العیال غریب آدمی خدا سے نہ صرف یہ کہ بدگمان نہیں ہوا بلکہ خدا سے نماز کے ذریعہ اپنا تعلق جوڑے رکھا۔

تین ناجائز کام

〈۱۲۸〉 وَ عَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ثَلَاثٌ لَّا یَحِلُّ لِاَحَدٍ أَنْ یَّفْعَلَھُنَّ: لَا یَؤُمُّ رَجُلٌ قَوْمًا فَیَخُصُّ نَفْسَہٗ بِالدُّعَآءِ دُوْنَھُمْ، فَاِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَھُمْ۔ وَلَا یَنْظُرُ فِیْ قَعْرِ بَیْتٍ قَبْلَ أَنْ یَّسْتَأْذِنَ فَأِنْ فَعَلَ فَقَدْ دَّخَلَ، وَلَا یُصَلِّیْ وَ ھُوَ حَقِنٌ حَتّٰی یَتَخَفَّفَ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تین کام ایسے ہیں جو نہ کیے جانے چاہئیں۔ ایک یہ کہ جو شخص امام ہو اس کے لیے جائز نہیں کہ صرف اپنے لیے دُعا کرے، مقتدیوں کو چھوڑ دے (مثلاً کہے اے اللہ میری مغفرت فرما بلکہ اسے یوں کہنا چاہیے اے اللہ ہماری مغفرت فرما) اگر وہ صرف اپنے لیے دعا کرتا ہے تو مقتدیوں سے خیانت کرتا ہے۔ دوسرا ناجائز کام یہ ہے کہ کسی کے دروازے پر جائے اور اجازت لیے بغیر گھر کے اندر جھانکے، اگر یہ حرکت کوئی کرے تو گویا بغیر اجازت گھر کے اندر چلا گیا (جو منع ہے) اور تیسرا ناجائز کام یہ ہے کہ شدید ضرورت لاحق ہے پیشاب یا پاخانے کی اور اس نے قضاء حاجت سے پہلے نماز پڑھنی شروع کر دی یا جماعت میں شامل ہو گیا۔“

سب سے زیادہ نکمّا اور سب سے بڑا بخیل

〈۱۲۹〉 وَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَعْجَزُ النَّاسِ مَنْ عَجَزَ فِی الدُّعَآءِ، وَ اَبْخَلُ النَّاسِ مَنْ بَخِلَ بِالسَّلَامِ۔

(ترغیب وترہیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”سب سے نکمّا اور عاجز وہ ہے جو اپنے لیے خدا سے دعا نہ مانگے اور سب سے بڑا بخیل وہ ہے جو سلام میں بخل کرے (کسی کو سلام نہ کرے)

تشریح: عربی زبان میں عاجز کے معنی ناتواں کے بھی ہیں اور ناکارہ اور بے وقوف کے بھی۔

ترکِ معصیت، فرائض کی نگہداشت اور کثرتِ ذکر

﴿۱۳۰﴾ عَنْ اُمِّ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَوْصِنِیْ، قَالَ: اُهْجُرِی الْمَعَاصِیَ فَاِنَّهَا اَفْضَلُ الْهِجْرَةِ، وَ حَافِظِیْ عَلَی الْفَرَآئِضِ فَاِنَّهَا اَفْضَلُ الْجِهَادِ، وَ اَکْثِرِیْ مِنْ ذِکْرِ اللّٰهِ، فَاِنَّکِ لَا تَاْتِیْنَ اللّٰهَ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ کَثْرَةِ ذِکْرِهٖ۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت انسؓ کی والدہ نے کہا اے اللہ کے رسولؐ مجھے وصیت فرمائیے، آپؐ نے فرمایا: ”اللہ کی نافرمانی نہ کرو یہ افضل ترین ہجرت ہے، فرائض کی نگہداشت رکھو (اس بات کا خیال رکھو کہ فرائض بہتر سے بہتر شکل میں ادا ہوں) یہ سب سے بڑا جہاد ہے، کثرت سے اللہ کو یاد کرو، کہ تم اللہ کے پاس کوئی شے بھی اس کے ذکر کی کثرت سے بہتر لے کر حاضر نہیں ہوگی۔ اللہ کے ذکر کی کثرت، اللہ کو بہت زیادہ پسند ہے۔“

تشریح: حدیث سے یہ بات واضح ہے کہ یہ نصیحتیں ایک عورت کو کی جا رہی ہیں اسی وجہ سے فرائض کی نگرانی کو افضل جہاد کہا گیا ہے کیوں کہ عورت پر جہاد و قتال فرض نہیں ہے۔ آخری نصیحت کثرتِ ذکر ہے جو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والا نافرمانیٔ رب سے دُور اور فرائض کا خیال رکھنے والا ہوگا، اللہ کی یاد تمام اعمال کی رُوح ہے، اور جو ”ذکر“ اپنے اِن دونوں ثمرات سے خالی ہو وہ دراصل ذکر نہیں، صرف لقلقۂ لسان یعنی زبان کی ورزش ہے۔

زکوٰۃ، صلۂ رحمی، مسکین و پڑوسی کا حق

﴿۱۳۱﴾ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتٰی رَجُلٌ مِّنْ تَمِیْمٍ رَّسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ ذُوْ مَالٍ کَثِیْرٍ وَّ ذُوْ اَهْلٍ وَّ مَالٍ وَّ حَاضِرَةٍ فَاَخْبِرْنِیْ کَیْفَ اَصْنَعُ؟ وَ کَیْفَ اُنْفِقُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تُخْرِجُ الزَّکٰوةَ مِنْ مَالِکَ، فَاِنَّهَا طُهْرَةٌ تُطَهِّرُکَ، وَ تَصِلُ اَقْرِبَآءَکَ وَ تَعْرِفُ حَقَّ الْمِسْکِیْنِ وَالْجَارِ وَالسَّآئِلِ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس قبیلہ تمیم کا ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا، اے اللہ کے رسولؐ! میں بہت مال دار آدمی ہوں، بال بچے بھی ہیں اور مویشی بھی ہیں، تو فرمایئے میں کیا کروں؟ کس طرح اپنا مال خرچ کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو۔ زکوٰۃ تمہاری روحانی گندگی کو دُور کرنے والی شے ہے۔ اپنے اعزّہ اور رشتہ داروں سے تعلّقات جوڑو اور ان کا حق ادا کرو، سائل، پڑوسی اور مسکین کا حق پہچانو۔''

نماز اور زبان کی حفاظت

‹۱۳۲› وَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ، فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ: اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ الصَّلَاۃُ عَلٰی مِیْقَاتِھَا۔ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ، أَنْ یَّسْلَمَ النَّاسُ مِنْ لِّسَانِکَ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، ''کون سا کام افضل ہے؟'' آپؐ نے فرمایا ''وقت پر نماز ادا کرنا،'' میں نے پوچھا پھر کون سا عمل؟ آپؐ نے فرمایا ''تمہاری زبان سے کسی کو ایذا نہ پہنچے (نہ بُرا بھلا کہو، نہ غیبت کرو، نہ کسی پر تہمت لگاؤ)۔''

جہاد، روزہ اور کسب معاش کے لیے سفر

‹۱۳۳› عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اُغْزُوْا تَغْنَمُوْا وَ صُوْمُوْا تَصِحُّوْا وَ سَافِرُوْا تَسْتَغْنُوْا۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''خدا کے دین کے دشمنوں سے جہاد کرو تو اجر کے علاوہ مالِ غنیمت بھی ملے گا۔ اور روزہ رکھو تو اجر کے علاوہ تندرستی بھی حاصل ہوگی، اور سفر کرو تا کہ دوسروں کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔''

نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی پابندی کرنے والے

‹۱۳۴› وَ عَنْ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: ثَلَاثَۃٌ خِلْفٌ عَلَیْھِنَّ: لَا یَجْعَلُ اللّٰہُ مَنْ لَّہٗ سَھْمٌ فِی الْاِسْلَامِ کَمَنْ لَّا سَھْمَ لَہٗ وَ اَسْھُمُ

الْاِسْلَامِ ثَلَاثَۃٌ:اَلصَّلَاۃُ وَالصَّوْمُ وَالزَّکَاۃُ، وَلَا یَتَوَلّٰی اللّٰہُ عَبْدًا فِی الدُّنْیَا فَیُوَلِّیَہٗ غَیْرَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ، وَلَا یُحِبُّ رَجُلٌ قَوْمًا اِلَّا جَعَلَہُ اللّٰہُ مَعَھُمْ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تین قسم کے لوگوں کے لیے تین باتیں ہرگز نہ ہوں گی۔

(۱) جو لوگ نماز، روزہ اور زکوٰۃ پر عمل کرتے ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ وہ معاملہ نہیں کرے گا جو ان تینوں کے تارک کے ساتھ کرے گا۔

(۲) جس بندے کو اللہ نے اس کی نیکی کی بنیاد پر اپنی حفاظت میں لے لیا ہو اُسے قیامت کے دن کسی دوسرے کے سپرد نہیں کرے گا۔

(۳) جو شخص کسی قوم سے محبت کرتا ہے اللہ اس کو انہیں کے ساتھ رکھے گا۔“

تشریح: دوسری بات کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں بھی اللہ نیک بندہ کی حفاظت کرے گا اور آخرت میں بھی، خدا کی مدد و نصرت سے نہ یہاں محروم رہے گا نہ وہاں۔ تیسری بات کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے رسولؐ سے، صحابہؓ سے، اور بزرگانِ امت سے محبت کی، تو قیامت میں اُسے رسولؐ اور بہترین لوگوں کی معیت اور رفاقت نصیب ہوگی، اور اگر کسی کو باطل پرستوں اور دین کے دُشمنوں سے محبت ہے تو اُن ہی کے ساتھ آخرت میں رکھا جائے گا۔

تین آدمی خدا کی رحمت سے دُور رہیں گے

﴿۱۳۵﴾ عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اُحْضُرُوا الْمِنْبَرَ، فَحَضَرْنَا، فَلَمَّا ارْتَقٰی دَرَجَۃً قَالَ اٰمِیْنَ، فَلَمَّا ارْتَقَی الدَّرَجَۃَ الثَّانِیَۃَ قَالَ اٰمِیْنَ، فَلَمَّا ارْتَقَی الدَّرَجَۃَ الثَّالِثَۃَ قَالَ اٰمِیْنَ، فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْکَ الْیَوْمَ شَیْئًا مَا کُنَّا نَسْمَعُہٗ، قَالَ اِنَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَرَضَ لِیْ فَقَالَ بَعُدَ مَنْ اَدْرَکَ رَمَضَانَ فَلَمْ یُغْفَرْ لَہٗ قُلْتُ اٰمِیْنَ، فَلَمَّا رَقِیْتُ الثَّانِیَۃَ قَالَ بَعُدَ مَنْ ذُکِرْتَ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْکَ،

فَقُلْتُ اٰمِیْنَ، فَلَمَّا رَقِیْتُ الثَّالِثَةَ قَالَ بَعُدَ مَنْ اَدْرَکَ اَبَوَیْهِ الْکِبَرُ عِنْدَهٗ اَوْ اَحَدُهُمَا فَلَمْ یُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ قُلْتُ اٰمِیْنَ۔ (ترغیب بحوالہ حاکم وابن حبان وصحیح ابن خزیمہ)

ترجمہ: حضرت کعب ابن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے کہا تم لوگ منبر کے پاس جمع ہو جاؤ۔ چناں چہ ہم منبر کے پاس جمع ہو گئے اور حضورؐ تشریف لائے۔ جب آپؐ نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو ’’آمین‘‘ کہا اسی طرح دوسری اور تیسری سیڑھی پر قدم رکھتے وقت آپؐ نے ’’آمین‘‘ کہا۔ خطبہ کے بعد جب آپؐ منبر سے اُترے تو ہم لوگوں نے کہا۔ ’’اے اللہ کے رسولؐ، ہم نے آج آپؐ سے وہ بات سنی ہے جو کبھی نہیں سنتے تھے (یعنی آپؐ نے منبر کی سیڑھیوں پر چڑھتے وقت تین مرتبہ آمین کہا، اس کی کیا وجہ ہے؟ آپؐ تو ایسا کبھی نہیں کرتے تھے!) آپؐ نے فرمایا: ’’حضرت جبرئیل علیہ السّلام تشریف لائے جب کہ میں پہلی سیڑھی پر قدم رکھ رہا تھا اور فرمایا ’’وہ شخص تباہ ہو جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اپنی بخشش نہیں کرائی۔‘‘ تو میں نے ’’آمین‘‘ کہا، پھر جب میں نے دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا ’’وہ شخص خدا کی رحمت سے دُور ہو جائے جس کے پاس آپؐ کا (اے محمدؐ!) نام لیا گیا اور اس نے آپؐ کے اوپر درُود نہیں بھیجا‘‘ تو میں نے ’’آمین‘‘ کہا، پھر جب تیسری سیڑھی پر قدم رکھے تو جبرئیلؑ نے کہا ’’وہ شخص خدا کی رحمت سے دُور ہو جائے جس نے اپنے ماں باپ دونوں کو یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت میں نہیں داخل ہوا۔‘‘

جنت کی خوشبو سے کون محروم رہیں گے

﴿۱۳۶﴾ وَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، وَ نَحْنُ مُجْتَمِعُوْنَ، فَقَالَ، یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ، اتَّقُوا اللّٰهَ وَصِلُوْٓا اَرْحَامَکُمْ، فَإِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ ثَوَابٍ اَسْرَعَ مِنْ صِلَةِ الرَّحِمِ، وَ إِیَّاکُمْ وَالْبَغْیَ، فَإِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ عُقُوْبَةٍ اَسْرَعَ مِنْ عُقُوْبَةِ بَغْیٍ، وَ إِیَّاکُمْ وَ عُقُوْقَ الْوَالِدَیْنِ، فَإِنَّ رِیْحَ الْجَنَّةِ یُوْجَدُ مِنْ مَّسِیْرَةِ اَلْفِ عَامٍ، وَاللّٰهِ لَا یَجِدُهَا عَاقٌّ، وَّلَا قَاطِعُ رَحِمٍ وَّلَا شَیْخٌ زَانٍ، وَّلَا جَآرٌّ إِزَارَهٗ خُیَلَآءَ، إِنَّمَا الْکِبْرِیَآءُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ط

(ترغیب وترہیب بحوالہ طبرانی فی الاوسط)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ ہم لوگوں کے مجمع میں تشریف لائے اور خطبہ دیا، فرمایا ''اے مسلمانو، اللہ سے ڈرو اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرو، اس لیے کہ صلہ رحمی کا ثواب اور انعام بہت جلد حاصل ہوتا ہے۔ اور ظلم اور سرکشی سے بچو، اس لیے کہ اس کی سزا بہت جلد ملتی ہے۔ اور خبردار! والدین کی نافرمانی مت کرنا۔ جنت کی خوش بو باوجود اس کے کہ اس کی لپٹ ایک ہزار سال کی مسافت تک جاتی ہے لیکن بہ خدا اتنی تیز خوش بو سے بھی وہ شخص محروم رہے گا جو والدین کا نافرمان ہو اور رشتہ داروں کے حقوق برباد کرنے والا اور بوڑھا زانی اور وہ جو اپنا تہہ بند ازراہِ تکبّر ٹخنوں سے نیچے رکھتا ہے، بڑائی اور اقتدار تو صرف اللہ رب العالمین کے لیے زیبا ہے!''

حضورؐ کا ساتھ کس کو نصیب ہوگا

〈۱۳۷〉 عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرِ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِىْ حجَّةِ الْوَدَاعِ، اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ الْمُصَلُّوْنَ مَنْ يُّقِيْمُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ الَّتِىْ كَتَبَهُنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ يَصُوْمُ رَمَضَانَ وَ يَحْتَسِبُ صَوْمَهُ وَ يُؤْتِى الزَّكَاةَ مُحْتَسِبًا طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ وَ يَجْتَنِبُ الْكَبَآئِرَ الَّتِىْ نَهَى اللّٰهُ عَنْهَا، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ كَمِ الْكَبَائِرُ؟ قَالَ تِسْعٌ اَعْظَمُهُنَّ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَ قَتْلُ الْمُؤْمِنِ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّالْفِرَارُ مِنَ الزَّحْفِ وَ قَذْفُ الْمُحْصَنَةِ وَالسِّحْرُ وَ اَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَ اَكْلُ الرِّبَا، وَ عُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ اِسْتِحْلَالُ الْبَيْتِ الْحَرَامِ قِبْلَتِكُمْ اَحْيَآءً وَ اَمْوَاتًا لَّا يَمُوْتُ رَجُلٌ لَّمْ يَعْمَلْ هٰٓؤُلَاءِ الْكَبَائِرَ وَ يُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتِى الزَّكٰوةَ اِلَّا رَافَقَ مُحَمَّدًا ﷺ فِىْ بُحْبُوْحَةِ جَنَّةٍ اَبْوَابُهَا مَصَارِيْعُ الذَّهَبِ۔

(ترغیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت عبیدؓ اپنے والد عمیر سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع (آخری حج) میں فرمایا کہ: اللہ کے ولی نمازی لوگ ہیں یعنی وہ لوگ جو پانچوں فرض نمازوں کو ٹھیک سے پڑھتے ہیں، رمضان کے روزے خدا کی خوش نودی کی نیت سے رکھتے ہیں،

دل کی پوری رغبت اور خوشی کے ساتھ اجرِ آخرت کی نیت سے زکوٰۃ دیتے ہیں اور اُن بڑے بڑے گناہوں سے بچتے ہیں جن سے اللہ نے منع کیا ہے۔ آپؐ کے اصحابؓ میں سے کسی نے پوچھا ''اے اللہ کے رسولؐ بڑے بڑے گناہ کون سے ہیں؟'' آپؐ نے فرمایا کہ ''نو گناہ بڑے گناہ ہیں جن میں سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو ساجھی بنانا، مومن کو ناحق قتل کرنا، جہاد سے بھاگنا، کسی عفیفہ پاک دامن عورت کو تہمت لگانا، جادو سیکھنا سکھانا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، مسلمان والدین کے حقوق نہ ادا کرنا، اللہ کے گھر کی بے حرمتی کرنا جس کی طرف منہ کر کے زندگی میں نماز پڑھتے ہو اور جس کی طرف قبر میں تمہارا رُخ رکھا جاتا ہے۔ کوئی ایسا شخص جو ان بڑے گناہوں سے دور رہا ہو اور ٹھیک سے نماز پڑھتا اور زکوٰۃ دیتا رہا ہو وہ ضرور نبی ﷺ کے ساتھ وسیع و کشادہ جنت میں رہے گا جس کے دروازے سونے کے ہوں گے۔''

جنت سے محروم اور جنت کے مستحق

〈۱۳۸〉 عَنْ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ بَخِیْلٌ، وَّلَا خَبٌّ وَّلَا خَآئِنٌ سَیِّئُ الْمَلَکَةِ، وَ أَوَّلُ مَنْ یَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ الْمَمْلُوْکُوْنَ إِذَآ اَحْسَنُوْا فِیْمَا بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَ فِیْمَا بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَ مَوَالِیْهِمْ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہٗ مسند احمد وابویعلیٰ)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ''بخیل، دھوکہ باز آدمی، بے ایمان خیانت کار آدمی جو غلط طریقے سے اپنے اختیار وتصرف کو استعمال کرتا ہے یہ تینوں جنت میں نہیں جائیں گے، اور غلاموں میں سب سے پہلے جنت میں جانے والا وہ غلام ہوگا جس نے اللہ کے حقوق بھی ٹھیک سے ادا کیے ہوں گے اور اپنے آقا کی خدمت بھی عمدگی کے ساتھ کی ہوگی۔''

سات بڑے گناہ

〈۱۳۹〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: اِجْتَنِبُوْا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ۔ قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: اَلشِّرْکُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَ قَتْلُ

النَّفسِ الَّتِیۡ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلاَّ بِالۡحَقِّ، وَ أَکۡلُ الرِّبَا، وَ اَکۡلُ مَالِ الۡیَتِیۡمِ، وَالتَّوَلِّیۡ یَوۡمَ الزَّحۡفِ، وَ قَذۡفُ الۡمُحۡصَنَاتِ الۡغَافِلاَتِ الۡمُؤۡمِنَاتِ۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا: ''سات تباہ کن گناہوں سے بچو۔'' لوگوں نے پوچھا ''اے اللہ کے رسولؐ، وہ کون سے گناہ ہیں؟'' آپؐ نے فرمایا ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، جادو کرنا، ناحق کسی آدمی کو مار ڈالنا، سود کھانا، یتیم کا مال ہڑپ کرنا، میدانِ جہاد سے بھاگ جانا اور مومن بھولی بھالی پاک دامن عورتوں کو بدکاری کی تہمت لگانا۔''

کن لوگوں سے حضورؐ بیزار ہیں؟

﴿۱۴۰﴾ عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: لَیۡسَ مِنَّا مَنۡ لَّمۡ یُوَقِّرِ الۡکَبِیۡرَ وَ یَرۡحَمِ الصَّغِیۡرَ وَ یَأۡمُرۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ یَنۡہَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ۔ (احمد، ترمذی، ترغیب)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو بڑوں کی عزت نہ کرے، چھوٹوں پر شفقت نہ کرے، نیکیوں کی تلقین نہ کرے اور برائیوں سے نہ روکے!''

تین نیکیوں کے دنیاوی فائدے

﴿۱۴۱﴾ عَنۡ اَبِیۡ أُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: صَنَآئِعُ الۡمَعۡرُوۡفِ تَقِیۡ مَصَارِعَ السَّوۡءِ وَ صَدَقَۃُ السِّرِّ تُطۡفِیُٔ غَضَبَ الرَّبِّ وَ صِلَۃُ الرَّحِمِ تَزِیۡدُ فِی الۡعُمُرِ۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: ''حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوسروں کے ساتھ احسان کرنے سے آدمی بری موت مرنے سے بچا رہتا ہے (یعنی ایمان پر خاتمہ ہوتا ہے اور حادثاتی موت سے محفوظ رہتا ہے) اور پوشیدہ صدقہ کرنے سے خدا کا غصہ بجھتا ہے، اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے سے عمر میں برکت ہوتی ہے۔''

تشریح: آدمی بہت سے چھوٹے بڑے گناہ کرتا رہتا ہے، اور ہر گناہ سے اللہ غضب ناک ہوتا

ہے تو اس کے غصے کو ختم کرنے کا علاج چھپ کر صدقہ کرنا ہے۔ رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے سے اور بہتر تعلقات رکھنے سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے، یہ بات اور بھی احادیث میں بیان ہوئی ہے۔ تقدیر کے مسئلہ سے عمر میں اضافہ کی بات ٹکراتی نہیں ہے۔

اونچے درجے کے لوگ

〈۱۴۲〉 عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَا یَرْفَعُ اللّٰہُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟ قَالُوْا: نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قَالَ: تَحْلُمُ عَلٰی مَنْ جَهِلَ عَلَیْکَ، وَ تَعْفُوْا عَمَّنْ ظَلَمَکَ، وَ تُعْطِیْ مَنْ حَرَّمَکَ، وَ تَصِلُ مَنْ قَطَعَکَ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ بزار وطبرانی)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کیا میں تمہیں وہ کام نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اونچے درجات سے نوازتا ہے،“ لوگوں نے کہا ”کہ ہاں اے اللہ کے رسولؐ بتایئے۔“ آپؐ نے فرمایا، ”جو تم سے جہالت برتے، تم اس کے ساتھ بردباری سے پیش آؤ، جو تم پر ظلم کرے، اس کو معاف کر دو، جو تم کو نہ دے اُس کو دو، اور جو رشتہ دار تمہارے حقوق ادا نہ کرے تم اس کے حقوق دو۔ اِن سب کاموں سے آدمی کے درجے بلند ہوتے ہیں۔“

عفت اور والدین کے ساتھ بہتر سلوک کا دنیاوی فائدہ

〈۱۴۳〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ عِفُّوْا عَنْ نِسَآءِ النَّاسِ تَعِفَّ نِسَآؤُکُمْ، وَ بَرُّوْآ اٰبَآئَکُمْ تَبَرُّکُمْ اَبْنَآءُ کُمْ، وَ مَنْ اَتَاهُ اَخُوْهُ مُتَنَصِّلًا فَلْیَقْبَلْ ذٰلِکَ مُحِقًّا کَانَ اَوْ مُبْطِلًا فَاِنْ لَّمْ یَفْعَلْ لَّمْ یَرِدْ عَلَیَّ الْحَوْضَ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ حاکم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا: ”تم لوگ پرائی عورتوں سے تعلق رکھنے سے بچو تو تمہاری عورتیں دوسرے مردوں سے تعلق رکھنے سے محفوظ رہیں گی۔ اور تم اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو تو تمہاری اولاد تمہارے ساتھ

اچھا سلوک کرے گی۔ اور جس آدمی کے پاس اس کا مسلمان بھائی معافی مانگنے کے لیے آئے تو اس کی غلطی معاف کردینی چاہیے اور اس کا عذر قبول کرلینا چاہیے۔ چاہے وہ صحیح کہہ رہا ہو یا غلط کہہ رہا ہو۔ اگر کوئی شخص معافی نہ دے تو وہ حوضِ کوثر پر مجھ تک نہ پہنچ سکے گا۔"

اللہ کی یقینی مدد کے مستحق تین آدمی

﴿۱۴۴﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ثَلاثَةٌ حَقٌّ عَلَی اللّٰهِ عَوْنُهُمْ، اَلْمُجَاهِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، وَالْمُکَاتَبُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الْاَدَآءَ، وَالنَّاکِحُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الْعَفَافَ۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت فرماتے ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "تین طرح کے لوگوں کی مدد اللہ نے اپنے ذمّے لے لی ہے،

(۱) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔

(۲) وہ غلام جو غلامی کے بندھنوں سے آزاد ہونے کے لیے اپنے آقا کو مال کی ایک مقدار دینا چاہتا ہے (مگر اس کے پاس اتنی رقم نہیں ہے)۔

(۳) وہ آدمی جو عفت اور پاک دامنی کی زندگی بسر کرنے کے لیے نکاح کرنا چاہتا ہے (مگر غریبی روک بنی ہوئی ہے)۔"

صدقہ کی مختلف صورتیں

﴿۱۴۵﴾ وَ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَیْسَ مِنْ نَفْسِ بْنِ اٰدَمَ اِلَّا عَلَیْهَا صَدَقَةٌ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ طَلَعَتْ فِیْهِ الشَّمْسُ، قِیْلَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ اَیْنَ لَنَا صَدَقَةٌ نَتَصَدَّقُ بِهَا؟ فَقَالَ: اِنَّ اَبْوَابَ الْخَیْرِ لَکَثِیْرَةٌ: اَلتَّسْبِیْحُ، وَالتَّحْمِیْدُ وَالتَّکْبِیْرُ وَالتَّهْلِیْلُ، وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ، وَالنَّهْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ تُمِیْطُ الْاَذٰی مِنَ الطَّرِیْقِ، وَ تُسْمِعُ الْاَصَمَّ، وَ تَهْدِی الْاَعْمٰی، وَ تَدُلُّ الْمُسْتَدِلَّ عَلٰی حَاجَتِهٖ وَ تَسْعٰی بِشِدَّةِ سَاقَیْکَ مَعَ اللَّهْفَانِ الْمُسْتَغِیْثِ، وَ تَحْمِلُ بِشِدَّةِ ذِرَاعَیْکَ مَعَ الضَّعِیْفِ، فَهٰذَا کُلُّهٗ صَدَقَةٌ مِّنْکَ عَلٰی نَفْسِکَ۔

(ترغیب وترہیب بحوالہ ابن حبان)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر مسلمان آدمی پر ہر دن صدقہ کرنا ضروری ہے۔'' لوگوں نے کہا ''اے اللہ کے رسولؐ، ہمارے پاس اتنا مال کہاں ہے کہ ہر روز صدقہ کریں؟ آپؐ نے فرمایا کہ صدقہ کرنے اور ثواب حاصل کرنے کے ذرائع بہت ہیں (صرف مال ہی نہیں ہے)۔ **سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ** اور **لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ** پڑھنا بھی صدقہ ہے۔ دوسروں کو نیکی کی تلقین کرنا، گناہوں سے روکنا، راستوں سے کانٹے وغیرہ ہٹانا، کسی بہرے آدمی کو زور سے بول کر اپنی بات سنانی، اندھے آدمی کی رہ نمائی یہ سب بھی ثواب کے کام ہیں۔ آدمی کو اس کے مقصد کے سلسلہ میں رہ نمائی کرنا اور مصیبت زدہ فریادی کی مدد کے لیے دوڑنا بھی صدقہ ہے۔ نیز کسی کم زور کے بوجھ کو جو اس سے نہ اٹھتا ہو اسے اپنے ہاتھ یا سر پر اٹھا لینا بھی صدقہ کہلاتا ہے۔ اوپر کے تمام مذکورہ کام اگر تم کرو تو مالی صدقات کے برابر ثواب ملے گا۔''

تشریح: یہی مضمون ایک دوسری حدیث میں بیان ہوا ہے، اس میں اتنا اضافہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا صدقہ کی اتنی صورتیں معلوم ہو کر ہمیں اتنی خوشی ہوئی کہ اسلام لانے کے بعد کی زندگی میں کسی چیز سے اتنی مسرّت نہیں حاصل ہوئی۔

تین وصیتیں

〈۱۴۶〉 عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ ﷺ بِخِصَالٍ مِّنَ الْخَیْرِ: اَوْصَانِیْٓ اَنْ لَّآ اَنْظُرَ اِلٰی مَنْ ھُوَ فَوْقِیْ، وَ اَنْظُرَ اِلٰی مَنْ ھُوَ دُوْنِیْ، وَ اَوْصَانِیْ بِحُبِّ الْمَسَاکِیْنِ، وَالدُّنُوِّ مِنْھُمْ، وَ اَوْصَانِیْٓ اَنْ اَصِلَ رَحِمِیْ وَ اِنْ اَدْبَرَتْ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے محبوب ﷺ نے مجھے چند باتوں کی وصیت فرمائی۔

(۱) مجھے وصیت فرمائی کہ وہ لوگ جو مجھ سے مال وجاہ وغیرہ میں فوقیت رکھتے ہوں ان کی طرف نہ تاکوں بلکہ ان لوگوں کو دیکھوں جو مجھ سے کم تر ہیں (تاکہ میرے دل میں شکر کا جذبہ اُبھرے)۔

(۲) مجھے وصیت فرمائی کہ مسکینوں سے محبت کروں اور ان کے پاس جاؤں۔

(۳) مجھے اس بات کی وصیت کی کہ میرے اعزّہ اور رشتہ دار چاہے مجھ سے خفا ہوں، میرے حقوق نہ ادا کریں لیکن میں ان سے اپنا تعلق جوڑے رکھوں، ان کے حقوق ادا کرتا رہوں۔"

پانچ باتیں

﴿۱۴۷﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ یَّاخُذُ عَنِّیْ هٰٓؤُلَآءِ الْکَلِمَاتِ فَیَعْمَلُ بِهِنَّ اَوْ یُعَلِّمُ مَنْ یَّعْمَلُ بِهِنَّ، قُلْتُ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَعَدَّ خَمْسًا، فَقَالَ، اتَّقِ اللّٰهَ تَکُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ، وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَکَ تَکُنْ اَغْنَی النَّاسِ، وَ اَحْسِنْ اِلٰی جَارِکَ تَکُنْ مُّؤْمِنًا، وَ اَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ تَکُنْ مُّسْلِمًا، وَلَا تُکْثِرِ الضَّحْکَ فَاِنَّ کَثْرَةَ الضَّحْکِ تُمِیْتُ الْقَلْبَ۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری یہ باتیں (جو میں بتاؤں گا) کون لے گا اور عمل کرے گا اور عمل کرنے والوں کو بتائے گا؟" میں نے عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ، میں اس کے لیے تیار ہوں بتایئے۔" تو آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑا اور یہ پانچ باتیں بتائیں۔

(۱) اللہ کی نافرمانی سے بچو تو سب سے بڑے عابد بن جاؤ گے۔

(۲) جتنی روزی اللہ نے تمہارے لیے مقدر فرمادی ہے اس پر راضی اور مطمئن رہو تو تم سب سے زیادہ غنی آدمی بن جاؤ گے۔

(۳) اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرو تو مومن بن جاؤ گے۔

(۴) تم جو کچھ اپنے لیے پسند کرو وہی دوسروں کے لیے بھی پسند کرو تو تم مسلم ہو گے۔

(۵) زیادہ نہ ہنسو اس لیے کہ زیادہ ہنسنے سے آدمی کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔"

تشریح: نمبر ۳ و ۴ میں بتایا گیا کہ پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک ایمان کا تقاضا ہے، اسی طرح ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ خیر خواہی کرو جس طرح تم اپنے خیر خواہ ہو۔ نمبر پانچ کا مطلب یہ ہے کہ ہنسی کی زیادتی کے معنی یہ ہیں کہ اسے آخرت کی فکر نہیں ہے اور کوئی سنجیدہ

نصب العین اس کے سامنے نہیں ہے اسی لیے زیادہ ہنستا ہے اور جتنا ہی ہنسے گا اتنی ہی دل میں سختی اور قساوت آئے گی۔

جنت میں لے جانے والے اعمال

〈۱۴۸〉 وَ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَآءَ اَعْرَابِیٌّ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: عَلِّمْنِیْ عَمَلاً یُّدْخِلُنِیَ الْجَنَّةَ، قَالَ: إِنْ کُنْتَ أَقْصَرْتَ الْخُطْبَةَ لَقَدْ أَعْرَضْتَ الْمَسْئَلَةَ، أَعْتِقِ النَّسَمَةَ، وَ فُکَّ الرَّقَبَةَ: قَالَ أَلَیْسَتَا وَاحِدَةً، قَالَ لَا، عِتْقُ النَّسَمَةِ أَنْ تَنْفَرِدَ بِعِتْقِهَا وَ فَکُّ الرَّقَبَةِ أَنْ تُعْطِیَ فِیْ ثَمَنِهَا، وَالْمِنْحَةُ الْوَکُوْفُ، وَالْفَیُٔ عَلٰی ذِی الرَّحِمِ الْقَاطِعِ، فَإِنْ لَّمْ تُطِقْ ذٰلِکَ، فَأَطْعِمِ الْجَآئِعَ، وَ أَسْقِ الظَّمْاٰنَ، وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْکَرِ، فَإِنْ لَّمْ تُطِقْ ذٰلِکَ فَکُفَّ لِسَانَکَ إِلَّا عَنْ خَیْرٍ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ احمد)

ترجمہ: براء ابن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان بدّو حضور ﷺ کے پاس آیا، اس نے کہا، ”اے اللہ کے رسولؐ مجھے ایسے کام بتا دیجیے جن کو کر کے مجھے جنت مل جائے۔“ نبی ﷺ نے فرمایا ”اگرچہ تو نے الفاظ بہت مختصر بولے ہیں لیکن بات بڑی پوچھی ہے۔ خدا کی جنت میں جانا چاہتے ہو تو کسی جان کو آزاد کراؤ اور گردنوں کو غلامی کی رسّی سے چھڑاؤ۔“ اس نے کہا کہ ”یہ دونوں تو ایک ہی بات ہوئی۔“ آپؐ نے فرمایا، ”نہیں، یہ دونوں ایک بات نہیں۔ جان کو آزاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تم کسی غلام یا باندی کو مکمل طور پر آزاد کرو اور اس پر جو رقم صرف ہو وہ پوری رقم تم اپنی جیب سے دو اور گردن چھڑانے کا مفہوم یہ ہے کہ کئی آدمی مل کر کسی غلام یا باندی کو آزاد کرائیں جس میں تمہارا بھی حصہ ہو۔ دوسرا جنتی کام یہ ہے کہ تم اپنی دودھاری اونٹنی کو کسی کو دُودھ پینے کے لیے بخش دو۔ تیسرا کام یہ ہے کہ قطع تعلّق کرنے والے رشتہ داروں کے ساتھ تم اپنے تعلقات جوڑو۔ اگر یہ سب جنتی کام تم سے نہ ہو سکیں تو بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، پیاسوں کو پانی پلاؤ، لوگوں کو بھلی بات بتاؤ اور بُری بات سے روکو، اور یہ بھی تم نہ کر سکو تو اپنی زبان کی حفاظت کرو۔ صرف بھلی بات زبان سے نکالو۔“

تشریح: حدیث میں منحۃ کا لفظ آیا ہے، اس کے معنی اس دودھاری اونٹنی کے ہیں جس کا دودھ

استعمال کرنے کے لیے کسی کو دے دیں اور جب وہ دودھ دے چکے تو وہ تمہارے پاس واپس آجائے۔

محبوب بندے کی پہچان۔ پڑوسی کی حق تلفی۔ مالِ حرام کا انجام

﴿۱۴۹﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ قَسَّمَ بَیْنَکُمْ اَخْلَاقَکُمْ کَمَا قَسَّمَ بَیْنَکُمْ اَرْزَاقَکُمْ وَ اَنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یُعْطِی الدُّنْیَا مَنْ یُحِبُّ وَ مَنْ لَّا یُحِبُّ، وَلَا یُعْطِی الدِّیْنَ اِلَّا مَنْ اَحَبَّ، فَمَنْ اَعْطَاہُ الدِّیْنَ فَقَدْ اَحَبَّہٗ، وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُسْلِمُ عَبْدٌ حَتّٰی یُسْلِمَ قَلْبُہٗ وَ لِسَانُہٗ، وَلَا یُؤْمِنُ حَتّٰی یَأْمَنَ جَارُہٗ بَوَآئِقَہٗ. قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ، وَمَا بَوَآئِقُہٗ؟ قَالَ: غَشْمُہٗ وَ ظُلْمُہٗ. وَلَا یَکْسِبُ مَالًا مِّنْ حَرَامٍ، فَیُنْفِقُ مِنْہُ فَیُبَارَکَ فِیْہِ وَلَا یَتَصَدَّقُ بِہٖ فَیُقْبَلَ مِنْہُ، وَلَا یَتْرُکُہٗ خَلْفَ ظَھْرِہٖ اِلَّا کَانَ زَادَہٗ اِلَی النَّارِ، اِنَّ اللّٰہَ لَا یَمْحُو السَّیِّیءَ وَ لٰکِنْ یَّمْحُو السَّیِّیءَ بِالْحَسَنِ، اِنَّ الْخَبِیْثَ لَا یَمْحُو الْخَبِیْثَ. (ترغیب وترہیب بحوالہ مسند احمد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عزّوجل نے جس طرح تم انسانوں میں روزی تقسیم فرمائی ہے، اسی طرح اخلاق بھی تقسیم فرما دیئے ہیں، اور اللہ دُنیا تو سب کو دیتا ہے، اُن لوگوں کو بھی جنہیں محبوب رکھتا ہے اور انہیں بھی جنہیں وہ پسند نہیں کرتا۔ لیکن دین پر چلنے کی توفیق صرف اُن کو دیتا ہے جن سے اُسے محبت ہوتی ہے، تو جن کو اُس نے دین بخشا، یوں سمجھو وہ اللہ کو محبوب ہیں — قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کوئی بندہ 'مسلمان' نہیں ہوسکتا جب تک اُس کا دل اور زبان مسلمان نہ ہوں، اور کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کا پڑوسی اس کے ”بوائق“ سے محفوظ اور مطمئن نہ ہو جائے۔ لوگوں نے پوچھا ”بوائق“ سے آپؐ کی مُراد کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ”اس سے مراد ہے حق ماری اور ظلم، (یعنی پڑوسی کو نہ دبائے اور نہ اس پر ظلم کرے)۔ اور جو بندہ حرام مال کمائے، اللہ اس کو برکت سے محروم کردے گا، اور اگر اسے خیرات کرے تو اللہ قبول نہ فرمائے گا، اور اگر

مال حرام چھوڑ کر دوسری دنیا کو سدھارا تو وہ جہنم تک کے سفر کا زادِ راہ ہوگا۔ اللہ بُرائی کو بُرائی سے نہیں مٹاتا، وہ تو بُرائی کو بھلائی سے مٹاتا ہے، یقیناً خبیث کو خبیث نہیں مٹاتا۔"

تشریح: ارشادِ نبویؐ کے آخری جملوں کا مطلب یہ ہے کہ مالِ حرام اللہ کی راہ میں دیا تو وہ صدقہ و خیرات شمار نہ ہوگا، اس پر ثواب نہ ملے گا، خدا کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوگا، بُرائی کو مٹانا ہو تو حلال کمائی خدا کی جناب میں پیش کرو، اپنی روحانی گندگی اور نجاست دُور کرنی ہے تو گندا مال نہ لاؤ۔

صدقہ کا وسیع تصوّر

﴿۱۵۰﴾ وَ عَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَفْضَلُ دِیْنَارٍ یُّنفِقُهُ الرَّجُلُ دِیْنَارٌ یُّنفِقُهُ عَلٰی عِیَالِهٖ، دِیْنَارٌ یُّنفِقُهُ عَلٰی فَرَسِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، وَ دِیْنَارٌ یُّنفِقُهُ عَلٰی اَصْحَابِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ: بَدَأَ بِالْعِیَالِ، ثُمَّ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ: اَیُّ رَجُلٍ اَعْظَمُ أَجْرًا مِّنْ رَّجُلٍ یُنفِقُ عَلٰی عِیَالٍ صِغَارٍ یُعِفُّهُمُ اللّٰهُ، اَوْ یَنْفَعُهُمُ اللّٰهُ بِهٖ یُغْنِیْهِمْ۔ (مسلم، ترمذی)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اجر و ثواب کے لحاظ سے بڑھا ہوا وہ دینار ہے جو آدمی اپنے بال بچوں اور زیرِ کفالت لوگوں پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار بھی جو مجاہد اپنے گھوڑے پر صرف کرتا ہے اور اس پر سوار ہو کر جہاد کرتا ہے اور وہ دینار بھی جو آدمی اپنے مجاہد ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے،" ابوقلابہ کہتے ہیں کہ "دیکھو سب سے پہلے بال بچوں پر خرچ کیے جانے والے دینار کا ذکر کیا،" اس کے بعد ابوقلابہ نے کہا "اس آدمی سے بڑھ کر اجر و ثواب کا مستحق اور کون ہوسکتا ہے جو اپنے چھوٹے کم زور بچوں پر خرچ کرتا ہے جس کے نتیجے میں وہ بھیک مانگنے اور دوسروں کے دروازے پر جانے سے محفوظ رہتے ہیں۔"

﴿۱۵۱﴾ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْکَرِبَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَآ اَطْعَمْتَ نَفْسَکَ فَهُوَ لَکَ صَدَقَةٌ، وَمَآ اَطْعَمْتَ وَلَدَکَ فَهُوَ لَکَ صَدَقَةٌ، وَمَآ اَطْعَمْتَ زَوْجَتَکَ فَهُوَ لَکَ صَدَقَةٌ، وَمَآ أَطْعَمْتَ خَادِمَکَ فَهُوَ لَکَ صَدَقَةٌ۔ (ترغیب و ترہیب بحوالۂ احمد)

ترجمہ: حضرت مقدام ابن معد یکرب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو کھانا تو کھائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کھانا اپنے بچوں کو کھلائے وہ بھی صدقہ ہے اور جو تو اپنی بیوی کو کھلائے وہ بھی صدقہ ہے اور جو اپنے نوکر کو کھلائے وہ بھی صدقہ ہے۔''

〈۱۵۲〉 عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: مَا مِنْ مُّسْلِمٍ یَّغْرِسُ غَرْسًا اِلَّا کَانَ مَا اُکِلَ مِنْهُ لَهٗ صَدَقَةٌ، وَلَا یَرْزَؤُهٗ اَحَدٌ اِلَّا کَانَ لَهٗ صَدَقَةٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کوئی مسلمان درخت (باغ) لگائے، اور اس کے پھلوں سے چڑیاں کھائیں یا غریب آدمی کھالے تو اس کا ثواب اسے ملے گا، نامۂ اعمال میں اسے صدقہ لکھا جائے گا۔ اسی طرح باغ کے پھلوں کو چور لے گئے، کسی نے چھین لیا تو یہ سب اس کے نامۂ اعمال میں بطور صدقہ قیامت تک کے لیے لکھا جاتا رہے گا۔''

تشریح: اس حدیث میں باغ لگانے کا ذکر ہے دوسری حدیثوں میں اس کے ساتھ کھیتی کا بھی ذکر ہے۔ آپؐ نے باغ لگایا اس پر محنت اور رقم صرف کی، جب اس نے پھل دیئے تو کچھ چڑیاں کھا گئیں، کسی بھوکے غریب آدمی نے اس سے فائدہ اٹھایا، یا چور چُرا لے گئے یا زبردستی کوئی چھین لے گیا تو وہ بظاہر نظر برباد ہوتا معلوم ہوتا ہے لیکن حضوؐر فرماتے ہیں کہ نہیں، اس پر اجر و ثواب ملے گا۔

غلاموں کی آزادی، یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک

〈۱۵۳〉 وَ عَنْ مَّالِکِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ: مَنْ ضَمَّ یَتِیْمًا مِّنْ اَبَوَیْنِ مُسْلِمَیْنِ اِلٰی طَعَامِهٖ وَ شَرَابِهٖ حَتّٰی یَسْتَغْنِیَ عَنْهُ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ الْبَتَّةَ، وَ مَنْ أَعْتَقَ امْرَأً مُّسْلِمًا کَانَ فِکَاکُهٗ مِنَ النَّارِ یَجْزِیْ بِکُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنْهُ مِنَ النَّارِ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ مسند احمد)

ترجمہ: حضرت مالک بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا، ''جو مسلمان والدین کے یتیم بچے کو کھلائے پلائے یہاں تک کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا

ہو جائے (بالغ ہو جائے) تو ایسے شخص کو یقیناً جنت ملے گی، اور جو کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے گا تو یہ کام جہنم سے اس کی نجات کا باعث بنے گا، غلام کے ہر عضو کے بدلے اس کا عضو جہنم سے نجات پائے گا۔"

کس کا صدقہ قبول نہ ہوگا

﴿۱۵۴﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ لَا یُعَذِّبُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَنْ رَّحِمَ الْیَتِیْمَ وَلَانَ لَهٗ فِی الْکَلَامِ وَ رَحِمَ یُتْمَهٗ وَضَعْفَهٗ، وَلَمْ یَتَطَاوَلْ عَلٰی جَارِهٖ بِفَضْلِ مَآ اٰتَاهُ اللّٰهُ، وَ قَالَ یَآ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ صَدَقَةً مِّنْ رَجُلٍ وَّلَهٗ قَرَابَةٌ مُّحْتَاجُوْنَ اِلٰی صِلَتِهٖ وَ یَصْرِفُهَآ اِلٰی غَیْرِهِمْ، وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے دینِ حق دے کر بھیجا ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب نہیں دیں گے جنہوں نے دُنیا میں یتیموں پر رحم کیا ہوگا، اُن سے نرم انداز میں بات کی ہوگی، اور اُن کی یتیمی اور کم زوری پر ترس کھایا ہوگا۔ اور اپنے پڑوسی کے مقابلے میں اپنے کثرتِ دین کی وجہ سے برتری نہ جتائی ہو۔" نیز آپؐ نے یہ بھی فرمایا: "اے محمدؐ کی امت کے لوگو، قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے دینِ حق دے کر بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص کا صدقہ قبول نہیں کرے گا جس کے کچھ رشتہ دار ہوں جو اس کی صلہ رحمی کے محتاج ہوں اور وہ ان کو دینے کے بجائے دوسرے لوگوں کو دے دے۔" ایک دوسری حدیث کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ: "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ایسے شخص کی طرف قیامت کے دن اللہ تعالیٰ شفقت کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔"

گیارہ باتوں کی وصیت

﴿۱۵۵﴾ عَنْ مُّعَاذٍ قَالَ: أَخَذَ بِیَدِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَمَشٰی قَلِیْلًا، ثُمَّ قَالَ یَا مُعَاذُ، أُوْصِیْکَ بِتَقْوَی اللّٰهِ، وَ صِدْقِ الْحَدِیْثِ، وَ وَفَآءِ الْعَهْدِ، وَ اَدَآءِ

الْاَمَانَةِ، وَتَرْکِ الْخِیَانَةِ، وَ رُحْمِ الْیَتِیْمِ، وَ حِفْظِ الْجِوَارِ، وَ کَظْمِ الْغَیْظِ، وَلِیْنِ الْکَلَامِ، وَ بَذْلِ السَّلَامِ، وَ لُزُوْمِ الْاِمَامِ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ بیہقی)

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور تھوڑی دور چلے، پھر فرمایا: ''اے معاذ، میں تمہیں اللہ کی نافرمانی سے بچنے، سچ بولنے، عہد کو پورا کرنے، امانت کو ٹھیک ٹھیک پہنچانے، خیانت نہ کرنے، یتیم پر رحم کرنے، پڑوسی کے حقوق کی حفاظت کرنے، غصے کو دبانے، لوگوں سے نرم انداز میں گفتگو کرنے اور لوگوں کو سلام کرنے کی وصیّت کرتا ہوں اور اس بات کی بھی وصیت کرتا ہوں کہ وقت کے خلیفہ سے چمٹے رہنا (نہ اس سے الگ ہونا نہ اس کے خلاف محاذ بنانا)۔''

تشریح: اور اگر اسلامی حکومت نہ ہو نہ اس کا سربراہ ہو، تب کس سے چمٹیں؟ کیا باطل سے؟ کیا باطل پرست جماعتوں سے؟ نہیں، ہرگز نہیں، پھر کیا اطمینان سے منتشر بھیڑوں کی طرح زندگی گزاریں؟ نہیں، پھر کیا کریں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جماعت بنو، جماعتی حیثیت سے دین کی دعوت دو، دعوت دیتے رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں میں برکت دے اور دینی بہار آجائے یا اسی حالت میں موت آجائے، کتنی اشرف واعلیٰ ہے ایسی موت!!

حضورؐ نے وصال سے پانچ دن پہلے اُمت کو کیا وصیت کی؟

﴿۱۵۶﴾ عَنْ کَعْبِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: عَھِدِیْ بِنَبِیِّکُمْ ﷺ قِیْلَ وَفَاتِہٖ بِخَمْسِ لَیَالٍ، فَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ: لَمْ یَکُنْ نَبِیٌّ اِلَّا وَلَہٗ خَلِیْلٌ مِّنْ اُمَّتِہٖ: وَ اِنَّ خَلِیْلِیْ اَبُوْ بَکْرِ ،بْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ، وَ اِنَّ اللّٰہَ اتَّخَذَ صَاحِبَکُمْ خَلِیْلاً، اَلَا وَ اِنَّ الْاُمَمَ مِنْ قَبْلِکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِیَآءِ ھِمْ مَسَاجِدَ، وَ اِنِّیْ اَنْھَاکُمْ عَنْ ذٰلِکَ۔ اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَ اُغْمِیَ عَلَیْہِ ھُنَیْھَةً، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ، اَشْبِعُوْا بُطُوْنَھُمْ، وَاکْسُوْا ظُھُوْرَھُمْ وَ اَلِیْنُوْا الْقَوْلَ لَھُمْ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ طبرانی)

ترجمہ: حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور ﷺ کی وفات سے پانچ دن پہلے حضورؐ سے میری جو ملاقات ہوئی وہ مجھے یاد ہے، اُس دن میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا کہ:

''ہر نبی کے لیے اس کی امت میں سے کوئی نہ کوئی خلیل ضرور ہوا ہے اور میرے خلیل ابوبکرؓ ابن ابی قحافہ ہیں، اور اللہ نے اپنے نبی محمدؐ کو اپنا خلیل بنایا۔ سنو، تم سے پہلے کے لوگ اپنے نبی کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا کرتے تھے، اور میں تم کو اس سے روکتا ہوں'' (وفات کے بعد میری قبر پر سجدہ نہ ہونے پائے) پھر اس کے بعد فرمایا: ''اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا؟'' (یہ بات آپؐ نے تین بار فرمائی) پھر آپؐ نے فرمایا: ''اے اللہ! تو گواہ رہ'' (یہ بھی تین دفعہ دُہرایا) اس کے بعد تھوڑی دیر کے لیے آپؐ پر غشی طاری ہوئی اور جب غشی دُور ہوئی تو فرمایا: ''اپنے غلاموں کے سلسلے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، اللہ سے ڈرتے رہنا، ان کو پیٹ بھر کھانا دینا، پہننے کے لیے کپڑے دینا اور ان سے نرمی سے بات کرنا۔''

تشریح: یہی حکم گھر کے مستقل خادم کے لیے بھی ہے۔

پڑوسی کے حقوق

〈۱۵۷〉 عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ اَغْلَقَ بَابَهٗ دُوْنَ جَارِهٖ مَخَافَةً عَلٰى اَهْلِهٖ وَ مَالِهٖ، فَلَيْسَ ذٰلِکَ بِمُؤْمِنٍ، وَ لَيْسَ بِمُؤْمِنٍ مَّنْ لَمْ يَاْمَنْ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ. اَتَدْرِیْ مَا حَقُّ الْجَارِ؟: اِذَا اسْتَعَانَکَ اَعَنْتَهٗ، وَ اِذَا اسْتَقْرَضَکَ اَقْرَضْتَهٗ، وَ اِذَا افْتَقَرَ عُدْتَّ عَلَيْهِ، وَ اِذَا مَرِضَ عُدْتَّهٗ وَ اِذَآ اَصَابَهٗ خَيْرٌ هَنَّأْتَهٗ، وَ اِذَآ اَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ عَزَّيْتَهٗ، وَ اِذَا مَاتَ اتَّبَعْتَ جَنَازَتَهٗ، وَلَا تَسْتَطِيْلُ عَلَيْهِ بِالْبُنْيَانِ فَتَحْجُبُ عَنْهُ الرِّيْحَ اِلَّا بِاِذْنِهٖ، وَلَا تُؤْذِهٖ بِقُتَارِ رِيْحِ قِدْرِکَ اِلَّآ اَنْ تَغْرِفَ لَهٗ مِنْهَا، وَ اِنِ اشْتَرَيْتَ فَاكِهَةً فَاهْدِ لَهٗ، فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَاَدْخِلْهَا سِرًّا، وَلَا يَخْرُجْ بِهَا وَلَدُکَ لِيَغِيْظَ بِهَا وَلَدَهٗ. (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: عمرو بن شعیب کے دادا سے روایت ہے، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے پڑوسی سے اپنے گھر والوں اور مال کے بارے میں خطرہ محسوس کیا اور دروازہ بند کر کے سویا تو ایسا پڑوسی مومن نہیں ہے اور وہ بھی مومن نہیں ہے جس کا پڑوسی اس کے ظلم اور دست درازی سے مطمئن نہ ہو۔ کیا تم جانتے ہو کہ پڑوسی کا کیا حق ہے؟ اگر وہ مدد کا طالب ہو تو اس کی مدد کرو، اگر وہ قرضہ مانگے تو اس کو قرضہ دو، اگر وہ فقر و فاقہ کا شکار ہو تو اس کو نفع پہنچاؤ، اگر وہ بیمار پڑ جائے تو اس کی

عیادت کرو، اگر کوئی مسرت اس کو حاصل ہو تو مبارک باد دو، مصیبت میں گرفتار ہو تو صبر کی تلقین کرو، اگر وہ مر جائے تو اس کے پیچھے قبرستان تک جاؤ، اس کے گھر سے اونچا گھر بنا کر اس کے گھر کی ہوا نہ روکو، البتہ اگر وہ اجازت دے تو اپنا گھر اونچا کر سکتے ہو، تم اپنی ہانڈی کے گوشت کی خوش بو سے اس کو تکلیف مت پہنچاؤ الا یہ کہ اس کے گھر بھی بھیجو، اور اگر اپنے بچوں کے لیے میوے خریدو تو اس کے یہاں بھی بھیجو، اگر تم ایسا نہ کر سکو تو اپنے گھر میں چپکے سے لاؤ اور تمہارے بچے میوے لے کر باہر کھاتے ہوئے نہ نکلیں ورنہ تمہارے غریب پڑوسی کے بچے غمگین ہوں گے، کڑھن محسوس کریں گے۔"

ایمان کب درست ہوتا ہے؟

﴿۱۵۸﴾ وَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: لَا یَسْتَقِیْمُ قَلْبُہٗ حَتّٰی یَسْتَقِیْمَ لِسَانُہٗ، وَلَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ رَجُلٌ لَّا یَأْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ۔

(ترغیب وترہیب بحوالۂ احمد وابن ابی الدنیا)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "کسی بندے کا ایمان درست نہیں ہوسکتا جب تک اس کا دل درست نہ ہو، اور اس کا دل ٹھیک نہیں ہوسکتا جب تک اس کی زبان ٹھیک نہ ہو، اور کوئی ایسا شخص جنت میں نہ جاسکے گا جس کے پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہوں۔"

صحیفۂ ابراہیمؑ اور صحیفۂ موسیٰؑ کی تعلیمات اور حضورؐ کی دس وصیتیں

﴿۱۵۹﴾ وَ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، مَا کَانَتْ صُحُفُ اِبْرَاھِیْمَ؟ قَالَ: کَانَتْ اَمْثَالًا کُلُّھَا، اَیُّھَا الْمَلِکُ الْمُسَلَّطُ الْمُبْتَلَی الْمَغْرُوْرُ: اِنِّیْ لَمْ اَبْعَثْکَ لِتَجْمَعَ الدُّنْیَا بَعْضَھَا عَلٰی بَعْضٍ، وَلٰکِنِّیْ بَعَثْتُکَ لِتَرُدَّ عَنِّیْ دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ، فَاِنِّیْ لَآ اَرُدُّھَا، وَ اِنْ کَانَتْ مِنْ کَافِرٍ؟ وَ عَلَی الْعَاقِلِ مَالَمْ یَکُنْ مَغْلُوْبًا عَلٰی عَقْلِہٖ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ سَاعَاتٌ: فَسَاعَۃٌ یُّنَاجِیْ فِیْھَا رَبَّہٗ، وَ سَاعَۃٌ یُّحَاسِبُ فِیْھَا نَفْسَہٗ وَ سَاعَۃٌ یَّتَفَکَّرُ فِیْھَا فِیْ صُنْعِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ، وَ

سَاعَةٌ يَّخْلُوْا فِيْهَا لِحَاجَتِهٖ مِنَ الْمَطْعَمِ وَالْمَشْرَبِ، وَ عَلَى الْعَاقِلِ اَنْ لَّا يَكُوْنَ ظَاعِنًا اِلَّا لِثَلَاثٍ: تَزَوُّدٍ لِّمَعَادٍ أَوْ مَرَمَّةٍ لِّمَعَاشٍ، أَوْ لَذَّةٍ فِيْ غَيْرِ مُحَرَّمٍ۔ وَ عَلَى الْعَاقِلِ اَنْ يَّكُوْنَ بَصِيْرًا بِزَمَانِهٖ مُقْبِلًا عَلٰى شَأْنِهٖ حَافِظًا لِّلِسَانِهٖ وَ مَنْ حَسِبَ كَلَامَهٗ مِنْ عَمَلِهٖ قَلَّ كَلَامُهٗ إِلَّا فِيْمَا يَعْنِيْهِ، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَمَا كَانَتْ صُحُفُ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ؟ قَالَ: كَانَتْ عِبَرًا كُلُّهَا: عَجِبْتُ لِمَنْ أَيْقَنَ بِالْمَوْتِ ثُمَّ يَفْرَحُ، عَجِبْتُ لِمَنْ أَيْقَنَ بِالنَّارِ ثُمَّ هُوَ يَضْحَكُ۔ عَجِبْتُ لِمَنْ أَيْقَنَ بِالْقَدَرِ ثُمَّ هُوَ يَنْصَبُ عَجِبْتُ لِمَنْ رَّأَى الدُّنْيَا وَ تَقَلُّبَهَا بِاَهْلِهَا، ثُمَّ اطْمَأَنَّ إِلَيْهَا۔ عَجِبْتُ لِمَنْ أَيْقَنَ بِالْحِسَابِ غَدًا ثُمَّ لَا يَعْمَلُ۔ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَوْصِنِيْ۔ قَالَ: اُوْصِيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ، فَإِنَّهَا رَأْسُ الْاَمْرِ كُلِّهٖ۔ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زِدْنِيْ، قَالَ: عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، فَاِنَّهٗ نُوْرٌ لَّكَ فِي الْاَرْضِ وَ ذُخْرٌ لَّكَ فِي السَّمَآءِ۔ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! زِدْنِيْ؟ قَالَ: إِيَّاكَ وَ كَثْرَةَ الضَّحِكِ، فَإِنَّهٗ يُمِيْتُ الْقَلْبَ، وَ يَذْهَبُ بِنُوْرِ الْوَجْهِ، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! زِدْنِيْ، قَالَ: عَلَيْكَ بِالْجِهَادِ، فَإِنَّهٗ رَهْبَانِيَّةُ اُمَّتِيْ۔ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! زِدْنِيْ، قَالَ اَحِبَّ الْمَسَاكِيْنَ وَ جَالِسْهُمْ، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! زِدْنِيْ، قَالَ: اُنْظُرْ إِلٰى مَنْ هُوَ تَحْتَكَ وَلَا تَنْظُرْ إِلٰى مَا هُوَ فَوْقَكَ، فَإِنَّهٗ أَجْدَرُ أَنْ لَا تَزْدَرِيَ نِعْمَةَ اللّٰهِ عِنْدَكَ۔ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زِدْنِيْ، قَالَ: قُلِ الْحَقَّ وَ إِنْ كَانَ مُرًّا۔ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زِدْنِيْ، قَالَ: لِيَرُدَّكَ عَنِ النَّاسِ مَا تَعْلَمُهٗ مِنْ نَّفْسِكَ وَلَا تَجِدُ عَلَيْهِمْ فِيْمَا تَأْتِيْ، وَ كَفٰى بِكَ عَيْبًا أَنْ تَعْرِفَ مِنَ النَّاسِ مَا تَجْهَلُهٗ مِنْ نَّفْسِكَ، وَ تَجِدَ عَلَيْهِمْ فِيْمَا تَأْتِيْ، ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى صَدْرِيْ، فَقَالَ: يَآ أَبَا ذَرٍّ، لَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيْرِ، وَلَا وَرَعَ كَالْكَفِّ، وَلَا حَسَبَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ ابن حبان)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تعلیمات تھیں؟ تو آپؐ نے فرمایا: ''صحیفۂ ابراہیمی کی کل

تعلیمات تمثیل کی زبان میں پیش کی گئی تھیں، اور وہ یہ ہے، اے فریب خوردہ بادشاہ، تجھ کو اقتدار دے کر آزمائش میں ڈالا گیا ہے، میں نے تجھ کو اس لیے نہیں بھیجا ہے کہ دُنیا کا مال جمع کر کے ڈھیر لگائے بلکہ میں نے تجھ کو اس لیے بادشاہ بنایا ہے تاکہ تو اپنے انصاف کے ذریعے مظلوموں کی دُعا کو مجھ تک پہنچنے سے روکے، کیوں کہ مظلوم کی پکار کو میں رد نہیں کرتا اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اور عقل مند کے لیے جب تک وہ ہوش وحواس میں ہے ضروری ہے کہ اپنے اوقات کی تقسیم کرلے، کچھ وقت خدا سے دُعا و مناجات میں لگائے، کچھ وقت اپنا آپ احتساب کرے، کچھ وقت اللہ کی قدرت کے کرشموں میں اور اس کی بنائی ہوئی چیزوں پر غور وفکر کرے۔ اور کچھ وقت ایسا ہو جس میں کھانے پینے کی فکر کرے۔ اور عقل مند کے لیے ضروری ہے کہ صرف تین چیزوں کے لیے سفر کرے۔ آخرت کا توشہ جمع کرنے کے لیے یا اپنی معاش کی درستگی کے لیے یا حلال لذّت کے حصول کے لیے۔ اور عقل مند کے لیے ضروری ہے کہ زمانہ شناس ہو اور اپنی اصلاح حال کی طرف متوجہ رہے۔ اپنی زبان کو قابو میں رکھے —— جو شخص اپنی زبان سے نکلی ہوئی بات کا محاسبہ کرے گا، تو صرف وہی باتیں اس کی زبان سے نکلیں گی جو مفید ہوں گی، (لایعنی باتوں سے اپنی زبان بند رکھے گا)۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ، موسیٰ علیہ السّلام کے صحیفوں میں کیا تعلیمات تھیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ''وہ کل کی کل عبرت اور موعظت پر مشتمل ہیں مثلاً اس میں یہ ہے: ''ان لوگوں پر مجھے تعجب ہوتا ہے جنہیں موت کا یقین ہو اور دنیا کے مال ومتاع پر نازاں ہوں، اس شخص پر بھی مجھے تعجب ہوتا ہے جسے جہنم کا یقین ہو اور اسے ہنسی آتی ہو۔'' اس شخص پر بھی مجھے تعجب ہوتا ہے جو تقدیر (خدا کے فیصلے) پر بھی یقین رکھتا ہے پھر وہ حصولِ دنیا میں ہلکان ہوتا ہے۔ مجھے اس شخص پر بھی تعجب ہوتا ہے جو دنیا اور اس کے تغیرات کو دیکھتا ہے پھر اس کو اپنا نصب العین بناتا ہے۔ اس شخص پر بھی مجھے تعجب ہوتا ہے جو کل قیامت کے دن کے محاسبہ کا یقین رکھتا ہے اور عمل نہیں کرتا ہے۔'' اس کے بعد میں نے عرض کیا ''اے اللہ کے رسولؐ مجھے وصیت فرمائیے۔'' آپؐ نے فرمایا کہ: ''میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اس لیے کہ یہ تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔'' میں نے کہا کہ: ''اے اللہ کے رسولؐ، کچھ اور فرمائیے؟'' آپؐ نے فرمایا: ''قرآن کی تلاوت اور اللہ کے ذکر (نماز) کو اپنے لیے لازم کرلو۔ یہ چیز زمین میں تمہارے لیے روشنی ثابت ہوگی۔ (اس کے ذریعے دنیا میں راہِ حق پر چل سکو گے) اور آسمان میں تمہارے کام آئے گی۔''

میں نے کہا ''اللہ کے رسولؐ مزید ارشاد ہو!'' آپؐ نے فرمایا کہ ''بہت زیادہ ہنسنے سے اپنے آپ کو بچاؤ اس لیے کہ یہ قلب کو مردہ کر دیتا ہے اور چہرے کے نور کو ختم کر دیتا ہے۔'' میں نے کہا ''اے اللہ کے رسولؐ، کچھ اور نصیحت کیجیے!'' آپؐ نے فرمایا ''اللہ کی راہ میں جہاد کو اپنے اوپر لازم کرو، یہ جہاد میری امت کی رہبانیت ہے۔'' میں نے کہا، ''اے اللہ کے رسولؐ، کچھ اور نصیحت کیجیے!'' آپؐ نے فرمایا ''غریبوں سے محبت کرو اور ان کی صحبت اختیار کرو۔'' میں نے کہا، ''اے اللہ کے رسولؐ! کچھ اور!'' آپؐ نے فرمایا: ''جو لوگ تم سے مال و جاہ کے لحاظ سے کم ہوں ان کی طرف دیکھو اور اُن لوگوں پر نظر نہ ڈالو جو دنیاوی جاہ و مرتبہ میں تم سے بڑھے ہوئے ہوں، اس لیے کہ اس سے تمہارے دل میں اللہ کی نعمت کی ناقدری کا جذبہ نہیں پیدا ہوگا۔'' میں نے کہا ''اے اللہ کے رسولؐ، کچھ مزید ارشاد فرمائیں!'' آپؐ نے فرمایا ''ٹھیک بات کہا کرو اگر چہ وہ لوگوں کو بُری لگے۔'' میں نے کہا ''اے اللہ کے رسولؐ، مزید ارشاد ہو!'' آپؐ نے فرمایا: ''تمہارے اندر جو عیوب اور کمزوریاں ہیں جن کو تم خوب جانتے ہو ان پر نظر رکھو اور لوگوں کے عیوب نہ ڈھونڈو، اور وہ کام جو تم کرو اگر دوسرے کریں تو ان پر تمہیں غصہ نہیں آنا چاہیے۔ اور آدمی کے لیے یہ عیب کافی ہے کہ وہ اپنے عیوب کو نہ پہچانے اور دوسروں کے عیوب ڈھونڈتا پھرے، اور جو کام خود کرتا ہے اس کے کرنے پر دوسروں سے ناراض ہو۔'' پھر آپؐ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا اور فرمایا: ''اے ابوذر، بڑا عقل مند وہ ہے جو مدبّر ہو، انجام کو سوچ کر کام کرنے والا ہو اور سب سے بڑی پرہیزگاری حرام سے بچنا ہے، اور سب سے بڑی شرافت حسنِ اخلاق ہے۔''

قابلِ رشک کون ہے؟

〈۱۶۰〉 عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا حَسَدَ اِلَّا فِيْ ثِنْتَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارَ وَ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهٗ فِي الْحَقِّ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''دو ہی آدمی رشک کے قابل ہیں، ایک وہ جسے اللہ نے قرآن کا علم دیا تو وہ اسے پڑھتا پڑھاتا اور اس پر عمل کرتا ہے، رات کے اوقات میں بھی دن کے اوقات میں

بھی، اور دوسرا وہ شخص، جس کو اللہ نے مال دیا، جسے وہ رات اور دن کے اوقات میں صحیح جگہ پر خرچ کرتا ہے۔"

اللہ کے عذاب کو کون لوگ دعوت دیتے ہیں؟

‹۱۶۱› عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِذَا ظَهَرَ الزِّنَا وَالرِّبَا فِيْ قَرْيَةٍ فَقَدْ اَحَلُّوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَذَابَ اللّٰهِ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ حاکم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا "جب کسی قوم یا بستی میں بدکاری اور سود خوری نمایاں طور پر ہونے لگے تو یوں سمجھو گویا لوگوں نے اپنے کو عذابِ الٰہی کے مستحق ہونے کا اعلان کیا۔"

پیپ کے حوض میں کس کو رکھا جائے گا؟

‹۱۶۲› عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُهٗ دُوْنَ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، وَ مَنْ خَاصَمَ فِيْ بَاطِلٍ وَّ هُوَ يَعْلَمُ لَمْ يَزَلْ فِيْ سَخَطِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْزِعَ، وَ مَنْ قَالَ فِيْ مُؤْمِنٍ مَّا لَيْسَ فِيْهِ اَسْكَنَهُ اللّٰهُ رَدْغَةَ الْخَبَالِ حَتّٰى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہٗ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ "جس نے اللہ کی بیان کردہ سزاؤں میں سے کسی سزا کو روکنے کے لیے سفارش کی اور جس نے جان بوجھ کر باطل کی حمایت کی تو ایسے لوگوں سے اللہ ناراض رہے گا یہاں تک کہ وہ توبہ کرلیں اور جس شخص نے کسی صاحبِ ایمان پر تہمت لگائی تو اسے ہلاکت کی جگہ (جہنم) میں جگہ دے گا اِلاّ یہ کہ وہ توبہ کرے اور اپنے بھائی سے معافی مانگے۔"

چار باتوں کی وصیت

‹۱۶۳› وَ عَنْ اَبِيْ جُرَيٍّ جَابِرِ بْنِ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَجُلاً يَّصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَأْيِهٖ، لَا يَقُوْلُ شَيْئًا اِلَّا صَدَرُوْا عَنْهُ۔ قُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قَالُوْا:

رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ: قُلْتُ عَلَیْکَ السَّلَامُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ قَالَ: لَا تَقُلْ: عَلَیْکَ السَّلَامُ، عَلَیْکَ السَّلَامُ تَحِیَّۃُ الْمَیِّتِ قُلِ السَّلَامُ عَلَیْکَ۔ قَالَ: قُلْتُ: أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ؟ قَالَ: اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ الَّذِیْ اَصَابَکَ ضُرٌّ، فَدَعَوْتَہٗ کَشَفَہٗ عَنْکَ وَ اِنْ اَصَابَکَ عَامُ سَنَۃٍ فَدَعَوْتَہٗ اَنْبَتَھَا لَکَ، وَ اِذَا کُنْتَ بِاَرْضٍ قَفْرٍ، أَوْ فَلَاۃٍ، فَضَلَّتْ رَاحِلَتُکَ فَدَعَوْتَہٗ رَدَّھَا عَلَیْکَ، قَالَ قُلْتُ: اِعْھَدْ اِلَیَّ۔ قَالَ: لَا تَسُبَّنَّ اَحَدًا، فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَہٗ حُرًّا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا بَعِیْرًا وَّلَا شَاۃً۔ قَالَ: وَلَا تَحْقِرَنَّ شَیْئًا مِنَ الْمَعْرُوْفِ، وَارْفَعْ اِزَارَکَ اِلٰی نِصْفِ السَّاقِ، فَاِنْ اَبَیْتَ، فَاِلَی الْکَعْبَیْنِ، وَ اِیَّاکَ وَ اِسْبَالَ الْاِزَارِ، فَاِنَّھَا مِنَ الْمَخِیْلَۃِ، وَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمَخِیْلَۃَ، وَ اِنِ امْرُءٌ شَتَمَکَ وَ عَیَّرَکَ بِمَا یَعْلَمُ فِیْکَ فَلَا تُعَیِّرْہُ بِمَا تَعْلَمُ فِیْہِ فَاِنَّمَا وَبَالُ ذٰلِکَ عَلَیْہِ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ ابوداؤد، ترمذی ونسائی)

ترجمہ: حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ لوگوں کا مرجع بنا ہوا ہے جو بات اس کی زبان سے نکلتی ہے اسے قبول کر لیتے ہیں اختلافات نہیں کرتے، میں نے پوچھا یہ ''کون شخص ہے؟'' لوگوں نے بتایا یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ میں اُن کے پاس گیا اور ان الفاظ کے ساتھ سلام کیا، عَلَیْکَ السَّلَامُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، آپؐ نے فرمایا ''عَلَیْکَ السَّلَامُ نہ کہو، جب کوئی مر گیا ہو تو اُسے اس طرح سے دُعا دیتے ہیں تم اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ کہا کرو (جب زندہ آدمی کو سلام کرو)۔'' میں نے پوچھا '' آپ اللہ کے رسول ہیں؟'' حضور ﷺ نے فرمایا '' ہاں میں اللہ کا رسول ہوں جسے تم مصیبت میں پکارو تو مصیبت دور کر دے اور اگر پانی نہ برسے اور اُسے تم پکارو تو پانی برسائے اور غلّہ اُگائے اور اگر تم کسی چٹیل علاقے یا بیابان میں سفر کر رہے ہو اور تمہاری اونٹنی کھو جائے اور اسے پکارو تو تمہاری اونٹنی واپس لائے۔'' میں نے عرض کیا '' مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔'' آپؐ نے فرمایا '' کبھی کسی کو گالی نہ دینا، بُرا بھلا نہ کہنا'' (جابر بن سلیمؓ کہتے ہیں) اس کے بعد میں نے نہ تو کسی آزاد کو گالی دی۔ اور نہ غلام کو اور نہ کبھی کسی اونٹ یا بکری کو بُرا بھلا کہا، حضور ﷺ نے دوسری وصیت یہ فرمائی '' کسی کے ساتھ احسان کو حقیر نہ جانو (یوں نہ سوچو کہ میں یہ معمولی احسان کیا کروں کیوں کہ ہر احسان چاہے وہ کتنا ہی معمولی ہو اللہ کے یہاں اس کی

بڑی قدر ہے)۔ اور اے جابر، تم اپنا تہہ بند نصف پنڈلی تک رکھو اور زیادہ سے زیادہ ٹخنوں تک کی گنجائش ہے، خبردار ٹخنوں کے نیچے تمہارا تہہ بند نہ جائے اس لیے کہ یہ تکبّر کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا، اور اگر کوئی آدمی تمہیں بُرا بھلا کہے اور تمہارے کسی عیب کو بیان کر کے شرمندہ کرے جو اُسے معلوم ہو تو تم اس کے کسی عیب سے عار مت دلاؤ جو تمہیں معلوم ہو تو اللہ اس سے بدلہ لے گا۔"

ظلم اور حرص وبخل

﴿۱۶۴﴾ وَ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: اِتَّقُوا الظُّلْمَ، فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ یَّوْمَ الْقِیَامَۃِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَإِنَّ الشُّحَّ اَہْلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ، حَمَلَہُمْ عَلٰی أَنْ سَفَکُوْا دِمَآءَ ہُمْ، وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَہُمْ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ظلم سے بچو، اس لیے کہ ظلم قیامت کے دن ظالم کے لیے تاریکیوں (مصیبتوں) کا موجب بنے گا۔ اور شُحّ سے بچو، اس لیے کہ اسی چیز نے تم سے پہلے کے لوگوں کو تباہ کیا۔ اسی نے لوگوں کو قتل وخونریزی پر آمادہ کیا اور جان، مال، آبرو کی بربادی اور دوسرے گناہوں کی محرک ہوئی۔"

تشریح: شُحّ کے معنی مال کی حرص، بخل اور خود غرضی کے ہیں، لینے کی خواہش اور دینے سے انکار واعراض۔

پانچ بُرے کام

﴿۱۶۵﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: یَا مَعْشَرَ الْمُھَاجِرِیْنَ خِصَالٌ خَمْسٌ اِنِ ابْتُلِیْتُمْ بِھِنَّ وَ نَزَلْنَ بِکُمْ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ تُدْرِکُوْھُنَّ، لَمْ تَظْھَرِ الْفَاحِشَۃُ فِیْ قَوْمٍ قَطُّ حَتّٰی یُعْلِنُوْا بِھَآ اِلَّا فَشَا فِیْھِمُ الْاَوْجَاعُ الَّتِیْ لَمْ تَکُنْ فِیْ اَسْلَافِھِمْ، وَلَمْ یَنْقُصُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِلَّآ اُخِذُوْا بِالْقِنِیْنَ وَ شِدَّۃِ الْمُؤْنَۃِ وَ جَوْرِ السُّلْطَانِ، وَلَمْ یَمْنَعُوْا زَکَاۃَ اَمْوَالِھِمْ اِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَآءِ، وَلَوْلَا الْبَھَآئِمُ لَمْ یُمْطَرُوْا، وَلَا نَقَضُوْا عَھْدَ اللّٰہِ وَ عَھْدَ رَسُوْلِہٖ اِلَّا سُلِّطَ عَلَیْھِمْ

عَدُوٌّ مِّنْ غَيْرِهِمْ فَيَأْخُذُ بَعْضَ مَا فِيْ اَيْدِيْهِمْ، وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ اِلَّا جُعِلَ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ۔ (بیہقی، ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”پانچ برائیاں ایسی ہیں کہ اگر تم ان میں مبتلا ہوئے اور یہ تمہارے اندر گھس آئیں تو بہت بُرا ہوگا۔ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ یہ پانچوں برائیاں تمہارے اندر پیدا ہوں۔

(۱) زنا۔ یہ اگر کسی گروہ میں علانیہ ہونے لگے تو انہیں ایسی ایسی بیماریاں لاحق ہوں گی جو پہلوں میں نہیں تھیں۔

(۲) ناپ اور تول میں کمی۔ یہ برائی کسی قوم میں پیدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان پر قحط اور خشک سالی مسلّط کرتا ہے اور ظالم اقتدار کے ظلم کا نشانہ بنتی ہے۔

(۳) زکوٰۃ نہ دینا۔ یہ خرابی جن لوگوں میں پیدا ہوتی ہے ان پر آسمان سے پانی برسنا رُک جاتا ہے اگر اس علاقے میں جانور یا چڑیاں نہ ہوں تو ذرا بھی بارش نہ ہو۔

(۴) اللہ و رسولؐ سے غداری اور عہد شکنی۔ یہ خرابی جب رونما ہوتی ہے تو اللہ ان کے اوپر غیر مسلم دشمن کو مسلّط کر دیتا ہے جو اُن کی بہت کچھ چیزیں چھین لیتا ہے۔

(۵) اگر مسلمان حکمران خدا کی کتاب کے مطابق حکومت نہ کریں تو اللہ تعالیٰ مسلم معاشرہ میں پھوٹ ڈال دیتا ہے اور وہ آپس میں کشت و خون کرنے لگتے ہیں۔“

تشریح: یہ باتیں مہاجرین کے سامنے حضور ﷺ نے اس وجہ سے ارشاد فرمائیں کہ اسلامی حکومت کی باگ ڈور انہیں کے ہاتھ میں آنے والی ہے اور یہ اس لیے کہ یہ لوگ کتاب و سنت کا علم انصار کے مقابلے میں زیادہ رکھتے تھے۔ انتظامی صلاحیت بھی مجموعی لحاظ سے ان میں زیادہ تھی، نیز زمانۂ جاہلیت میں یہی لوگ عرب قبائل کے حکمراں تھے اور اسلامی معاشرہ میں انہیں کو زیادہ اعتماد حاصل تھا۔ یہ ہدایات پوری امت کے لیے ہیں۔

قیامت سے پہلے امتِ مسلمہ میں کیا کیا خرابیاں رونما ہوں گی؟

〈۱۶۶〉 عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ جُلُوْسًا فَجَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ: قَدْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَقَامَ وَ قُمْنَا مَعَهُ فَلَمَّا دَخَلْنَا الْمَسْجِدَ رَأَيْنَا النَّاسَ

رُکُوعًا فِیْ مُقَدَّمِ الْمَسْجِدِ فَکَبَّرَ وَ رَکَعَ وَ رَکَعْنَا وَ مَشَیْنَا وَ صَنَعْنَا مِثْلَ الَّذِیْ صَنَعَ فَمَرَّ رَجُلٌ یُسْرِعُ، فَقَالَ، عَلَیْکَ السَّلَامُ یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، فَقَالَ صَدَقَ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ، فَلَمَّا صَلَّیْنَا وَ رَجَعْنَا دَخَلَ اِلٰی اَھْلِہٖ، فَجَلَسْنَا فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ اَمَا سَمِعْتُمْ رَدَّہٗ عَلَی الرَّجُلِ صَدَقَ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَیُّکُمْ یَسْأَلُہٗ۔ فَقَالَ طَارِقٌ اَنَا اَسْئَلُہٗ فَسَأَلَہٗ حِیْنَ خَرَجَ، فَذَکَرَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم، اَنَّ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ تَسْلِیْمَ الْخَاصَّۃِ وَ فُشُوَّا التِّجَارَۃِ، حَتّٰی تُعِیْنَ الْمَرْأَۃُ زَوْجَھَا عَلَی التِّجَارَۃِ، وَ قَطْعَ الْاَرْحَامِ وَ شَھَادَۃَ الزُّوْرِ وَ کِتْمَانَ شَھَادَۃِ الْحَقِّ وَ ظُھُوْرَ الْقَلَمِ۔

(مسند احمد جلد ا صفحہ ۴۰۸، ۴۰۷)

ترجمہ: طارق بن شہاب کہتے ہیں ہم عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک آدمی آیا، اس نے بتایا کہ نماز کھڑی ہو چکی ہے تو عبداللہ بن مسعودؓ اٹھے اور ہم بھی ان کے ساتھ ہو لیے۔ جب ہم لوگ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ مسجد کے اگلے حصے میں سب لوگ رکوع میں ہیں تو عبداللہ بن مسعودؓ مسجد میں جہاں تھے وہیں تکبیر کہی اور رکوع میں گئے اور ہم لوگ بھی رکوع میں گئے پھر صف میں شامل ہونے کے لیے آگے بڑھے اور ہم نے اسی طرح کیا جس طرح عبداللہ بن مسعودؓ نے کیا۔ (نماز کے بعد) ایک آدمی تیزی کے ساتھ آیا اور اس نے کہا ''السّلام علیکم اے ابوعبدالرحمٰن'' (یہ ان کی کنیت ہے اور مخصوص طور پر انہیں کو سلام کیا) تو عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا: ''اللہ ورسولؐ نے سچ کہا ہے۔'' جب ہم نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے لوٹے تو وہ اپنے گھر کے اندر چلے گئے اور ہم لوگ باہر بیٹھ گئے، ہم میں سے بعض نے بعض سے کہا کیا تم نے عبداللہ بن مسعودؓ کا جوابِ سلام سنا؟ انہوں نے وعلیکم السّلام کہنے کے بجائے ''صدق اللہ ورسولہ'' کہا تو ہم میں سے اس کے متعلق ان سے کون پوچھے گا؟ طارق نے کہا کہ ''میں اُن سے پوچھوں گا۔'' چناں چہ جب وہ گھر کے اندر سے باہر تشریف لائے تو طارق نے دریافت کیا، جواب میں عبداللہ بن مسعودؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی۔ ''قیامت کے قریب لوگ مجمع میں سے مخصوص لوگوں کو سلام کریں گے۔ اور تجارت کی طرف عام رجحان ہو جائے گا (یعنی دنیا داری بڑھ جائے گی) یہاں تک کہ عورت بھی اپنے شوہر کو تجارت میں مدد دے گی۔ اسی طرح قیامت کے قریب لوگ

رشتہ داروں سے قطع تعلق کریں گے، جھوٹی گواہیاں دیں گے، سچی گواہیاں چھپائیں گے، اور جوئے کا عام رواج ہو جائے گا۔"

دو چیزیں وبالِ جان ہوں گی

〈۱۶۷〉 وَ عَنْ وَّاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُلُّ بُنْيَانٍ وَّ بَالٌ عَلٰی صَاحِبِهٖ اِلَّا مَا كَانَ هٰكَذَا وَ اَشَارَ بِكَفِّهٖ اِلٰی رَأْسِهٖ وَ كُلُّ عِلْمٍ وَّ بَالٌ عَلٰی صَاحِبِهٖ اِلَّا مَنْ عَمِلَ بِهٖ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ طبرانی)

ترجمہ: حضرت واثلہ ابن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "ہر عمارت اپنے مالک کے لیے وبال بنے گی سوائے اس عمارت کے جو اس طرح ہو اور آپؐ نے اپنے ہاتھ سے سر کی طرف اشارہ فرمایا، اور ہر علم صاحبِ علم کے لیے وبال بن جائے گا سوائے اُس شخص کے جس نے اپنے علم پر عمل کیا۔"

تشریح: اس حدیث کے پہلے حصے کا مطلب یہ ہے کہ بلاضرورت اونچی شان دار بلڈنگ بنانے کی فکر نہ کرنی چاہیے۔ اور ہاتھ سے سر کی طرف جو اشارہ فرمایا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عمارت اتنی اونچی ہونی چاہیے کہ چھت سے سر نہ ٹکرائے، کیوں کہ اونچی اور شان دار بلڈنگ وہی لوگ بناتے ہیں جن کے دل میں تفاخر کا جذبہ ہوتا ہے چاہے انہیں اس کا احساس نہ ہو اور اس طرح کی دنیا سازی اس بات کی دلیل ہے کہ آخرت میں گھر بنانے کی فکر یا تو بالکل نہیں ہے یا بہت کم ہے۔

قیامت کے دن کون لوگ روئیں گے؟

〈۱۶۸〉 عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: كُلُّ عَيْنٍ بَاكِيَةٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا عَيْنٌ غَضَّتْ عَنْ مَّحَارِمِ اللّٰهِ، وَ عَيْنٌ سَهِرَتْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَ عَيْنٌ خَرَجَ مِنْهَا مِثْلُ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ اصبہانی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "قیامت کے دن ہر آنکھ روئے گی سوائے اُس آنکھ کے جس نے کسی حرام چیز پر نگاہ نہیں ڈالی، اور وہ آنکھ بھی

قیامت کے دن نہیں روئے گی جو اللہ کی راہ میں جاگی ہو (یعنی جہاد میں پہرہ دینے والی آنکھ)۔ اور وہ آنکھ بھی قیامت کے دن نہیں روئے گی جس سے دنیا میں اللہ کے ڈر سے ذرا بھی آنسو نکلا ہو۔"

خدا کے تین محبوب بندے

﴿۱۶۹﴾ عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، مِنَ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ثَلاَثَۃٌ یُّحِبُّھُمُ اللّٰہُ وَ یَضْحَکُ اِلَیْھِمْ وَ یَسْتَبْشِرُ بِھِمْ:

(۱) اَلَّذِیْٓ اِذَا انْکَشَفَتْ فِئَۃٌ قَاتَلَ وَرَآءَ ھَا بِنَفْسِہٖ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ، فَاِمَّآ اَنْ یُّقْتَلَ، وَ اِمَّآ اَنْ یَّنْصُرَہُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ وَ یَکْفِیَہٗ، فَیَقُوْلُ انْظُرُوْٓا اِلٰی عَبْدِیْ ھٰذَا کَیْفَ صَبَرَ لِیْ بِنَفْسِہٖ،

(۲) وَالَّذِیْ لَہٗ امْرَأَۃٌ حَسَنَۃٌ وَّ فِرَاشٌ لَّیِّنٌ حَسَنٌ فَیَقُوْمُ مِنَ اللَّیْلِ فَیَقُوْمُ یَذَرُ شَھْوَتَہٗ وَ یَذْکُرُنِیْ، وَ لَوْشَآءَ رَقَدَ،

(۳) وَالَّذِیْٓ اِذَا کَانَ فِیْ سَفَرٍ وَّ کَانَ مَعَہٗ رَکْبٌ فَسَھِرُوْا ثُمَّ ھَجَعُوْا، فَقَامَ مِنَ السَّحَرِ فِیْ ضَرَّآءَ وَ سَرَّآءَ۔ (ترغیب بحوالۂ طبرانی)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا: "تین قسم کے لوگ ہیں جو اللہ کو محبوب ہیں، اوّل وہ مجاہد کہ جب فوج کا کوئی دستہ بھاگ کھڑا ہو تو یہ جما رہے اور اللہ عزوجل کی خاطر لڑتا رہے، پھر یا تو قتل ہو جائے یا اللہ اس کی مدد فرمائے تو اللہ فرشتوں سے کہتا ہے میرے اس بندے کو دیکھو میری خاطر کس طرح یہ میدانِ جنگ میں ڈٹا رہا۔ دوسرا شخص وہ جو رات میں نرم و نازک بستر پر اپنی بہترین بیوی کے ساتھ سویا ہوا ہے لیکن جب تہجد کا وقت ہوتا ہے تو یہ اٹھتا ہے اور اللہ کے حضور کھڑا ہو جاتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ دیکھو! یہ اپنی میٹھی نیند کو چھوڑتا ہے اور مجھے یاد کرتا ہے۔ حالاں کہ اگر چاہتا تو سویا رہتا۔ تیسرے وہ شخص جو سفر میں ہو، قافلے میں بہت سے اور لوگ ہوں وہ لوگ کچھ دیر جاگ کر سو گئے لیکن یہ شخص آخر شب میں اٹھا اور تہجد کی نماز کے لیے کھڑا ہو گیا۔ تکلیف کی حالت میں بھی پڑھتا ہے اور آرام کی حالت میں بھی پڑھتا ہے۔"

حسد، عداوت، باہمی محبت، سلام

〈۱۷۰〉 وَ عَنِ ابْنِ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: دَبَّ اِلَیْکُمْ دَآءُ الْاُمَمِ قَبْلَکُمْ: اَلْبَغْضَآءُ وَالْحَسَدُ، وَالْبَغْضَآءُ ھِیَ الْحَالِقَۃُ لَیْسَ حَالِقَۃَ الشَّعْرِ، وَ لٰکِنْ حَالِقَۃُ الدِّیْنِ، وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی تَحَابُّوْا، اَلَآ اُنَبِّئُکُمْ بِمَا یُثْبِتُ لَکُمْ ذٰلِکَ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ بزار)

ترجمہ: عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’’تم سے پہلے کی امتوں کی بیماری —— عداوت وحسد —— تمہارے اندر بھی گھس آئے گی، عداوت تو جڑ سے کاٹ دینے والی شے ہے، یہ بالوں کو نہیں مونڈتی، بلکہ دین کو مونڈتی ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم جنت میں نہ جاسکو گے جب تک مومن نہ بنو، اور مومن بن نہیں سکتے جب تک باہم میل ملاپ اور محبت نہ ہو، کیا میں بتاؤں یہ باہمی محبت کیوں کر پیدا ہوگی؟ السلام علیکم کو رواج دو۔‘‘

تشریح: سلام کے معنی رحمت کے ہیں، جب آپ یہ کلمۂ محبت کسی سے کہتے ہیں تو گویا اس سے کہتے ہیں بھائی تمہارے اوپر خدا کی رحمت ہو، خدا تمہیں ہر طرح کی آفتوں اور مصیبتوں سے بچائے، اور وہ بھی اس کے جواب میں آپ کو خیر و رحمت کی دعا دیتا ہے تو بتایئے باہمی عداوت کے گھس آنے کا کیا امکان ہے مسلم سوسائٹی میں؟! —— پھر اس کلمہ کے ذریعہ اس بات کا آپ اعلان کرتے ہیں کہ تم میری طرف سے اپنی جان اور آبرو کے بارے میں مطمئن رہو، میری طرف سے کشت و خونریزی، مال کے چھیننے اور ہتھیا لینے کا اور آبروریزی کا خطرہ نہ محسوس کرو، اور مخاطب بھی اسی کا اعلان کرتا ہے تو بتایئے حسد اور دشمنی مسلم معاشرے میں کس طرح راہ پاسکتے ہیں؟ پس ضرورت ہے السّلام علیکم کے معنی و مفہوم کے جاننے کی اور پورے شعور کے ساتھ اس کلمہ کو عام کرنے کی!!

مومن کے پاس بیٹھو۔ بدکار کو کھانے کی دعوت نہ دو

〈۱۷۱〉 وَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ: لَا

تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا، وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ صحیح ابن حبان)

ترجمہ: ''ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے تم کسی مومن ہی کو اپنا ساتھی بناؤ۔ اور متقی آدمی کے سوا کسی اور کو کھانا نہ کھلاؤ (فاسق و فاجر آدمیوں کو دعوتِ طعام نہ دو)۔''

تشریح: حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا بیان ہے کسی نے حضور ﷺ سے پوچھا ہم نشین کیسے ہوں، کن لوگوں کی صحبت میں بیٹھیں؟ آپؐ نے فرمایا:

''مَنْ ذَكَّرَكُمُ اللّٰهُ رُؤْيَتُهٗ، وَ زَادَ فِيْ عِلْمِكُمْ مَنْطِقُهٗ، وَ ذَكَّرَكُمْ بِالْاٰخِرَةِ عَمَلُهٗ'' (ترغیب)

ترجمہ: یعنی ان لوگوں کی صحبت میں بیٹھ ''جن کو دیکھ کر خدا یاد آئے، جن کی گفتگو سے تمہاری دینی معلومات میں اضافہ ہو، جن کا عمل تمہیں آخرت یاد دلائے۔''

زنا کی اخروی سزا۔ عیب جوئی اور غیبت

﴿۱۷۲﴾ وَ عَنْ رَّاشِدِ بْنِ سَعِيْدِ الْمِقْرَآئِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَمَّا عُرِجَ بِيْ مَرَرْتُ بِرِجَالٍ تُقْرَضُ جُلُوْدُهُمْ بِمَقَارِيْضَ مِنْ نَّارٍ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰٓؤُلَآءِ يَا جِبْرِيْلُ۔ قَالَ: اَلَّذِيْنَ يَتَزَيَّنُوْنَ لِلزِّنْيَةِ۔ قَالَ: ثُمَّ مَرَرْتُ بِجُبٍّ مُّنْتِنِ الرِّيْحِ، فَسَمِعْتُ فِيْهِ اَصْوَاتًا شَدِيْدَةً، فَقُلْتُ مَنْ هٰٓؤُلَآءِ يَا جِبْرِيْلُ؟ قَالَ: نِسَآءٌ كُنَّ يَتَزَيَّنَّ لِلزِّنْيَةِ، وَ يَفْعَلْنَ مَالَا يَحِلُّ لَهُنَّ، ثُمَّ مَرَرْتُ عَلٰى نِسَآءٍ وَّ رِجَالٍ مُّعَلَّقِيْنَ بِثَدِيِّهِنَّ، فَقُلْتُ مَنْ هٰٓؤُلَآءِ يَا جِبْرِيْلُ؟ فَقَالَ: هٰٓؤُلَآءِ اللَّمَّازُوْنَ وَالْهَمَّازُوْنَ، وَ ذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ (وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ)۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ بیہقی)

ترجمہ: راشد ابن سعید مقرائی کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات میں کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے چمڑے آگ سے بنی ہوئی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں۔ میں نے جبریل سے پوچھا ''یہ کون لوگ ہیں؟'' انہوں نے بتایا کہ ''یہ وہ لوگ ہیں جو عورتوں کو اپنی طرف مائل کرنے اور بدکاری کرنے کے لیے بناؤ سنگار کرتے تھے۔'' پھر میرا گزر

ایک کنویں پر ہوا جس میں سے نہایت بدبودار بھبک اٹھ رہی تھی اور اندر سے چیخنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں نے جبریل سے پوچھا "یہ کون لوگ ہیں؟" انہوں نے بتایا کہ "یہ وہ عورتیں ہیں جو بدکاری کے لیے زینت و آرائش کرتی تھیں، اور وہ کام کرتی تھیں جو اُن کے لیے جائز نہیں تھا۔" پھر میرا گزر کچھ ایسے مردوں اور عورتوں پر ہوا جن کو اُلٹا لٹکا دیا گیا تھا۔ میں نے پوچھا "اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟" انہوں نے کہا "یہ وہ لوگ ہیں جو دُنیا میں دوسروں کے اندر ان کی موجودگی میں کیڑے نکالتے تھے اور یہ وہ لوگ ہیں جو پیٹھ پیچھے برائی بیان کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ بات فرمادی ہے "ویل لکل همزة لمزة" (تباہی اور ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جو دوسروں کے اندر ان کی موجودگی میں عیب نکالتے ہیں اور پیٹھ پیچھے بُرائی کرتے ہیں)۔"

تین ابلیسی کام

〈۱۷۳〉 عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: اِذَآ اَصْبَحَ اِبْلِیْسُ بَثَّ جُنُوْدَهٗ فَیَقُوْلُ: مَنْ خَذَلَ الْیَوْمَ مُسْلِمًا اَلْبَسْتُهُ التَّاجَ۔ قَالَ: فَیَجِیْٓءُ هٰذَا فَیَقُوْلُ: لَمْ اَزَلْ بِهٖ حَتّٰی طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ، فَیَقُوْلُ، یُوْشِکُ اَنْ یَّتَزَوَّجَ وَ یَجِیْٓءُ هٰذَا فَیَقُوْلُ: لَمْ اَزَلْ بِهٖ حَتّٰی عَقَّ وَالِدَیْهِ، فَیَقُوْلُ: یُوْشِکُ اَنْ یَّبَرَّهُمَا، وَ یَجِیْٓءُ هٰذَا فَیَقُوْلُ: لَمْ اَزَلْ بِهٖ حَتّٰٓی اَشْرَکَ، فَیَقُوْلُ: اَنْتَ اَنْتَ، وَ یَجِیْٓءُ هٰذَا فَیَقُوْلُ: لَمْ اَزَلْ بِهٖ حَتّٰی قَتَلَ فَیَقُوْلُ: اَنْتَ اَنْتَ، وَ یُلْبِسُهُ التَّاجَ۔

(ترغیب وترہیب بحوالۂ ابن حبان)

ترجمه: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا: "جب صبح ہوتی ہے تو ابلیس اپنے ماتحت شیطانوں کو زمین میں فساد اور خرابی پیدا کرنے کے لیے پھیلا دیتا ہے، ان سے کہتا ہے کہ جو آج کسی مسلمان کو سب سے بڑے گناہ کا مرتکب بنائے گا میں اس کو تاج پہناؤں گا۔ تو ایک شیطان ابلیس کے پاس پہنچتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ایک مسلمان کے پیچھے پڑا رہا یہاں تک کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، تو ابلیس اسے جواب دیتا ہے وہ پھر شادی کر لے گا (یہ تو تم نے کوئی بڑا کام نہیں کیا)۔ پھر ایک دوسرا شیطان آتا ہے اور کہتا ہے میں

نے ایک مسلمان کو والدین کا نافرمان بنا دیا، تو ابلیس جواب دیتا ہے ممکن ہے کہ وہ بعد میں والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے لگے (یہ بھی کوئی بڑا کارنامہ نہیں)۔ پھر تیسرا شیطان آتا ہے اور رپورٹ دیتا ہے کہ میں برابر ایک مسلمان کے ساتھ لگا رہا یہاں تک کہ اس نے ایک مشرکانہ کام کیا، ابلیس جواب دیتا ہے کہ ہاں تم نے یہ کام کیا (شاباشی تو دی مگر تاج نہیں پہنایا)۔ پھر ایک اور شیطان آتا ہے اور بتاتا ہے کہ میں برابر ایک مسلمان سے چمٹا رہا، اسے ابھارتا رہا، یہاں تک کہ اس نے ایک بے گناہ (مسلمان) کو مار ڈالا، تو ابلیس کہتا ہے، بس ایک تم ہو، تم نے سب سے بڑا کام کیا اور اسے تاج پہنا دیتا ہے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اور مبغوض امتی

﴿۱۷۴﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: اِنَّ اَحَبَّكُمْ اِلَیَّ أَحَاسِنُكُمْ اَخْلَاقًا ۨالْمُوَطَّئُوْنَ اَكْنَافًا ۨالَّذِیْنَ یَأْلَفُوْنَ وَ یُؤْلَفُوْنَ، وَ اِنَّ اَبْغَضَكُمْ اِلَیَّ الْمَشَّآءُوْنَ بِالنَّمِیْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَیْنَ الْاَحِبَّةِ الْمُلْتَمِسُوْنَ لِلْبُرَءآءِ الْعَیْبَ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم میں سب سے زیادہ میرے محبوب وہ ہیں جو بہترین اخلاق کے حامل ہوں، نرم خو ہوں، وہ لوگوں سے اُنس رکھتے ہوں اور لوگ اُن سے مانوس ہوں، اور تم میں سب سے زیادہ مبغوض میرے نزدیک چغل خور، دوستوں کے درمیان جدائی ڈالنے والے اور بے گناہ لوگوں پر تہمت لگانے والے ہیں۔"

حضورؐ کی چار وصیتیں

﴿۱۷۵﴾ وَ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْصِنِیْ۔ قَالَ: عَلَیْكَ بِالْاِیَاسِ مِمَّا فِیْٓ اَیْدِی النَّاسِ وَ اِیَّاكَ وَالطَّمَعَ فَاِنَّهُ الْفَقْرُ الْحَاضِرُ، وَصَلِّ صَلَاتَكَ وَ اَنْتَ مُوَدِّعٌ وَّ اِیَّاكَ وَمَا یُعْتَذَرُ مِنْهُ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ حاکم وبیہقی)

ترجمہ: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا ''اے اللہ کے رسولؐ، مجھے کچھ وصیت فرمایئے۔'' آپؐ نے فرمایا ''تم لوگوں کے مال سے اپنے آپ کو مایوس اور مستغنی بنالو۔ مال کے لالچ سے بچو اس لیے کہ یہ سب سے بڑی محتاجی ہے۔ اور نماز اس طرح پڑھو گویا دنیا سے تم جا رہے ہو اور ایسا کام نہ کرو جس سے معذرت کرنی پڑے۔''

چار نعمتیں

﴿۱۷۶﴾ وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: اَرْبَعٌ مَّنْ اُعْطِیَهُنَّ، فَقَدْ اُعْطِیَ خَیْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ: قَلْبًا شَاكِرًا وَّ لِسَانًا ذَاكِرًا وَّ بَدَنًا عَلَى الْبَلَآءِ صَابِرًا، وَّ زَوْجَةً لَا تَبْغِیْهِ حُوْبًا فِیْ نَفْسِهَا وَ مَالِهٖ۔

(ترغیب وترہیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا چار چیزیں جس شخص کو مل جائیں تو اسے دُنیا اور آخرت کی ہر بھلائی مل گئی، اللہ کی نعمتوں پر شکر سے معمور دل، اللہ کا ذکر اور چرچا کرنے والی زبان، مصیبتوں کو سہنے والا جسم اور ایسی بیوی جو شوہر کے مال کی حفاظت کرتی اور عفت کے ساتھ زندگی گزارتی ہے۔''

تین مصیبتیں

﴿۱۷۷﴾ وَ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْفَوَاقِرِ: اِمَامٌ اِنْ اَحْسَنْتَ لَمْ یَشْكُرْ وَ اِنْ اَسَأْتَ لَمْ یَغْفِرْ، وَ جَارُ سَوْءٍ اِنْ رَّاٰی خَیْرًا دَفَنَهٗ وَ اِنْ رَّاٰی شَرًّا اَذَاعَهٗ، وَامْرَاَةٌ اِنْ حَضَرْتَ اٰذَتْکَ وَ اِنْ غِبْتَ عَنْهَا خَانَتْکَ۔

(ترغیب وترہیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''تین قسم کے انسان مصیبت اور آفت ہیں۔

(۱) وہ حاکم اور امیر جس کی اچھی طرح اطاعت کرو تو اس کی قدر نہ کرے، اور کوئی غلطی کر بیٹھو تو معاف نہ کرے (سزا دیئے بغیر نہ چھوڑے)۔

(۲) بُرا پڑوسی، اگر تم اس کے ساتھ بھلائی کرو تو اس کا نام تک نہ لے، کہیں چرچا نہ کرے، اور اگر برائی دیکھے تو ہر جگہ پھیلاتا پھرے۔

(۳) وہ بیوی جو تمہیں ایذا دے جب تم گھر میں آؤ، تمہاری غیر موجودگی میں خیانت کرے (بدکاری اور گھر کی حفاظت نہ کرنا مراد ہے)۔"

شبہات سے بچو، سچائی اختیار کرو اور جھوٹ کے قریب نہ جاؤ

﴿۱۷۸﴾ وَ عَنِ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَالَا يُرِيْبُكَ، وَ اِنَّ الصِّدْقَ طُمَأْنِيْنَةٌ، وَّالْكِذْبَ رِيْبَةٌ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ ترمذی)

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے (اپنے نانا) رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد اچھی طرح یاد ہے، آپؐ نے فرمایا، جس میں تمہیں تردّد ہے وہ پہلو چھوڑ دو، دوسرا پہلو اختیار کرو جس میں تمہیں تردّد نہیں ہے۔ سچائی اور راستی موجبِ اطمینان ہوتی ہے اور جھوٹ اور غلط بیانی دل میں تردّد پیدا کرتی ہے۔"

تشریح: ایک چیز حلال ہے یا حرام، صحیح ہے یا غلط، حق ہے یا باطل، اس میں آدمی کو تردّد لاحق ہو، بعض پہلوؤں سے صحیح معلوم ہوتی ہے اور بعض پہلوؤں سے غلط، تو مومن کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے دور ہی رہے، یہی علامت بعض دوسری حدیثوں میں اہلِ تقویٰ کی بتائی گئی ہے۔

(ملاحظہ ہو راہ عمل، حدیث نمبر ۱۳۰ و ۱۳۱)۔

تین نعمتیں

﴿۱۷۹﴾ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا بَأْسَ بِالْغِنٰى لِمَنِ اتَّقَى اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ، وَالصِّحَّةُ لِمَنِ اتَّقٰى خَيْرٌ مِّنَ الْغِنٰى، وَ طِيْبُ النَّفْسِ مِنَ النَّعِيْمِ۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کے لیے مال دار ہونے میں کوئی خطرہ نہیں ہے اور تندرستی اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کے لیے مال داری سے بہتر چیز ہے اور قلب کی خوشی اور انبساط اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔“

تشریح: اس حدیث میں تین باتیں بتائی گئی ہیں (۱) مال داری اور تقویٰ میں کوئی منافات نہیں ہے اللہ سے ڈرنے والا آدمی اگر مال دار بننے کی کوشش کرے تو وہ لازماً اپنے مال کی زیادتی سے آخرت بنانے کی کوشش کرے گا (۲) تندرستی مال داری سے زیادہ قیمتی شے ہے اس کی بدولت آدمی زیادہ سے زیادہ خدا کی عبادت کر سکے گا اور اس کی راہ میں کم زوروں سے زیادہ دوڑ دھوپ کر سکے گا۔ (۳) آدمی کو اطمینانِ قلب حاصل ہو تو یہ اوپر کی دونوں نعمتوں سے بڑی نعمت ہے اور تینوں نعمتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے یہاں پوچھ ہوگی کہ زائد از ضرورت مال کہاں خرچ کیا، صحت سے دین کو کیا فائدہ پہنچا اور قلبی مسرت، انبساط اور انشراح جیسی عظیم نعمت کا شکر کہاں تک ادا کیا۔ غرض تینوں مذکورہ چیزیں اللہ کی نعمت ہیں، ان کی قدر کرو۔

نو باتوں کا حکم

﴿۱۸۰﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِتِسْعٍ، (۱) خَشْیَةِ اللّٰهِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ (۲) وَكَلِمَةِ الْعَدْلِ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَا (۳) وَالْقَصْدِ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنٰی (۴) وَ اَنْ اَصِلَ مَنْ قَطَعَنِیْ (۵) وَ اُعْطِیَ مَنْ حَرَمَنِیْ (۶) وَاَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِیْ (۷) وَ اَنْ یَّكُوْنَ صَمْتِیْ فِكْرًا (۸) وَّ نُطْقِیْ ذِكْرًا (۹) وَّ نَظَرِیْ عِبْرَةً وَّ اٰمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَنْهٰی عَنِ الْمُنْكَرِ. (مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے۔

(۱) کھلے اور چھپے ہر حال میں خدا سے ڈروں۔

(۲) کسی پر مہربان ہوں یا کسی کے خلاف غصے میں ہوں دونوں حالتوں میں انصاف ہی کی بات کہوں۔

(۳) راستی و اعتدال پر قائم رہوں چاہے امیر ہوں یا فقیر۔

(۴) جو مجھ سے کٹے میں اُس سے جڑوں۔

(۵) جو مجھے محروم کرے میں اسے دوں۔

(۶) جو مجھ پر زیادتی کرے میں اُسے معاف کروں۔

(۷) میری خاموشی غور وفکر کی خاموشی ہو۔

(۸) میری نگاہ عبرت کی نگاہ ہو۔

(۹) میری گفتگو ذکرِ الٰہی کی گفتگو ہو۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ:

نیکی کا حکم دوں اور بدی سے روکوں۔''

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دین کی دعوت دینے والوں کے اندر اوپر کی نو صفتیں پائی جانی چاہیے۔

دعوتِ اسلامی اور اس کے متعلقات

اسلام کا مفہوم

﴿۱۸۱﴾ عَنْ مُّعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ الْقُشَيْرِيِّ قَالَ: بِمَ بَعَثَكَ رَبُّنَا اِلَيْنَا؟ قَالَ بِدِيْنِ الْاِسْلَامِ، قَالَ وَمَا دِيْنُ الْاِسْلَامِ؟ قَالَ اَنْ تَقُوْلَ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَ تَخَلَّيْتُ، وَ تُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَ تُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ۔ (الاستیعاب)

ترجمہ: معاویہ بن حیدہ قشیریؓ اپنے اسلام لانے کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا۔ میں نے پوچھا ''آپ کو ہمارے رب نے کیا پیغام دے کر بھیجا ہے اور کیا دین لائے ہیں؟'' آپؐ نے فرمایا: ''خدا نے مجھے دین اسلام دے کر بھیجا ہے۔'' میں نے پوچھا ''دین اسلام کیا ہے؟'' حضور ﷺ نے جواب دیا ''اسلام یہ ہے کہ تم اپنی پوری ذات کو اللہ کے حوالے کر دو اور دوسرے معبودوں سے دست کش ہو جاؤ۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔''

تشریح: یہ مکی دورِ دعوت کا واقعہ ہے جس میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ اپنے آپ کو، اپنے جسم و جان کو، اپنی ساری قوتوں اور صلاحیتوں کو، غرض اپنی ہر چیز کو اللہ کے حوالے کر دینے کا نام اسلام ہے۔ توحید کا یہی مفہوم ہے، یہ تو مثبت پہلو ہوا۔

اس کا منفی پہلو یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو، اپنے جسم و جان کو، اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو، غرض اپنی پوری زندگی کو دوسروں کے حوالے کرنے سے انکار کرے۔ دوسروں سے بے تعلق ہو جائے، دوسرے لوگوں کو کسی بھی پہلو سے ذرا بھی شریک نہ کرے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیے کہ اپنی کسی چیز کو اپنی نہ جانے بلکہ خدا کی امانت سمجھے۔ ہر چیز کو خدا کے حوالے کر چکنے کے بعد اگر اس کی مرضی کے خلاف استعمال کرتا ہے تو اپنے عہدِ حوالگی میں سچا نہیں ہے۔

دوسری بات اس حدیث سے یہ معلوم ہوئی کہ نفس نماز اور زکوٰۃ (انفاق) مکی دورِ دعوت میں فرض ہو چکی تھیں البتہ تفصیلات بعد میں دی گئیں۔

کلمۂ طیبہ کی وسعت

〈۱۸۲〉 عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَ تَکَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: یَا عَمِّ اِنِّیْ اُرِیْدُهُمْ عَلٰی کَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ تَدِیْنُ لَهُمْ بِهَا الْعَرَبُ وَ تُؤَدِّیْ اِلَیْهِمْ بِهَا الْعَجَمُ الْجِزْیَةَ، فَفَزِعُوْا لِکَلِمَتِهٖ وَ لِقَوْلِهٖ، فَقَالَ الْقَوْمُ کَلِمَةً وَّاحِدَةً؟ نَعَمْ وَ اَبِیْکَ عَشْرًا، فَقَالُوْا مَا هِیَ؟ وَ قَالَ اَبُوْ طَالِبٍ وَ اَیُّ کَلِمَةٍ هِیَ یَا ابْنَ اَخِیْ؟ قَالَ ﷺ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔" (مسند احمد، نسائی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا سے کہا، "اے چچا میں لوگوں سے صرف ایک کلمہ کا مطالبہ کرتا ہوں۔ وہ کلمہ ایسا ہے کہ اگر یہ لوگ مان لیں تو پورا ملکِ عرب اس کلمہ کی بدولت ان کے ماتحت آجائے گا اور غیر عرب قومیں ان کو جزیہ دیں گی۔" لوگ نبی ﷺ کی یہ بات سن کر چونک اُٹھے۔ انہوں نے کہا، "تم ایک کلمہ کا مطالبہ کرتے ہو، تمہارے باپ کی قسم! ہم دسیوں باتیں ماننے کے لیے تیار ہیں۔ بتاؤ وہ کلمہ کیا ہے،" ابو طالب نے بھی کہا "اے بھتیجے وہ کلمہ بتاؤ کیا ہے؟" نبی ﷺ نے فرمایا "وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔"

تشریح: یہ حدیث بھی مکی دورِ دعوت سے تعلق رکھتی ہے۔ کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ محض ایک کلمہ نہیں ہے، بلکہ اس سے پورا نظامِ توحید مراد ہے جو انسانی زندگی کے تمام گوشوں کو محیط ہے۔ اور صرف نماز روزہ ہی قائم کرنا نہیں ہے، بلکہ اس بنیاد پر سیاسی نظام قائم کرنا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو نبی ﷺ اس کا یہ فائدہ کیوں کر بتاتے کہ عرب تمہارے زیرِ اقتدار آجائیں گے اور غیر عرب قومیں جزیہ دیں گی۔ کیا بغیر سیاسی اقتدار حاصل کیے یہ بات کسی طرح کل ممکن تھی یا آج ممکن ہے یا آئندہ کبھی ممکن ہوگی؟

یہ آپؐ کی گفتگو اُس وقت ہوئی ہے جب قریشی لیڈر اپنے سب سے بڑے سردار ابو طالب کے پاس شکایت کرنے آئے۔ اور یہ سمجھ کر شکایت کرنے آئے تھے کہ ابو طالب اپنا ذاتی اور سیاسی دباؤ ڈال کر اس دعوت کو بند کرا دیں گے۔ ایسے ہی ایک موقع پر اپنے چچا ابو طالب

سے نبی ﷺ نے فرمایا۔ ''اے چچا! اگر میرے دائیں ہاتھ میں سورج دے دیا جائے اور بائیں ہاتھ میں چاند جب بھی ''مَا تَرَکْتُ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰی یُظْهِرَهُ اللّٰهُ اَوْ اَهْلِکَ فِیْ طَلَبِهٖ۔'' یعنی میں اپنی دعوت بند نہیں کرسکتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو غالب کرے یا میں اسی حالت میں مرجاؤں۔ سوال یہ ہے کہ اظہارِ دین کا کیا مطلب ہے؟ قرآن مجید میں جہاں بھی یہ لفظ آیا ہے وہاں سیاسی غلبہ مراد ہے۔ (ملاحظہ ہو سورۂ فتح آیت نمبر ۲۸، سورۂ صف آیت نمبر ۹، سورۂ توبہ آیت نمبر ۳۳)

دعوتِ اسلامی دنیا اور آخرت دونوں کی سعادت ہے

﴿۱۸۳﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا بِیْ مَا تَقُوْلُوْنَ، مَا جِئْتُکُمْ بِمَا جِئْتُکُمْ بِهٖٓ اَطْلُبُ اَمْوَالَکُمْ، وَلَا الشَّرَفَ فِیْکُمْ وَلَا الْمُلْکَ عَلَیْکُمْ، وَ لٰکِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِیْٓ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا، وَ اَنْزَلَ عَلَیَّ کِتَابًا، وَ اَمَرَنِیْٓ اَنْ اَکُوْنَ لَکُمْ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا، فَبَلَّغْتُکُمْ رِسَالَاتِ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَکُمْ، فَاِنْ تَقْبَلُوْا مِنِّیْ مَا جِئْتُکُمْ بِهٖ فَهُوَ حَظُّکُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۳ ص: ۵)

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے...رسول اللہ ﷺ نے قریشی مشرک لیڈروں کی بات سن کر فرمایا، ''مجھے قطعاً حرص نہیں ہے اس چیز کی جو تم پیش کررہے ہو۔ میں جو دعوت تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں اس کا یہ مقصد قطعاً نہیں ہے کہ میں مال جمع کرنا چاہتا ہوں یا شرف وعزت کا طالب ہوں یا تم پر حکومت یا اقتدار کا بھوکا ہوں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھ کو اپنی کتاب سے نوازا ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا کہ میں تمہارے غلط نظامِ زندگی کے عواقب اور نتائج سے آگاہ کروں اور اس دعوت کے قبول کرنے کے نتیجے میں جو کچھ ملنے والا ہے اس کی خوش خبری دوں تو میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا (اور پہنچا رہا ہوں) اور تمہاری خیر خواہی پہلے بھی پیش نظر تھی اور آج بھی۔ اگر تم لوگ اب بھی میری دعوت کو اپنا لو تو یہ دنیا اور آخرت دونوں میں تمہاری خوش نصیبی ہوگی۔''

تشریح: یہ حدیث بھی مکی دورِ دعوت سے تعلق رکھتی ہے اور اس کا آخری جملہ قابل غور ہے، اگر نبی ﷺ کی دعوت صرف عباداتی نظام تک محدود تھی اور زندگی کے جملہ مسائل اور معاملات سے

بحث نہیں کرتی تھی اور صرف آخرت بنانے کے لیے تھی تو آخرت کے ساتھ یہ دنیا کا جوڑ کیسا؟ دونوں کی خوش نصیبی کس پہلو سے؟ کیا صرف اس پہلو سے کہ کچھ نیک قسم کے لوگ تیار ہو جائیں گے؟ نہیں، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر وہ کچھ اور بھی ہے، وہ پوری زندگی سے بحث کرتی ہے اور دنیا کی سعادت اور آخرت کی ابدی کامیابی کی ضمانت دیتی ہے۔

تعارفی تقریر

﴿۱۸۴﴾ عَنْ أُمِّ سَلمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اَيُّهَا الْمَلِكُ كُنَّا قَوْمًا اَهْلَ جَاهِلِيَّةٍ، نَعْبُدُ الْاَصْنَامَ، وَ نَأْكُلُ الْمَيْتَةَ، وَ نَأْتِي الْفَوَاحِشَ، وَ نَقْطَعُ الْاَرْحَامَ، وَ نُسِيُّ الْجِوَارِ، وَ يَأْكُلُ الْقَوِيُّ مِنَّا الضَّعِيفَ، فَكُنَّا عَلٰى ذٰلِكَ، حَتّٰى بَعَثَ اللّٰهُ اِلَيْنَا رَسُوْلًا مِنَّا، نَعْرِفُ نَسَبَهُ وَ صِدْقَهُ، وَ أَمَانَتَهُ، وَ عَفَافَهُ، فَدَعَانَا اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لِنُوَحِّدَهُ وَ نَعْبُدَهُ، وَ نَخْلَعَ مَا كُنَّا نَعْبُدُ نَحْنُ وَ اٰبَاؤُنَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنَ الْحِجَارَةِ وَالْأَوْثَانِ، وَ أَمَرَنَا بِصِدْقِ الْحَدِيْثِ، وَ اَدَاءِ الْاَمَانَةِ وَ صِلَةِ الرَّحِمِ، وَ حُسْنِ الْجِوَارِ، وَالْكَفِّ عَنِ الْمَحَارِمِ وَالدِّمَآءِ، وَ نَهَانَا عَنِ الْفَوَاحِشِ، وَ شَهَادَةِ الزُّوْرِ، وَ أَكْلِ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَ قَذْفِ الْمُحْصَنَةِ، وَ أَمَرَنَآ اَنْ نَّعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا، وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: ''نبی ﷺ کی زوجۂ مطہرہ اُمّ سلمہؓ (حبش میں نجاشی کے یہاں پیش آنے والا قصہ بیان کرتی ہوئی فرماتی ہیں کہ جعفر بن ابی طالبؓ مسلمانوں کے نمائندہ کی حیثیت سے نجاشی کے دربار میں پہنچے اور اسلام کا تعارف کراتے ہوئے) یہ تقریر کی ''اے بادشاہ! ہم لوگ جہالت اور جاہلیت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے بے جان بتوں کی پرستش کرتے، مردار کھاتے، ہر طرح کی بے حیائی اور بدکاری کے مرتکب ہوتے، رشتہ داروں کے حقوق برباد کرتے، پڑوسیوں سے بدسلوکی کرتے اور ہر قوی کمزور کو کھاتا تھا۔ اسی حالت پر ہم ایک مدت تک رہے یہاں تک کہ اللہ نے ہمارے پاس ہم ہی میں سے ایک رسول بھیجا، جس کی عالی نسبی سے، جس کی راست گوئی سے، جس کی امانت و دیانت سے اور جس کی عفت و پاک دامنی سے ہم خوب واقف تھے۔ انہوں نے ہمیں اللہ عزوجل کی طرف دعوت دی تاکہ صرف اُسی کو

کو مانیں، اُسی کو اپنا معبود بنائیں اوران پتھروں اور دیوی دیوتاؤں کو چھوڑ دیں جن کی ہم اور ہمارے اسلاف پوجا کر رہے تھے۔ اس پیغمبر نے ہم کو سچی بات کہنے، امانت میں خیانت نہ کرنے، رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے، پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے، حرمتوں سے باز رہنے، اور خونریزی سے رُک جانے کی تعلیم دی۔ انہوں نے ہمیں بدکاریوں سے 'جھوٹی گواہی دینے سے' یتیم کا مال ہڑپ کرنے سے اور عفیفہ پاک دامن عورت پر بہتان لگانے سے منع کیا۔ انہوں نے ہم کو حکم دیا کہ ہم سوائے اللہ واحد کے اور کسی کو معبود نہ بنائیں، اس کے ساتھ کسی کو ذرا بھی شریک نہ کریں۔ اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں۔''

تشریح: دعوتِ اسلامی کا یہ تعارف ہے —— تفصیلی تعارف —— جو نجاشی اور اس کے درباریوں کے سامنے جعفر بن ابی طالبؓ نے کرایا۔ اگر اسلام کی دعوت کوئی سادہ اور مجہول سی دعوت ہوتی تو اتنی تفصیلات کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔ صرف اتنا کہنا کافی تھا کہ ہم اپنے طور پر اللہ اللہ کرنے والے لوگ ہیں، ہمیں زندگی کے دوسرے مسائل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ خواہ مخواہ قریشی لیڈر ہمارے دشمن ہو گئے اور انہوں نے ہمیں اپنے زیرِ اقتدار علاقے سے نکالا۔

دعوتِ اسلامی کو اربابِ اقتدار پسند نہیں کرتے

﴿۱۸۵﴾ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَفْرُوْقُ بْنُ عَمْرٍو الشَّیْبَانِیُّ اِلٰی مَا تَدْعُوْا یَا اَخَا قُرَیْشٍ؟ فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ قَالَ اَدْعُوْکُمْ اِلٰی شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ لَهٗ وَ اِلٰی مَا تَدْعُوْٓا اَیْضًا یَّا اَخَا قُرَیْشٍ؟ فَتَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ اِلٰی قَوْلِهٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ، فَقَالَ لَهٗ مَفْرُوْقٌ وَّ اِلٰی مَا تَدْعُوْٓا اَیْضًا یَّا اَخَا قُرَیْشٍ، فَتَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ اِلٰی قَوْلِهٖ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۔" فَقَالَ لَهٗ مَفْرُوْقٌ دَعَوْتَ وَاللّٰهِ یَا قُرَشِیُّ اِلٰی مَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَ مَحَاسِنِ الْاَعْمَالِ۔ (البدایہ جلد ۳، صفحہ ۱۹۵)

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے مفروق بن عمرو شیبانی نے نبی ﷺ سے پوچھا ''اے قریشی آپؐ کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں۔'' تو نبی ﷺ اس کی طرف بڑھے اور فرمایا: ''میں تم لوگوں کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم لوگ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی اور الٰہ

نہیں ہے اور اس بات کی کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔'' مفروق نے آپؐ سے پوچھا کہ'' اے قریشی، آپؐ اور کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟'' تو رسول اللہ ﷺ نے '' **قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ** **اِلٰی قَوْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ** تک کی آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ اس پر مفروق نے کہا '' اور کس چیز کی طرف آپ دعوت دیتے ہیں؟ تو آپؐ نے **اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ** کی پوری آیت سنائی۔ تو مفروق نے کہا '' بخدا اے قریشی تم نے اونچے درجے کے اخلاقیات اور بہترین اعمال کی دعوت دی۔

تشریح: یہ واقعہ بھی مکی دورِ دعوت کا ہے۔ حج کے زمانے میں آپؐ کا معمول یہ تھا کہ آپؐ کے لیے یا ابوبکرؓ اور علیؓ کے ساتھ ہر ہر قبیلے کی قیام گاہ پر جاتے اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے۔ کسی سال حج کے زمانے میں قبیلہ شیبان کے لوگ آئے ہوئے تھے۔ تو آپؐ حضرت علیؓ اور ابوبکرؓ کے ساتھ اس قبیلے کے سرداروں کے پاس پہنچ گئے۔ انہی سرداروں میں سے ایک سردار کا نام مفروق ہے جو حضرت ابوبکرؓ سے واقف تھا اور انہی کے قریب یہ بیٹھا ہوا تھا۔ ابتدائی گفتگو انہیں دونوں کے درمیان ہوئی۔ ابوبکرؓ نے مفروق اور دوسرے لوگوں سے نبی ﷺ کا تعارف کرایا۔ انہیں بتایا کہ یہ اللہ کے رسولؐ ہیں جن کا ذکر تم نے سنا ہوگا۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہاں ہم نے ان کا چرچا سُنا ہے۔ اس کے بعد وہ نبی ﷺ کی طرف مخاطب ہوا اور پوچھا آپؐ کی دعوت کیا ہے؟ اس سلسلے میں آپؐ نے سورۂ انعام کی آیات ۱۵۱ تا ۱۵۳ پڑھ کر سنائیں۔ ان میں خالص توحید اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے۔ نیز غریبی کی وجہ سے قتلِ اولاد کی ممانعت کی گئی ہے، کھلی یا چھپی بدکاری سے روکا گیا ہے۔ آگے چل کر یتیم کے مال کو ہڑپ کرنے اور ناپ تول میں کمی کرنے سے منع کیا گیا ہے اور یہ کہ کوئی بات کہو تو انصاف کے ساتھ کہو چاہے اس کی زد رشتہ دار پر پڑتی ہو اور اللہ کے عہد بندگی کو پورا کرو۔

دیکھیے سورۂ انعام مکی دور کی سورہ ہے۔ اس میں دین کی بنیادی تعلیم سمٹ کر آگئی ہے۔ اور صرف عبادات ہی پر گفتگو نہیں کی گئی ہے بلکہ جاہلی نظام کی خرابیوں پر تنقید کی گئی ہے۔ انہیں بتایا گیا ہے کہ اسلامی معاشرہ کن بنیادوں پر قائم ہو کہ انسانیت ہر طرح کے امن و اطمینان اور خیر و سعادت سے ہم کنار ہو۔ اگر اسلامی دعوت محض عبادات تک محدود ہوتی تو یہ تمام بنیادی اصول کیوں بیان کیے جاتے؟ درآں حالے کہ بعد میں قائم ہونے والا صالح سیاسی نظام انہی بنیادوں

پر قائم ہوا ہے۔ یہی اصول مزید تفصیلات کے ساتھ سورۂ بنی اسرائیل کے تیسرے رکوع میں بیان ہوئے ہیں۔ اور یہ بھی مکی سورہ ہے۔

دوسری آیت سورۂ نحل میں آئی ہے۔ وہ بھی مکی سورہ ہے (آیت:۹۰) اس میں بھی اسلام کی پوری دعوت نہایت جامع انداز میں بیان کردی گئی ہے۔

مسروق بن عمرو شیبانی نے جب پوری دعوت سن لی تو اس نے اس موقع پر یہ بھی کہا تھا لَعَلَّ هٰذَا الْاَمْرَ الَّذِیْ تَدْعُوْآ اِلَیْهِ تَکْرَهُهُ الْمُلُوْکُ۔ (یہ دعوت جو آپ دے رہے ہیں شاید بادشاہوں کو پسند نہیں آئے گی)۔

سوال یہ ہے کہ اگر اپنی انفرادی حیثیت میں چند اصولوں کو برتنے کی یہ دعوت ہے اور انسانی زندگی کے جملہ شعبوں سے یہ تعرض نہیں کرتی اور زمین کے پورے سیاسی نظام کو اپنی بنیادوں پر نہیں قائم کرتی تو ملوک وارباب اقتدار کیوں خفا ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ اتنی سادہ قسم کی یہ دعوت نہیں ہے۔ یہ تو زندگی کے پورے نظام کو ازسرِنو الٰہی اور خدائی اصولوں پر قائم کرنے کی دعوت ہے۔

بندوں کی بندگی یا خدا کی؟

﴿۱۸۶﴾ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَتَبَ اِلٰی اَهْلِ نَجْرَانَ کِتَابًا وَّ فِیْهِ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْٓ اَدْعُوْکُمْ اِلٰی عِبَادَةِ اللّٰهِ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ، وَ اَدْعُوْکُمْ اِلٰی وِلَایَةِ اللّٰهِ مِنْ وِّلَایَةِ الْعِبَادِ۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران کو (جو مذہباً عیسائی تھے) ایک خط لکھا جس کا ایک حصہ یہ ہے ''امابعد! میں تم لوگوں کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ بندوں کی غلامی اور پرستش سے نکل کر خدا کی بندگی اور پرستش اختیار کرو نیز میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ بندوں کی آقائیت اور سرپرستی سے نکل کر خدا کی آقائیت اور اقتدار میں آجاؤ۔''

امن وسلامتی کا الٰہی نظام

﴿۱۸۷﴾ عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَیُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْاَمْرَ

حَتّٰی تَخرُجَ الظَّعِینَۃُ مِنَ الحِیرَۃِ حَتّٰی تَطُوفَ بِالبَیتِ فِی غَیرِ جِوَارِ اَحَدٍ۔
(البدایہ والنہایہ جلد ۵،ص:۶۶)

ترجمہ: عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ان سے (عدی سے) کہا ''قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، یقیناً اللہ اس دین کو مکمل نافذ کر کے رہے گا۔ یہاں تک کہ ایک عورت اکیلی حیرہ (ملک شام) سے چلے گی اور مکہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کرے گی اور کوئی نہ ہوگا جو اس کو چھیڑے۔''

تشریح: یعنی یہ دین یقیناً سیاسی اقتدار حاصل کر کے رہے گا۔ وہ نظامِ امن ہوگا اور کوئی طاقت ور کسی کم زور کو کھا نہیں سکے گا۔ اکیلی عورت سینکڑوں میل کا سفر کرے گی اور کوئی اس کو چھیڑ نہیں سکے گا۔ سوال یہ ہے کہ اگر اس دین کو ہر حیثیت سے غالب کرنا پیش نظر نہیں ہے تو عدی بن حاتمؓ سے اتنے زوردار انداز میں یہ بات کہنی بالکل بے معنی ہو جاتی ہے۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ چاہے سیاسی نظام کسی کے ہاتھ میں ہو دعوتِ اسلامی کے نتیجے میں ''خود بہ خود'' ایسا نظامِ امن قائم ہو جائے گا، ''خود بہ خود'' کا فلسفہ نہایت گمراہ کن فلسفہ ہے۔

جماعت سازی

‹۱۸۸› عَنِ الحَارِثِ الْأَشعَرِیِّ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: اٰمُرُکُم بِخَمسٍ بِالجَمَاعَۃِ، وَالسَّمعِ وَالطَّاعَۃِ، وَالھِجرَۃِ، وَالجِھَادِ۔ (مشکوٰۃ، مسند احمد، ترمذی)

ترجمہ: حارث اشعری کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''میں تمہیں پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں، جماعت کا ــــ سننے کا ــــ اطاعت کا ــــ ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کا۔''

تشریح: نبی ﷺ اپنی اُمت کو مندرجہ ذیل پانچ چیزوں کا حکم دیتے ہیں:

(۱) جماعت بنو، جماعتی زندگی گزارو۔

(۲) تمہارے اجتماعی معاملات کا جو ذمّہ دار ہو اس کی بات غور سے سنو!

(۳) اس کی اطاعت کرو۔

(۴) اگر دین کا مطالبہ یہ ہو کہ اپنا وطن چھوڑو، تو وطن کی محبت پر قینچی چلا دو، جو بھی تعلق دین کی راہ میں حائل ہو اُسے توڑ ڈالو، اللہ کی بتائی ہوئی راہ کے سلسلے میں اپنی تمام تر کوشش خرچ کر ڈالو، اس

کے دین کو قائم کرنے میں اپنا پورا زور لگاؤ، زبان کے ذریعہ، قلم کے ذریعہ، ہتھیار کے ذریعہ، جیسا موقع ہو اور جو بھی ذرائع میسّر ہو ان سے کام لو۔

اجتماع اور اجتماعی کام

﴿۱۸۹﴾ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: عَنْ یَّمِیْنِ الرَّحْمَانِ — وَ کِلْتَا یَدَیْهِ یَمِیْنٌ — رِجَالٌ لَّیْسُوْا بِاَنْبِیَآءَ وَلَا شُھَدَآءَ یُغْشِیْ بَیَاضُ وُجُوْھِھِمْ نَظَرَ النَّاظِرِیْنَ یَغْبِطُھُمُ النَّبِیُّوْنَ وَالشُّھَدَآءُ بِمَقْعَدِھِمْ وَ قُرْبِھِمْ مِّنَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ، قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ ھُمْ؟ قَالَ ھُمْ جُمَّاعٌ مِنْ نَوَازِعِ الْقَبَآئِلِ یَجْتَمِعُوْنَ عَلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ فَیَنْتَقُوْنَ اَطَایِبَ الْکَلَامِ کَمَا یَنْتَقِیْ اٰکِلُ التَّمْرِ اَطَایِبَهٗ۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)

وَ فِیْ رِوَایَةٍ ھُمُ الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ مِنْ قَبَائِلَ شَتّٰی وَ بِلَادٍ شَتّٰی یَجْتَمِعُوْنَ عَلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ یَذْکُرُوْنَهٗ۔

ترجمہ: عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ: ”قیامت کے دن خدائے رحمٰن کی دائیں جانب کچھ ایسے آدمی ہوں گے جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید ہیں لیکن ان کے چہروں کا نور دیکھنے والوں کی نظر کو خیرہ کرتا ہوگا، ان کے مقام و مرتبے کو دیکھ کر انبیاء اور شہداء نہایت خوش ہو رہے ہوں گے۔“ لوگوں نے پوچھا ”اے اللہ کے رسولؐ یہ کون لوگ ہوں گے؟“ آپؐ نے فرمایا، ”یہ مختلف قبائل اور مختلف بستیوں کے لوگ ہوں گے جو دنیا میں اسلام لائے اور قرآن سیکھنے اور سکھانے اور اللہ کو یاد کرنے کے لیے اکٹھا ہوتے تھے۔ اس طرح یہ لوگ بہترین پاکیزہ باتیں چنتے تھے۔ جس طرح کھجور کا کھانے والا بہترین اور لذیذ ترین کھجوروں کا انتخاب کرتا ہے۔“ اور ایک دوسری روایت میں جو الفاظ آئے ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے ”یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کے لیے آپس میں محبت کرنے والے ہیں، یہ مختلف قبائل کے ہیں، مختلف علاقوں کے ہیں، خدا کو یاد کرنے کے لیے اکٹھا ہوتے تھے۔“

تشریح: اس حدیث میں بہت بڑی بشارت ہے ان لوگوں کے لیے جو مختلف بستیوں اور علاقوں کے ہیں لیکن دین اور دعوتِ دین نے ان کو اکٹھا کیا ہے اور وہ سب مل کر نماز کی شکل میں، اورادو

وظائف کی شکل میں، قرآن پڑھنے پڑھانے کی شکل میں اور دین کو دوسروں تک پہنچانے کی حیثیت میں اجتماعی طور پر مشغول ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں انبیاء اور شہداء کے رشک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اونچے درجے کے لوگ ان کے مقام و مرتبہ کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں گے کہ یہ لوگ نہ نبی ہیں نہ شہید ہیں لیکن اتنے اونچے مقام پر پہنچ گئے ہیں جس طرح ایک استاذ اپنے شاگردوں کو اونچے مقام پر دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔

حدیث میں ذکر اللہ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی اللہ کو یاد کرنے کے ہیں۔ اس سے قرآن، نماز اور اوراد و وظائف اور تمام دعوتی سرگرمیاں مُراد ہیں۔ اُردو میں ''ذکر'' کا لفظ محدود معنوں میں بولا جاتا ہے، قرآن و حدیث میں بہت وسیع معنوں میں آتا ہے۔

جماعتی زندگی کی برکتیں

﴿۱۹۰﴾ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ... ثَلَاثٌ لَّا يَغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ اِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ وَ مُنَاصَحَةُ وُلَاةِ الْاَمْرِ وَ لُزُوْمُ الْجَمَاعَةِ فَاِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيْطُ مِنْ وَّرَائِهِمْ۔

(ترغیب وترہیب بحوالۂ ابن حبان وبیہقی، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ، ''تین باتیں ایسی ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کے دل میں نفاق نہیں پیدا ہوسکتا۔ ایک یہ کہ جو بھی عمل کرے اللہ تعالیٰ کی خوش نودی کے لیے کرے۔ دوسری یہ کہ جو لوگ اجتماعی معاملے کے ذمہ دار ہوں ان کے ساتھ خیر خواہانہ معاملہ کرے۔ تیسری چیز یہ کہ جماعت سے چمٹا رہے، جماعت کے افراد کی دعائیں اس کی حفاظت کریں گی۔''

تشریح: اجتماعی معاملات کے ذمہ داروں کے ساتھ خیر خواہانہ رویّہ اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے خلاف دل میں کینہ وعداوت نہ ہو بلکہ خلوص اور خیر خواہی کا جذبہ ہو۔ تمام امور میں ان کی مدد کی جائے اور اگر غلطی کریں تو تنہائی میں خلوص کے لہجے میں انہیں ان کی غلطی پر متنبہ کیا جائے۔ یہ تینوں صفتیں نفاق کی ضد ہیں۔ منافقین اللہ کی خوش نودی کے لیے کوئی کام نہیں کرتے

تھے۔ اپنی جماعت جس میں وہ داخل ہوئے تھے اُس کے ذمہ داروں کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتے تھے۔ جماعت میں ظاہراً شامل تھے لیکن اس جماعت سے ان کو کوئی دل چسپی نہیں تھی!

جماعت میں رہنے کا اور اجتماعی زندگی گزارنے کا ایک اور فائدہ بھی ہے جس کی طرف آخر میں اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ کہ یہ سب ایک دوسرے کے خیر خواہ لوگ ہوں گے اور ایک دوسرے کے لیے استقامت علی الحق کی دعا کریں گے تو یہ اجتماعی دُعا بڑی موثّر ثابت ہوگی اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دُعاؤں کی برکت سے جماعتی افراد کو بہت سی خرابیوں سے محفوظ رکھے گا۔ جیسا کہ اجتماعی زندگی گزارنے والوں کا مشاہدہ اور تجربہ ہے۔

امیر کے فرائض

〈۱۹۱〉 وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَنْ وَّلِيَ شَيْئًا مِّنْ اُمُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ حَتّٰى يَنْظُرَ فِيْ حَوَائِجِهِمْ۔

(ترغیب وترہیب بحوالہ طبرانی وترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا، ''جو شخص مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کا ذمہ دار ہو (یعنی خلیفہ ہو یا امیر) تو اللہ اس کا مقصد پورا نہیں کرے گا جب تک وہ لوگوں کی ضروریات پوری نہ کرے۔'' (لوگوں کی اجتماعی ضروریات کی فکر اسی وقت کرے گا جب وہ مامورین کے لیے شفیق ہوگا، اس کے دل میں ان کی محبت ہوگی)۔

مامورین کے فرائض

〈۱۹۲〉 وَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى السَّمْعِ، وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ، وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ، وَ عَلٰى اَثَرَةٍ عَلَيْنَا، وَ أَنْ لَا نُنَازِعَ الْاَمْرَ أَهْلَهٗ، اِلَّآ اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ، وَ عَلٰى أَنْ تَقُوْلَ بِالْحَقِّ أَيْنَمَا كُنَّا، لَا نَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَآئِمٍ۔

(ترغیب وترہیب بحوالہ بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی (معاہدہ کیا) کہ: ہر حالت میں اللہ ورسولؐ اور ان لوگوں کی جن کو امیر مقرر کیا گیا ہو

بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے، خواہ تنگی کی حالت ہو یا فراخی کی، اور خوشی کی حالت میں بھی اور ناپسندگی کی حالت میں بھی۔ اور اس حالت میں بھی ہم امیر کی بات مانیں گے جب کہ دوسروں کو ہمارے مقابلے میں ترجیح دی جاتی ہو۔ اور اس بات پر ہم نے آپؐ سے معاہدہ کیا کہ جو لوگ ذمہ دار ہوں گے ان سے اقتدار اور عہدہ چھیننے کی کوشش نہیں کریں گے، البتہ اس صورت میں جب کہ امیر سے کھلا ہوا کفر سرزد ہو۔ اس وقت ہمارے پاس اس بات کی دلیل ہوگی کہ ہم اس کی بات نہ مانیں (اور حالات سازگار ہوں تو عہدے سے ہٹادیں)۔ اور اس بات پر بھی ہم نے آپؐ سے معاہدہ کیا کہ جہاں کہیں بھی ہوں گے حق بات کہیں گے، اللہ کے سلسلے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

تشریح: اصل حدیث میں بَایَعْنَا کا لفظ آیا ہے، جس کے معنی حلف اٹھانے کے ہیں۔ آپؐ نے لوگوں سے جن باتوں پر بیعت لی وہ یہ ہیں: اجتماعی معاملات کے ذمہ دار امراء کی ہر حالت میں اطاعت، چاہے ان کا حکم ہم کو پسند ہو یا نہ ہو، اور یہ کہ اقتدار میں کش مکش نہیں کریں گے البتہ جب وہ صریح معصیت کا حکم دے یا اس سے کفرِ صریح سرزد ہو، تب اس کی بات نہیں مانی جائے گی اور اس کو ہٹا دیا جائے گا بشرطے کہ ہٹانے کے نتیجے میں اس سے بڑی خرابی کے پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

دعوت و تبلیغ کا طریقہ

〈۱۹۳〉 قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم: یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَ قَرِّبَا وَلَا تُنَفِّرَا۔ (جمع الفوائد)

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے وقت یہ نصیحت فرمائی: ''تم دونوں (دین کو) لوگوں کے لیے آسان بنانا، مشکل نہ بنانا، لوگوں کو دین کے قریب لانا، ایسا نہ کرنا کہ لوگ دین سے بدک جائیں، دور بھاگیں۔''

تشریح: مطلب یہ کہ لوگوں کے سامنے دین اس طرح پیش کرنا کہ وہ محسوس کریں یہ راستہ آسان راستہ ہے، اس پر چلنا ہمارے بس میں ہے، ایسے انداز میں ان کے سامنے بات نہ رکھی جائے کہ سن کر ان کی ہمتیں جواب دے جائیں اور دین کو ایک پہاڑ سمجھنے لگیں جس پر چڑھنا اُن کے بس کی بات نہیں ہے۔ نیز داعی کی اپنی زندگی ایسی ہو کہ لوگ دین سے قریب ہوں، نہ کہ

دین سے متنفر ہو جائیں۔ اس موقع پر ایک حدیث کا ترجمہ پڑھنا مناسب ہوگا، کسی نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی، نامناسب الفاظ استعمال کیے، اس پر صحابۂ کرامؓ کو بڑا طیش آیا، قریب تھا کہ لوگ اسے قتل کر دیتے لیکن آپؐ نے روک دیا اور فرمایا ''میری اور اس آدمی کی مثال ایسی ہے، جیسے کسی آدمی کے پاس ایک اونٹنی تھی جو بدک گئی اور رسی تڑا کر بھاگی، لوگوں نے اس کا پیچھا کیا اور طاقت استعمال کر کے قابو میں کرنا چاہا تو ان کی کوششوں کے نتیجے میں اس کی وحشت بڑھ گئی اور بالآخر وہ قابو میں نہ آسکی، اونٹنی کے مالک نے ان لوگوں سے کہا کہ اونٹنی سے مجھے نبٹنے دو میں عمدہ تدبیر جانتا ہوں اور جانتا ہوں کہ اسے کس طرح قابو میں لایا جاتا ہے تو وہ بہ جائے پیچھا کرنے کے اونٹنی کے آگے آ گیا اور زمین سے کچھ گھاس لی، اور چمکار کر اس کی طرف بڑھا تو وہ اس کے پاس آ گئی اور بیٹھ گئی، اس نے اس کا کجاوہ اس پر باندھا اور اس پر سوار ہو گیا۔

تباہ حال مقرّر

﴿۱۹۴﴾ اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: هَلَکَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ، قَالَهَا ثَلاثًا۔ (مسلم، ابن مسعودؓ)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''فصاحتِ لسانی کا تکلفاً مظاہرہ کرنے والے تباہ ہو جائیں۔'' یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ دُہرائی۔

تشریح: بہت سے مقررین ایسے ہوتے ہیں جو تکلف کے ساتھ اپنی تقریر میں فصاحت و بلاغت کا دریا بہانے کی کوشش کرتے ہیں لوگوں کو مرعوب کرنے کے لیے، ان پر اپنی قابلیت کا سکہ جمانے کے لیے۔ ایسے لوگوں کو تعلیم دی گئی کہ وہ ایسا نہ کریں بلکہ سادہ زبان اور بے تکلّف نکلنے والے جملے استعمال کریں۔ مقرّرانہ تکبّر اللہ کو ناپسند ہے۔

عفو اور درگزر داعی کا ہتھیار ہے

﴿۱۹۵﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ، قَالَ الصَّبْرُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَالْعَفْوُ عِنْدَ الْإِسَآءَ ةِ، فَاِذَا فَعَلُوْا عَصَمَهُمُ اللّٰهُ وَ خَضَعَ لَهُمْ عَدُوُّهُمْ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ۔ (بخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ کی تفسیر کرتے ہوئے

فرماتے ہیں، ”دعوتی کام کرنے والوں کو صابر اور بردبار ہونا چاہیے، لوگ اگر غصہ دلانے والی حرکات پر اُتر آئیں تو ایسے موقع پر غصّے کا جواب غصے سے نہیں دینا چاہیے، غصہ آئے تو تھوک دینا چاہیے، اگر لوگ ایسا کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے گا اور دشمن اُن کے سامنے جھک جائے گا، وہ گہرا دوست اور پُرجوش حامی بن جائے گا (جیسا کہ دعوت اسلامی کی تاریخ گواہی دیتی ہے)۔“

داعی اور صبر

〈۱۹۶〉 رُوِیَ عَنْ عَمَّارِبْنِ یَاسِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِلٰی حَیٍّ مِّنْ قَیْسٍ اُعَلِّمُهُمْ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ، فَاِذَا قَوْمٌ کَاَنَّهُمُ الْاِبِلُ الْوَحْشِیَّةُ طَامِحَةً اَبْصَارُهُمْ لَیْسَ لَهُمْ هَمٌّ اِلَّا شَاةٌ اَوْ بَعِیْرٌ، فَانْصَرَفْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ یَا عَمَّارُ مَا عَمِلْتَ؟ فَقَصَصْتُ عَلَیْهِ قِصَّةَ الْقَوْمِ وَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا فِیْهِمْ مِّنَ السَّهْوَةِ، فَقَالَ یَا عَمَّارُ اَلَا اُخْبِرُکَ بِاَعْجَبَ مِنْهُمْ، قَوْمٌ عَلِمُوْا مَا جَهِلَ اُولٰٓئِکَ ثُمَّ سَهَوْا کَسَهْوِهِمْ۔ (طبرانی، ترغیب)

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ قیس کے پاس دین اور اس کے احکام سکھانے کے لیے بھیجا، وہاں پہنچ کر مجھے تجربے سے معلوم ہوا گویا یہ بدکے ہوئے اونٹ ہیں دنیا کے حریص، ان کا کوئی نصب العین نہیں ہے، ان کی ساری دلچسپی اپنی بکریوں اور اونٹوں سے ہے تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس پہنچا، آپؐ نے پوچھا ”اے عمارؓ! اپنے کام کی رپورٹ دو کیا کیا؟“ تو میں نے آپؐ کو سارا قصہ سنایا، میں نے آپؐ کو بتایا کہ یہ لوگ دین سے بالکل غافل ہیں، آپؐ نے فرمایا ”اے عمارؓ! ان سے زیادہ تعجب خیز معاملہ ان لوگوں کا ہے جنہوں نے دین کا علم سیکھا مگر انہی کی طرح دین سے غافل اور بے پروا ہو گئے۔“

تشریح: یعنی یہ لوگ تو دین جانتے نہیں، اور ایک لمبے عرصے سے جاہلیت کی زندگی گزارتے رہے ہیں، اگر یہ لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں تو نہ اس میں کوئی تعجب کی بات ہے اور نہ داعی کو مایوس ہونے کی ضرورت ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعوت و تبلیغ کے لیے صحابہؓ کو باہر بھیجتے تھے اور ان کے کام کی رپورٹ لیتے تھے۔

دعوت میں جدید وسائل وذرائع کا استعمال

﴿۱۹۷﴾ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ أَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ أَ تَعَلَّمَ السُّرْيَانِيَّةَ، وَ فِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ أَمَرَنِيْٓ أَنْ أَتَعَلَّمَ كِتَابَ يَهُوْدَ وَ قَالَ اِنِّيْ مَآ اٰمَنُ يَهُوْدَ عَلٰى كِتَابٍ، قَالَ فَمَا مَرَّ بِيْ نِصْفُ شَهْرٍ حَتّٰى تَعَلَّمْتُ فَكَانَ إِذَا كَتَبَ إِلٰى يَهُوْدَ كَتَبْتُ وَ إِذَا كَتَبُوْا اِلَيْهِ قَرَأْتُ لَهٗ كِتَابَهُمْ۔

ترجمہ: حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا، اور ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ آپؐ نے یہود کا رسم الخط سیکھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ، ”مجھے یہود کی کسی تحریر پر اعتماد نہیں ہے، لہٰذا ان کی زبان بھی سیکھو اور رسم الخط بھی۔ زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ صرف ۱۵ دن میں میں نے ان کا رسم الخط سیکھ لیا۔ اس کے بعد یہود کو آپؐ جو کچھ فرماتے لکھتا، اور جب یہودیوں کا کوئی خط آپؐ کے پاس آتا تو میں ان کا خط آپؐ کو پڑھ کے سناتا۔“

تشریح: زبانیں سب اللہ کی ہیں، جس ملک میں داعیانِ حق کام کر رہے ہوں وہاں کی زبانوں کو سیکھنا ہوگا، تاکہ باشندوں تک ان کی اپنی زبان میں حق کا پیغام پہنچایا جا سکے، اسی طرح وہ تمام ذرائع جو تمدنی ترقی نے آج بہم پہنچائے ہیں، اُن سب سے داعی گروہ کو کام لینا ہوگا۔

عمل اور دعوت میں مطابقت

﴿۱۹۸﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ، قَالَ فَبَلَغَ امْرَأَةً فِي الْبَيْتِ يُقَالُ لَهَا أُمُّ يَعْقُوْبَ فَجَآءَ تْ اِلَيْهِ فَقَالَتْ: بَلَغَنِيْ أَنَّكَ قُلْتَ كَيْتَ وَكَيْتَ، فَقَالَ مَالِيْ لَآ اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، فَقَالَتْ اِنِّيْ لَاَقْرَأُ مَا بَيْنَ لَوْحَيْهِ فَمَا وَجَدْتُّهٗ، فَقَالَ إِنْ كُنْتِ قَرَاْتِيْهِ فَقَدْ وَجَدْتِيْهِ اَمَا قَرَاْتِ، ”مَآ اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ... الخ۔“ قَالَتْ بَلٰى، قَالَ فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْهُ، قَالَتْ: إِنِّيْ لَأَظُنُّ اَهْلَكَ يَفْعَلُوْنَ، قَالَ: اِذْهَبِيْ فَانْظُرِيْ فَنَظَرَتْ فَلَمْ تَرَ مِنْ حَاجَتِهَا شَيْئًا، فَجَآءَ تْ

فَقَالَتُ مَا رَأَيتُ شَيئًا، قَالَ لَو كَانَتُ كَذَالِكِ لَم تُجَامِعُنَ، وَ فِي رِوَايَةٍ فَدَخَلتُ ثُمَّ خَرَجتُ فَقَالَتُ مَا رَأَيتُ بَأسًا، قَالَ مَا حَفِظتِ اَوَّلَ وَصِيَّةِ العَبدِ الصَّالِحِ وَمَآ اُرِيدُ اَن اُخَالِفَكُم۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک دفعہ فرمایا: ''اللہ لعنت کرتا ہے اُن عورتوں پر جو گودنے گودتی ہیں اور گودنے لگواتی ہیں اور ان عورتوں پر جو بالوں کو چھوٹا کرتی ہیں زیبائش و آرائش کے لیے۔ اور ان عورتوں پر بھی جو اپنے دانتوں کے درمیان حسن کی خاطر دوری پیدا کرتی ہیں اور اللہ کی بنائی ہوئی جسمانی بناوٹ کو بگاڑتی ہیں، جب عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ بات کہی تو ایک پردہ نشین خاتون جس کا نام ''ام یعقوب'' ہے، عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئیں اور کہا ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ایسا اور ایسا کہا ہے، انہوں نے جواب دیا ''میں ان پر کیوں نہ لعنت کروں جن پر رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی کتاب میں لعنت فرمائی ہے۔'' اُمِّ یعقوب نے کہا ''میں پورا قرآن شروع سے آخر تک پڑھتی ہوں میں نے اس میں یہ مضمون نہیں پایا،'' عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا ''اگر تم غور سے قرآن پڑھتیں تو یہ مضمون قرآن پاک میں پاتیں، کیا تم نے قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی ہے ''مَآ اٰتَاكُمُ الرَّسُولُ[1]... اِلٰی اٰخِرِہٖ'' ام یعقوب نے کہا، ''ہاں! یہ آیت میں نے پڑھی ہے،'' عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ ''جان رکھو نبی ﷺ نے ان باتوں سے منع فرمایا ہے جو میں نے کہی ہیں۔'' ام یعقوب نے کہا، ''میرا خیال ہے آپ کی بیویاں بھی ایسا کرتی ہیں،'' عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا ''اندر جاؤ اور دیکھو،'' چناں چہ وہ گئیں اور وہاں ان برائیوں میں سے کوئی برائی نہیں پائی، اور آکر بتایا کہ میرا خیال غلط نکلا، آپ کی بیویاں یہ سب نہیں کرتیں۔'' عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا ''اگر میری بیویاں یہ سب کرتیں تو میرے ساتھ نہیں رہ سکتی تھیں،'' اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ ام یعقوب گئیں اور واپس آکر بتایا کہ آپ کی بیویاں اس طرح کی زیبائش و آرائش سے دور ہیں، عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا ''کیا تمہیں یاد نہیں ہے بندہ صالح (شعیبؑ) کی بات جو انہوں نے کہی ''وَمَآ[2] اُرِيدُ اَن اُخَالِفَكُم اِلٰی مَآ اَنهَاكُم عَنهُ۔''

تشریح: عبداللہ بن مسعودؓ کے اس واقعے میں دعوتی کام کرنے والوں کے لیے بہت بڑا سبق

---

(۱) رسولؐ تمہیں جو دیں وہ لو، اور جس چیز سے روکیں اسے نہ کرو۔ (سورۂ حشر آیت: ۷)

(۲) میرا مقصد یہ نہیں کہ جس چیز سے تمہیں روک رہا ہوں اس کو میں خود اختیار کرلوں۔ (سورۂ ہود آیت: ۸۸)

ہے، باہر کے لوگوں کو دعوت دینے سے پہلے اپنے گھر والوں اور قریبی لوگوں کو دین پہنچانا چاہیے اوران کی تربیت کرنی چاہیے ورنہ دعوت پر بہت برا اثر پڑے گا۔

غلبۂ باطل کے زمانے میں اہل حق کو کیا کرنا چاہیے

﴿۱۹۹﴾ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِالْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ، مَنْ رَّأیٰ مِنْكُمْ مُّنْكَرًا فَغَيَّرَهٗ بِيَدِهٖ فَقَدْ بَرِئَ، وَ مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُّغَيِّرَهٗ بِيَدِهٖ فَغَيَّرَهٗ بِلِسَانِهٖ فَقَدْ بَرِئَ، وَ مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُّغَيِّرَهٗ بِلِسَانِهٖ فَغَيَّرَهٗ بِقَلْبِهٖ فَقَدْ بَرِئَ، وَ ذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ نسائی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے جس شخص نے اپنے معاشرے میں کوئی برائی دیکھی اور طاقت استعمال کر کے اسے دُور کردیا، تو وہ اپنے فرض سے سبک دوش ہوا، اور جس شخص نے طاقت نہ رکھنے کی وجہ سے اپنی زبان استعمال کی اور اس کے خلاف آواز اٹھائی، وہ بھی سبک دوش ہوا، اور جو شخص اپنی زبان نہ استعمال کرسکے اور دل میں اس بُرائی سے نفرت کرے اور بُرا سمجھے تو وہ بھی مواخذہ سے بچ جائے گا اور یہ ایمان کا کم زور ترین درجہ ہے۔“

تشریح: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ طاقت رکھنے کے باوجود جس نے برائی نہیں مٹائی وہ اللہ کے غصّے کا نشانہ بننے سے بچ نہیں سکے گا پس آدمی کے پاس جو بھی طاقت ہو، برائی کے دور کرنے کے لیے کام میں لائے بشرطے کہ طاقت کے استعمال کے نتیجہ میں اس سے بڑی کسی خرابی کے سر اٹھانے کا اندیشہ نہ ہو۔ یہ حدیث بتاتی ہے کہ باطل کے غلبہ کے دَور میں اہل حق کو حق کے لیے غیرت مند ہونا چاہیے۔ باطل کے آگے ہتھیار ڈال کر آرام کی نیند سونا اور اطمینان کا سانس لینا بے غیرتی کی نشانی ہے اور حق سے محبت نہ ہونے کی دلیل ہے۔

اقامت دین کی راہ میں

محبتِ حق کا تقاضا

﴿۲۰۰﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: خُذُوْا الْعَطَآءَ مَا دَامَ عَطآءً فَاِذَا صَارَ رُشْوَۃً عَلَی الدِّیْنِ فَلَا تَاخُذُوْہُ، وَ لَسْتُمْ بِتَارِکِیْہِ، یَمْسُّکُمُ الْفَقْرُ وَالْحَاجَۃُ، اَلَا اِنَّ رَحَا الْاِسْلَامِ دَآئِرَۃٌ فَدُوْرُوْا مَعَ الْکِتَابِ حَیْثُ دَارَ، اَلَا اِنَّ الْکِتَابَ وَالسُّلْطَانَ سَیَفْتَرِقَانِ فَلَا تُفَارِقُوْا الْکِتَابَ، اَلَا اِنَّہٗ سَیَکُوْنُ عَلَیْکُمْ اُمَرَآءُ یَقْضُوْنَ لَکُمْ، فَاِنْ اَطَعْتُمُوْھُمْ یُضِلُّوْکُمْ، وَ اِنْ عَصَیْتُمُوْھُمْ قَتَلُوْکُمْ، قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ نَصْنَعُ؟ قَالَ کَمَا صَنَعَ اَصْحَابُ عِیْسٰی نُشِرُوْا بِالْمِنْشَارِ وَ حُمِلُوْا عَلَی الْخَشَبِ، مَوْتٌ فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ خَیْرٌ مِنْ حَیَاۃٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ اللّٰہِ۔ (الطبرانی عن معاذ بن جبل)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "عطیات اور بخششیں جب تک عطیات اور بخششوں کی حیثیت میں ہوں تو لے سکتے ہو لیکن جب یہ عطیے رشوت بن جائیں اور خلافِ دین کام کرنے کے لیے دیئے جائیں تو مت لینا، اور تم اس رشوت کو چھوڑنے کے نہیں کیوں کہ تم کو فقر و فاقہ لاحق ہوگا جو اس رشوت کے لینے پر مجبور کرسکتا ہے، سنو! اسلام کی چکی گھوم رہی ہے (چل رہی ہے) پس تم لوگ کتاب اللہ کے ساتھ رہو جدھر وہ جائے، سنو! اللہ کی کتاب اور اقتدار و حکومت دونوں ایک دوسرے سے عنقریب الگ ہوجائیں گے تو تم لوگ کتاب اللہ کا ساتھ دینا (اس کو چھوڑ کر حکومت و اقتدار کا ساتھ مت دینا) سنو! تمہارے اوپر ایسے امراء و حکام مسلط ہوں گے جو تمہارے لیے فیصلے کریں گے (قانون بنائیں گے) تو اگر تم

نے ان کی بات مانی تو تمہیں ضلالت کی راہ پر ڈال دیں گے۔ اور اگر ان کی بات نہ مانی تو وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔ لوگوں نے پوچھا ''اے اللہ کے رسولؐ! ہمیں ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے؟'' آپؐ نے فرمایا: ''تمہیں وہی کرنا ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کیا، وہ آرے سے چیرے گئے اور سولی پر لٹکائے گئے (لیکن باطل کے آگے نہیں جھکے)۔ اللہ کی اطاعت میں مر جانا، اللہ کی معصیت میں زندگی گزارنے سے بہتر ہے۔''

نہ میں ان کا، نہ وہ میرے

﴿۲۰۱﴾ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اُعِيْذُكَ بِاللّٰهِ يَا كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ مِنْ اُمَرَآءَ يَكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِىْ، فَمَنْ غَشِيَ اَبْوَابَهُمْ، فَصَدَّقَهُمْ فِىْ كَذِبِهِمْ، وَ اَعَانَهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ فَلَيْسَ مِنِّىْ، وَ لَسْتُ مِنْهُ، وَلَا يَرِدُ عَلَيَّ الْحَوْضَ، وَ مَنْ غَشِيَ اَبْوَابَهُمْ اَوْلَمْ يَغْشَ، فَلَمْ يُصَدِّقْهُمْ فِىْ كَذِبِهِمْ، وَلَمْ يُعِنْهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ، فَهُوَ مِنِّىْ وَ اَنَا مِنْهُ وَ سَيَرِدُ عَلَيَّ الْحَوْضَ۔ (جامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے کعب! میں تمہیں ایسے امراء سے جو میرے بعد آئیں گے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ جو لوگ ان ظالم امراء کے دروازے پر جائیں گے اور ان کی جھوٹی باتوں کو سچ ثابت کریں گے اور ان کی ظالمانہ کارروائیوں میں مددگار ثابت ہوں گے تو ایسے لوگوں سے نہ میرا تعلق ہے اور نہ ایسے لوگ مجھ سے تعلق رکھتے ہیں، (نہ میں ان کا نہ وہ میرے) اور حوضِ کوثر پر وہ مجھ سے ملاقات نہیں کر سکیں گے۔ اور جو لوگ ان ظالم امراء کے دروازے پر نہ جائیں یا جائیں تو ان کے جھوٹ کو سچ نہ بتائیں، اور ظالمانہ کارروائیوں میں ان کے مددگار نہ ثابت ہوں، تو ایسے لوگ میرے آدمی ہیں، (وہ میرے ہیں میں اُن کا ہوں) اور یقیناً حوض پر وہ مجھ سے ملیں گے (اور میں انہیں اپنے ہاتھ سے کوثر کا پانی پلاؤں گا جس کے بعد انہیں کبھی پیاس نہ لگے گی)۔''

شہادت کی آرزو

﴿۲۰۲﴾ عَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ ''مَنْ سَاَلَ اللّٰهَ الْقَتْلَ مِنْ نَّفْسِهٖ صَادِقًا ثُمَّ مَاتَ اَوْ قُتِلَ، فَاِنَّ لَهٗ اَجْرَ شَهِيْدٍ (ابوداؤد و ترمذی) **وَ فِىْ**

رِوَایَةِ سُهَلِ بُنِ حُنَيُفٍ، ”مَنُ سَأَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدُقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَآءِ وَ اِنُ مَّاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا کہ ”جس شخص نے اللہ سے سچے دل سے شہادت کی دعا مانگی پھر وہ قتل کردیا گیا یا اپنے بستر پر مرا (دونوں صورتوں میں) اس کو وہ مرتبہ ملے گا جو شہداء کے لیے ہے۔“ اور یہی مضمون سہل ابن حنیفؓ کی حدیث میں بھی بیان ہوا ہے۔ ”جس شخص نے سچائی کے ساتھ شہادت کی دُعا مانگی تو اللہ تعالیٰ اس کو شہیدوں کا مرتبہ عنایت فرمائے گا اگرچہ وہ اپنے بستر پر مرا ہو۔“

شہادت کی مختلف صورتیں

﴿۲۰۳﴾ عَنُ رَّبِيُعِ ۣالْاَنُصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنُهُ فَقَالَ رَسُوُلُ اللّٰهِ ﷺ أَوَ مَا الُقَتُلُ اِلَّا فِيُ سَبِيُلٍ؟ اِنَّ شُهَدَآءَ اُمَّتِيُ اِذًا لَّقَلِيُلٌ، اِنَّ الطَّعُنَ شَهَادَةٌ، وَّالُبَطُنَ شَهَادَةٌ وَّالطَّاعُوُنَ شَهَادَةٌ، وَّالنُّفَسَاءَ بِجَمُعٍ شَهَادَةٌ وَّالُحَرَقَ شَهَادَةٌ وَّالُغَرَقَ شَهَادَةٌ وَّ ذَاتَ الُجَنُبِ شَهَادَةٌ۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت ربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کیا اللہ کی راہ میں قتل ہو جانا ہی شہادت ہے؟ تب تو میری امت کے شہداء بہت تھوڑے ہوں گے۔ نہیں، بلکہ وہ لوگ جو طاعون کی بیماری میں مریں، ہیضہ میں مریں، عورت جو ولادت کے وقت مرجائے، جو لوگ آگ میں جل کر مریں یا ڈوب کر مریں، جو لوگ نمونیہ کا شکار ہو کر مریں۔ یہ سب شہادت کا درجہ پائیں گے۔“

دفاعی موت بھی شہادت ہے

﴿۲۰۴﴾ عَنُ سَعِيُدِ بُنِ زَيُدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنُهُمَا قَالَ سَمِعُتُ رَسُوُلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوُلُ: مَنُ قُتِلَ دُوُنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيُدٌ، وَّ مَنُ قُتِلَ دُوُنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِيُدٌ، وَّ مَنُ قُتِلَ دُوُنَ دِيُنِهٖ فَهُوَ شَهِيُدٌ، وَّ مَنُ قُتِلَ دُوُنَ اَهُلِهٖ فَهُوَ شَهِيُدٌ۔ (ابوداود، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ)

وَ فِيُ رِوَايَةِ سُوَيُدِ بُنِ مُقَرِّنٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنُهُ (اَلنَّسَائِيُ)، مَنُ قُتِلَ دُوُنَ مَظُلِمَتِهٖ فَهُوَ شَهِيُدٌ۔

ترجمہ: حضرت سعید بن زیدؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا: ”جو لوگ اپنے مال کو بچاتے ہوئے قتل ہو جائیں گے وہ شہید ہیں، اور جو لوگ اپنی جان کو بچانے کے لیے قتل کر دیئے جائیں وہ بھی شہید ہیں، اور جو لوگ دین کے لیے قتل کر دیے جائیں وہ بھی شہید ہیں۔ اور جو لوگ اپنے بیوی بچوں اور متعلقین کی حفاظت کرتے ہوئے مارڈالے جائیں وہ بھی شہید ہیں۔“

اور سوید ابن مقرن رضی اللہ عنہ سے جو روایت سننِ نسائی میں آئی ہے اس کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے۔
”جو لوگ کسی ظالم سے اپنا حق واپس لینے کے سلسلے میں مارڈالے جائیں تو وہ بھی شہید ہیں۔“

دینی دعوت سے جی چرانے کا انجام

⟨۲۰۵⟩ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا تَرَکَ قَوْمٌ نِ الْجِهَادَ اِلَّا عَمَّھُمُ اللّٰہُ بِالْعَذَابِ۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو لوگ جہاد (دین کے لیے محنت اور جاں فشانی اور مالی اور جانی قربانی) نہ کریں گے تو اللہ ایسے لوگوں پر عذاب مسلّط کرے گا۔“

تشریح: عذاب کی تعیین، حضور ﷺ نے، اس حدیث میں نہیں فرمائی، دوسری حدیث جو اس کے بعد آرہی ہے اس کی بہترین شرح ہے۔

دینی جدوجہد سے بے رُخی کا انجام

⟨۲۰۶⟩ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ، اِذَا تَبَایَعْتُمْ بِالْعِیْنَةِ وَ اَخَذْتُمْ اَذْنَابَ الْبَقَرِ وَ رَضِیْتُمْ بِالزَّرْعِ وَ تَرَکْتُمُ الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ ذُلًّا لَا یَنْزِعُهٗ حَتّٰی تَرْجِعُوْٓا اِلٰی دِیْنِکُمْ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب تم لوگ عینہ کے ساتھ خرید و فروخت کرنے لگو گے، بیلوں کی دُم پکڑ لو گے، کھیتی باڑی میں مگن رہو گے، اور دین کے لیے محنت کرنا اور جانی و مالی قربانی دینا چھوڑ دو گے تو اللہ تم پر ایسی ذلّت اور محکومی مسلّط کرے گا جو تم سے کبھی نہیں ہٹے گی جب تک تم اپنے دین کی طرف نہیں پلٹو گے۔“

تشریح: حدیث میں عینہ کا لفظ آیا ہے جس کی شکلیں مختلف ہیں، مختصراً یہ سمجھئے کہ حیلۂ شرعی کے سہارے سودی کاروبار کرنے والے کا نام عربی میں عینہ ہے، چوں کہ مسلمان ہیں، اس لیے صاف صاف سود کا نام لے کر سودی کاروبار کرنے سے شرماتے ہیں، اس لیے مختلف خوب صورت ناموں سے یہ کاروبار ہوتا ہے۔ اس طرح یہ لوگ شریعت سے کھیلتے ہیں اور خدا کا مذاق اڑاتے ہیں، سمجھتے ہیں خدائے علیم بھی ان کے جھانسے میں آجائے گا۔

اس حدیث میں جن خرابیوں کی نشان دہی کی گئی ہے وہ سب ہمارے اندر پائی جاتی ہیں اور یہی ہماری ذلت ومحکومی کا حقیقی سبب ہیں اور اس سے نجات پانے کی کوئی راہ نہیں ہے جب تک کہ دینی کام ہماری نظر میں تجارت، کاشت کاری اور دوسرے معاشی ذرائع کے مقابلہ میں زیادہ اہم نہ ہو جائے۔ جب دین کو زندہ کرنے اور طاقت ور بنانے کی راہ میں سرگرمی کے ساتھ ہم چلنے لگیں گے تب ذلت ومحکومی کی کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹنی شروع ہو جائیں گی —— اس طرح ٹوٹنی شروع ہوں گی کہ فرماں روائے کائنات اور عزیز وقوی خدا کی راہ کے مسافر بھی حیران رہ جائیں گے۔

داعیانِ حق کو قوت بخشنے والے ذرائع

تہجد

〈۲۰۷〉 عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ الْبَاھِلِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّہٗ دَأْبُ الصَّالِحِیْنَ قَبْلَکُمْ، وَ قُرْبَۃٌ اِلٰی رَبِّکُمْ وَ مَکْفَرَۃٌ لِّلسَّیِّئَاتِ، وَ مَنْھَاۃٌ عَنِ الْاِثْمِ۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ باہلیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: ”اے لوگو! تم لوگ تہجد کی نماز کو اپنے اوپر لازم کرلو، اس لیے کہ تم سے پہلے جو اللہ کے بندے گزرے ہیں ان کا یہی طریقہ رہا ہے، اور یہ تمہارے رب سے قریب کرنے والی، چھوٹے گناہوں کو مٹانے والی اور بڑے گناہ سے روکنے والی چیز ہے (اس سے رکنے کی طاقت پیدا ہوگی)۔“

〈۲۰۸〉 عَنْ عَمْرِو بْنِ عَنْبَسَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ: اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ، فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَکُوْنَ مِمَّنْ یَّذْکُرُ اللّٰہَ فِیْ تِلْکَ السَّاعَۃِ فَکُنْ۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ: ”رب اپنے بندے سے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصے میں ہوتا ہے، پس اگر تم سے یہ بات ہوسکے کہ تم رات کے آخری حصے میں اللہ کو یاد کرنے والوں میں شامل ہوتو ایسا کرو۔“

تشریح: رات کے آخری حصے میں جب آدمی اُٹھ کر خدا کے حضور کھڑا ہوتا ہے تو چوں کہ پورے نشاط اور دل کی آمادگی کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اس لیے ظاہر بات ہے کہ اس کیفیت کے

ساتھ پڑھی جانے والی نماز بندے کو اللہ سے قریب کرنے والی شے ہے نیز دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کی آخری گھڑیوں میں اللہ کی رحمت بندوں کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہوتی ہے اس لیے خدا کو اپنے سے قریب کرنے کے لیے اور خدا سے قریب ہونے کے لیے یہ وقت سب سے زیادہ موزوں ہے۔

﴿۲۰۹﴾ رُوِیَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ نُصَلِّیَ مِنَ اللَّیْلِ مَا قَلَّ اَوْ کَثُرَ، وَ نَجْعَلَ اٰخِرَ ذٰلِکَ وِتْرًا۔

(ترغیب بحوالہ بزار و طبرانی)

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم کو اللہ کے رسول ﷺ نے حکم دیا کہ: ”تہجد کی نماز پڑھیں، کم یا زیادہ اور اس کے آخر میں وتر پڑھ لیں۔“

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی کو اپنے اُٹھنے پر قابو ہو تو عشاء کے بعد وتر نہ پڑھے بلکہ تہجد کی نماز پڑھ کر آخر میں وتر پڑھے یہ زیادہ افضل ہے۔

﴿۲۱۰﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: اسْتَعِیْنُوْا بِطَعَامِ السَّحَرِ عَلٰی صِیَامِ النَّهَارِ وَ بِقَیْلُوْلَةِ النَّهَارِ عَلٰی قِیَامِ اللَّیْلِ۔ (ترغیب ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا: ”دن میں روزہ رکھنے پر سحری سے مدد لو اور تہجد کی نماز پڑھنے پر دن کے قیلولہ سے مدد لو۔“

تشریح: یعنی سحری کھاؤ تا کہ دن کا روزہ آرام سے گزرے اور سستی اور کمزوری نہ واقع ہو۔ اسی طرح جو لوگ رات میں تہجد کے لیے اُٹھنا چاہیں تو دن میں کچھ سولیا کریں تا کہ نیند کی کمی پوری ہو جائے اور دن کے کاموں پر اثر نہ پڑے۔

تہجد پڑھنے کی ترغیب

﴿۲۱۱﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلّٰی، وَ اَیْقَظَ امْرَأَتَهٗ، فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِیْ وَجْهِهَا الْمَآءَ، وَ رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّتْ وَ اَیْقَظَتْ زَوْجَهَا، فَاِنْ اَبٰی نَضَحَتْ فِیْ وَجْهِهِ الْمَآءَ۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ترغیب)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس شخص پر خدا رحمت فرمائے جو رات میں نیند سے اٹھا اور نماز پڑھی اور اپنی بیوی کو بھی جگایا تا کہ وہ بھی تہجد پڑھ لے۔ اور اگر نیند کی وجہ سے وہ نہیں اُٹھ رہی ہے تو اس کے چہرے پہ پانی کے چھینٹے دے کر جگاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ اس بیوی پر رحمت نازل فرمائے جو رات میں نیند سے بیدار ہوئی اور نماز پڑھی اور اپنے شوہر کو بھی جگایا تا کہ وہ بھی تہجد پڑھ لے۔ اور جب وہ نیند کے غلبے سے نہیں اٹھتا تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے دے کر جگاتی ہے۔''

نوافل کا اہتمام

〈۲۱۲〉 عَنْ جَابِرٍ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَضٰی اَحَدُكُمُ الصَّلَاةَ فِیْ مَسْجِدِهٖ فَلْیَجْعَلْ لِبَیْتِهٖ نَصِیْبًا مِّنْ صَلَاتِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ فِیْ بَیْتِهٖ مِنْ صَلَاتِهٖ خَیْرًا۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جب کوئی شخص اپنی مسجد کی نماز فرض سے فارغ ہو جائے تو اپنے گھر کو بھی سنت اور نفل نمازوں کا ایک حصہ دے اگر ایسا کرے گا تو اللہ اس کے گھر میں نماز کی وجہ سے خیر و برکت نازل فرمائے گا۔''

〈۲۱۳〉 عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ اَوَّلَ مَا افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَی النَّاسِ مِنْ دِیْنِهِمُ الصَّلٰوةُ وَ اٰخِرُ مَا یَبْقَی الصَّلَاةُ، وَ اِنَّ اَوَّلَ مَا یُحَاسَبُ بِهِ الصَّلٰوةُ، وَ یَقُوْلُ اللّٰهُ انْظُرُوْا فِیْ صَلَاةِ عَبْدِیْ فَاِنْ كَانَتْ تَآمَّةً كُتِبَتْ تَآمَّةً، وَ اِنْ كَانَتْ نَاقِصَةً یَقُوْلُ انْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِیْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَاِنْ وُّجِدَ لَهٗ تَطَوُّعٌ تَمَّتِ الْفَرِیْضَةُ مِنَ التَّطَوُّعِ ثُمَّ قَالَ انْظُرُوْا هَلْ زَكَاتُهٗ تَآمَّةٌ، فَاِنْ كَانَتْ تَآمَّةً كُتِبَتْ تَآمَّةً، وَ اِنْ كَانَتْ نَاقِصَةً، قَالَ انْظُرُوْا هَلْ لَّهٗ صَدَقَةٌ؟ فَاِنْ كَانَتْ لَهٗ صَدَقَةٌ تَمَّتْ زَكَاتُهٗ۔ (ترغیب، بحوالہ مسند ابو یعلیٰ)

ترجمہ: حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سب سے پہلے جو چیز دین میں اللہ تعالیٰ نے فرض کی وہ نماز ہے، اور سب سے آخری چیز نماز

ہے۔ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز سے متعلق حساب لیا جائے گا اور اللہ فرمائے گا۔ ''میرے اس بندے کی نماز کو دیکھو اگر وہ مکمل ہے تو مکمل لکھی جائے گی، اور اگر اس کی نماز میں کوئی نقص رہ گیا ہے تو اللہ فرمائے گا دیکھو میرے اس بندے نے کچھ نفل نمازیں بھی پڑھی ہیں؟ اگر اس کے نامۂ اعمال میں نفل نمازیں ہیں تو فرض نمازوں کی کمی ان نوافل سے پوری کر دی جائے گی۔ پھر اس کے بعد زکوٰۃ کا حساب لیا جائے گا۔ فرشتوں سے فرمائے گا دیکھو اس کی زکوٰۃ پوری ہے یا نہیں؟ اگر وہ ٹھیک سے ادا کی گئی ہوگی تب تو خیر، اور اگر اس میں کوئی کوتاہی ہوگی تو فرشتوں سے کہے گا کہ دیکھو! اس کے نامۂ اعمال میں کچھ نفلی صدقات ہیں؟ اگر کچھ نفلی صدقات ہیں تو ان سے زکوٰۃ کی کوتاہیوں کی تلافی کر دی جائے گی۔''

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہمارے دین کا اوّل اور آخر نماز ہے اور یہ کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کے بارے میں محاسبہ ہوگا، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ فرض نمازوں کی کوتاہی اور کمی نفل نمازوں سے پوری کی جائے گی، لہٰذا لوگوں کو فرض نمازوں کے ساتھ ساتھ نفل نمازوں کا بھی اہتمام کرنا چاہیے کیوں کہ بندہ فطرۃً کم زور ہے نماز کو کتنا ہی بنا سنوار کر پڑھے کچھ نہ کچھ کمی رہ ہی جائے گی۔ اب اگر اس کے نامۂ اعمال میں نفلی نمازیں نہیں ہیں تو فرائض کی کمی کس چیز سے پوری کی جائے گی؟

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نماز کے بعد زکوٰۃ کا معاملہ زیرِ بحث آئے گا۔ تو اگر کچھ نفلی صدقات کا اہتمام نہ کیا گیا ہوگا تو فرض کی کوتاہی اور کمی کی تلافی کیوں کر ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ سب سے پہلے فرائض کا حساب ہوگا اگر اس فرض کے ساتھ کچھ نفلی چیزیں نہ ہوں گی تو محاسبے کے خطرات سے آدمی کیوں کر بچ سکے گا۔ لہٰذا نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ جملہ فرائض کے ساتھ کچھ نفلی عبادات کا اہتمام نجات کے مسئلے کو آسان بنا دے گا۔

غلو سے پرہیز اور نوافل وتہجد کی تاکید

〈۲۱۴〉 عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ، وَّ لَنْ يُّشَآدَّ الدِّيْنُ اِلَّا غَلَبَهٗ، فَسَدِّدُوْا وَ قَارِبُوْا وَ اَبْشِرُوْا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغُدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَ شَیْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ۔ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپؐ نے ارشاد فرمایا: ’’یہ دین (اسلام) آسان ہے اور دین سے جب بھی مقابلہ کیا جائے گا، مقابلہ کرنے والوں کو شکست دے دے گا، پس تم لوگ صراطِ مستقیم پر چلو، شدت پسندی سے بچو اور مایوس نہ ہو اللہ کی رحمت اور نجات سے، بلکہ خوش رہو اور مدد لو صبح و شام کے سفر سے اور کچھ رات میں سفر کرنے سے۔‘‘

تشریح: دین کے آسان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے احکام و قوانین آسان ہیں، ہر شخص آسانی کے ساتھ اس دین پر عمل کر سکتا ہے۔

اور دین سے مقابلہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دین نے جو آسانیاں دی ہیں اس پر بس نہ کرتے ہوئے کوئی شخص اپنی طرف سے غلو کرے گا تو بالآخر عاجز ہو جائے گا اور جو پابندیاں اس نے اپنے اوپر لازم کر لی ہیں ان کو وہ نباہ نہیں سکے گا۔ پس غلو سے بچانے کے لیے فرمایا کہ سیدھی راہ پر چلنا اور دین کے سادہ احکام پر عمل کرنا نجات کے لیے یہ کافی ہے۔

اور آخری جملے میں جو بات کہی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صبح و شام کے اوقات میں اور کچھ رات کے حصے میں نوافل پڑھ لو۔ اس کو ایک دوسرے ڈھنگ سے کہا گیا جس سے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ مومن دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے سفر میں ہے، تو منزل پر پہنچنے کے لیے دن رات سفر کرے، (دن رات عبادت میں مشغول رہے یہ ضروری نہیں)، کچھ صبح چلے، کچھ شام کو چلے اور کچھ رات کے آخری حصے میں چلے تو ان شاء اللہ منزل پر پہنچ جائے گا، اور اگر کسی نے دن رات ایک کر دیئے، مسلسل سفر کرتا رہا تو اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ راستے میں تھک کر بیٹھ جائے اور منزل تک نہ پہنچ سکے۔ یہ اشراق و چاشت کی نمازیں اور مغرب بعد کی نفلیں اسی ہدایت کی عملی صورتیں ہیں جن کا نمونہ حضور ﷺ نے اپنی امت کے سامنے پیش کیا۔

انفاق

﴿۲۱۵﴾ عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: مَا مِنْکُمْ مِّنْ أَحَدٍ اِلَّا سَیُکَلِّمُہُ اللّٰہُ لَیْسَ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَہٗ تَرْجُمَانٌ فَیَنْظُرُ

أَيۡمَنَ مِنۡهُ فَلَا يَرَىٰ اِلَّا مَا قَدَّمَ فَيَنۡظُرُ أَشۡأَمَ مِنۡهُ فَلَا يَرَىٰ اِلَّا مَا قَدَّمَ، فَيَنۡظُرُ بَيۡنَ يَدَيۡهِ فَلَا يَرَىٰ اِلَّا النَّارَ تِلۡقَآءَ وَجۡهِهٖ، فَاتَّقُوا النَّارَ وَ لَوۡ بِشِقِّ تَمۡرَةٍ۔ (بخاری، مسلم)

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ: ”تم میں سے ہر شخص سے اس طرح سے محاسبہ ہوگا کہ خدا اور بندہ کے درمیان کوئی وکالت اور ترجمانی کرنے والا نہ ہوگا۔ وہ اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو اس کے عمل کے سوا کوئی اور نظر نہ آئے گا، پھر بائیں طرف دیکھے گا تو ادھر بھی سوائے اپنے اعمال کے کسی اور کو نہ پائے گا۔ پھر وہ سامنے نظر ڈالے گا تو جہنم کو اپنے سامنے پائے گا، (حب یہ حقیقت ہے) تو اے لوگو آگ سے بچنے کی فکر کرو اگر ایک کھجور کا آدھا حصہ ہی تمہارے پاس ہو اسی کو دے کر آگ سے بچو۔“

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن محاسبے کے وقت بندہ ہوگا جو خدا کی عدالت میں اکیلا حساب دینے کے لیے کھڑا ہوگا۔ آگے پیچھے کوئی اس کی وکالت کرنے والا نہ ہوگا، جدھر بھی نظر ڈالے گا صرف اس کا عمل دکھائی دے گا، اور سامنے جہنم ہوگا اس لیے تم سے جتنا ہو سکے صدقہ کرو، یہ جہنم سے بچانے میں بہت زیادہ معین و مددگار ہوگا۔ تھوڑی چیز کو بھی صدقہ دینے میں شرم نہیں محسوس کرنی چاہیے۔

〈۲۱۶〉 عَنۡ اَبِیۡ هُرَيۡرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: يَقُوۡلُ الۡعَبۡدُ مَالِیۡ مَالِیۡ، وَ اِنَّمَا لَهٗ مِنۡ مَّالِهٖ ثَلَاثٌ مَا أَكَلَ فَأَفۡنٰى، اَوۡ لَبِسَ فَاَبۡلٰى، اَوۡ اَعۡطٰى فَاقۡتَنٰى، وَمَا سِوٰى ذٰلِکَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَ تَارِكُهٗ لِلنَّاسِ۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”بندہ کہتا ہے کہ ”یہ میرا مال ہے یہ میرا مال ہے۔“ حالاں کہ اس کے لیے اس کے مال میں تین حصے ہیں، جو کھالیا وہ تو ختم ہو گیا، جو پہن لیا وہ بوسیدہ ہو گیا اور جو کچھ خدا کی راہ میں دیا وہی اس نے خدا کے یہاں جمع کیا۔ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ اس کا نہیں ہے اسے تو وہ اپنے ورثہ کے لیے چھوڑ جائے گا اور خود خالی ہاتھ جائے گا۔“

〈۲۱۷〉 رُوِیَ عَنِ ابۡنِ مَسۡعُوۡدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: نَشَرَ اللّٰهُ عَبۡدَيۡنِ مِنۡ عِبَادِهٖ اَكۡثَرَ لَهُمَا مِنَ الۡمَالِ وَالۡوَلَدِ، فَقَالَ لِاَحَدِهِمَا اَیۡ فُلَانُ بۡنُ فُلَانٍ، قَالَ

لَبَّیکَ رَبِّ وَ سَعُدَیکَ، قَالَ اَلَمُ اُکثِرُ لَکَ مِنَ الُمَالِ وَالُوَلَدِ؟ قَالَ بَلٰی اَیُ رَبِّ، قَالَ وَ کَیُفَ صَنَعُتَ فِیمَآ اٰتیُتکَ؟ قَالَ تَرَکُتُہُ لِوَلَدِیُ مَخافَۃَ الُعَیُلَۃِ، قَالَ أَمَآ اِنَّکَ لَوُ تَعُلَمُ الُعِلُمَ لَضَحِکُتَ قَلِیُلاً وَ لَبَکَیُتَ کَثِیُرًا، أَمَآ اِنَّ الَّذِیُ تَخوَّفُتَ عَلَیُھِمُ قَدُ اَنُزَلُتُ بِھِمُ، وَ یَقُوُلُ لِلاٰخَرِ اَیُ فُلاَنُ بُنُ فُلاَن، فَیَقُوُلُ لَبَّیُکَ اَیُ رَبِّ وَ سَعُدَیُکَ، قَالَ لَہٗ أَلَمُ اُکثِرُ لَکَ مِنَ الُمَالِ وَالُوَلَدِ؟ قَالَ بَلٰی اَیُ رَبِّ، قَالَ فَکَیُفَ صَنَعُتَ فِیُمَآ اٰتیُتکَ؟ قَالَ اَنُفَقُتُ فِیُ طَاعَتِکَ وَ وَثِقُتُ لِوَلَدِیُ مِنُ بَعُدِیُ بِحُسُنِ طَوُلِکَ، قَالَ اَمَآ اِنَّکَ لَوُ تَعُلَمُ الُعِلُمَ لَضَحِکُتَ کَثِیُرًا وَ لَبَکَیُتَ قَلِیُلاً، اَمَآ اِنَّ الَّذِیُ قَدُ وَثِقُتَ بِہٖ اَنُزَلُتُ بِھِمُ۔

(ترغیب وترہیب بحوالۂ طبرانی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ اپنے دو بندوں کو قیامت کے دن زندہ کرے گا جنہیں اس نے مال اور اولاد کی کثرت سے نوازا تھا، ان میں سے ایک سے کہے گا کہ ''اے فلاں! فلاں کے بیٹے!'' وہ کہے گا ''اے میرے رب! میں حاضر ہوں، ارشاد فرمایئے!'' تو اللہ اس سے کہے گا ''کیا میں نے تجھ کو مال اور اولاد کی کثرت سے نہیں نوازا تھا؟'' وہ کہے گا ''ہاں! اے میرے رب تم نے مجھے بہت زیادہ مال اور اولاد سے نوازا تھا۔'' اللہ تعالیٰ پوچھے گا، ''میری نعمتوں کو پاکر تو نے کس طرح کے کام کیے،'' وہ کہے گا ''میں نے اپنا سارا مال اپنی اولاد کے لیے چھوڑا تا کہ وہ غربت اور تنگ دستی میں مبتلا نہ ہو،'' اللہ فرمائے گا ''اگر تجھے حقیقتِ حال کا علم ہو جاتا تو تم ہنستے کم روتے زیادہ، سُن! جس چیز کا اپنی اولاد کے بارے میں تجھے اندیشہ تھا وہی چیز ان پر مسلط کر دی ہے (یعنی غربت اور تنگ دستی)'' پھر دوسرے سے کہے گا کہ ''اے فلاں ابن فلاں!'' وہ کہے گا ''اے میرے رب میں حاضر ہوں، ارشاد فرمایئے!'' اللہ اس سے کہے گا ''کیا میں نے تجھے مال اور اولاد زیادہ نہ دیئے تھے؟'' وہ کہے گا ''ہاں اے میرے رب! تو نے مال اور اولاد کی کثرت سے نوازا تھا،'' اللہ پوچھے گا ''میری نعمتوں کو پاکر تو نے کس طرح کے کام کیے،'' وہ کہے گا کہ ''اے میرے رب! میں نے تیرا بخشا ہوا مال تیری اطاعت میں لگایا، اور اپنی اولاد کے سلسلے میں میں نے تجھ پر اور تیری رحمت پر بھروسہ کیا،'' اللہ کہے گا ''اگر تمہیں حقائق کا علم ہوتا تو دنیا میں تم ہنستے بہت اور روتے کم، سنو، اپنی اولاد

کے سلسلے میں تو نے جس بات پر اعتماد کیا میں نے انہیں وہی چیز دی ہے، (یعنی خوش حالی اور تونگری)۔"

تشریح: یہ حدیث اس بات کی تلقین کرتی ہے کہ اپنے بیٹوں اور قریبی عزیزوں کے مادی مستقبل کو سنوارنے کے لیے جو لوگ اپنا مال بچا بچا کر رکھتے ہیں اور اطاعت و بندگی کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ان کی اولاد ہو سکتا ہے غربت اور تنگ دستی کا شکار ہو جائے اور جو لوگ اپنے مال کو خدا کی بندگی میں لگاتے ہیں اور اپنی اولاد کے مستقبل کو اللہ کی قدرت اور رحمت کے حوالے کرتے ہیں، ان کی اولاد بالکل ممکن ہے کہ خوش حالی کی زندگی بسر کرے۔ پہلے آدمی کی اسکیم اور پلان سے نہ اولاد کا بھلا ہوا اور نہ اس کا بھلا ہوا۔

﴿۲۱۸﴾ رُوِیَ عَنْ اَبِیْ بَکْرِ ۨالصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَلٰی اَعْوَادِ الْمِنبَرِ یَقُوْلُ اتَّقُوا النَّارَ وَ لَوْ بِشِقِّ تَمْرَۃٍ فَاِنَّھَا تُقِیْمُ الْعِوَجَ وَ تَدْفَعُ مِیْتَۃَ السَّوْءِ، وَ تَقَعُ مِنَ الْجَائِعِ مَوْقِعَھَا مِنَ الشَّبْعَانِ۔ (ترغیب بحوالہ ابویعلیٰ و بزار)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے مسجد نبویؐ کے منبر پر نبی ﷺ کو یہ کہتے سنا: "اے لوگو! جہنم کی آگ سے بچو، اگر چہ تمہارے پاس کھجور کا آدھا ہی ٹکڑا ہو وہی دے کر آگ سے بچو، اس لیے کہ صدقہ انسان کی کجی کو درست کرتا ہے، بُری موت مرنے سے بچاتا ہے، اور بھوکے کا پیٹ بھرتا ہے۔"

تشریح: یعنی صدقہ حق اور سچائی پر جماتا ہے، اس کی بدولت خاتمہ بخیر ہوتا ہے، اور ناگہانی حادثوں سے بچاتا ہے اور بھوکے کی بھوک اس سے مٹتی ہے، پس اگر کسی شخص کے پاس تھوڑا سا مال ہو تو اسے شرمانا نہ چاہیے، وہی خدا کی راہ میں دے! کیوں کہ خدا مال کی مقدار کو نہیں دیکھتا، وہ تو نیت اور جذبہ دیکھتا ہے۔

صدقہ ذریعۂ برکت

﴿۲۱۹﴾ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَنْ تَصَدَّقَ بِعِدْلِ تَمْرَۃٍ مِّنْ کَسْبٍ طَیِّبٍ وَلَا یَقْبَلُ اللّٰہُ اِلَّا الطَّیِّبَ، فَاِنَّ اللّٰہَ یَقْبَلُھَا بِیَمِیْنِہٖ

ثُمَّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّى أَحَدُكُم فَلُوَّهُ حَتّٰى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ، وَ فِى رِوَايَةٍ حَتّٰى اَنَّ اللُّقْمَةَ لَتَصِيْرُ مِثْلَ أُحُدٍ۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص ایک کھجور کی قیمت یا اس کے برابر کوئی چیز صدقہ کرے گا اور وہ حلال کمائی ہوگی ـــــ اور اللہ تعالیٰ حلال اور جائز مال ہی قبول کرتا ہے ـــــ تو اللہ تعالیٰ اس کے اس پاک صدقے کو اپنے دائیں ہاتھ میں لے گا پھر اس کو بڑھاتا رہے گا جس طرح سے تم لوگ اپنے جانوروں کے بچوں کی پرورش کرتے اور بڑھاتے ہو یہاں تک کہ تھوڑا سا پاک صدقہ پہاڑ کے مانند ہو جائے گا۔“

ایک دوسری روایت میں ہے ”اگر کسی نے ایک لقمہ بھی صدقہ کیا تو وہ اُحد پہاڑ کے برابر ہو جائے گا۔“

تشریح: یعنی حلال کمائی میں سے نکالا ہوا صدقہ چاہے وہ مقدار میں تھوڑا ہو لیکن وہ بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ پہاڑ اتنا اونچا ڈھیر بن جاتا ہے اور اتنے بڑے ڈھیر کا ثواب اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ اس نے آنے یا دو آنے صدقہ نہیں کیے بلکہ پہاڑ اتنے اونچے ڈھیر کا صدقہ کیا۔

﴿۲۲۰﴾ رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَرْفَعُهُ، قَالَ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ، وَّمَا مَدَّ عَبْدٌ يَّدَهُ بِصَدَقَةٍ اِلَّا أُلْقِيَتَ فِىْ يَدِ اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ تَقَعَ فِىْ يَدِ السَّآئِلِ۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا اور جب کوئی بندہ صدقہ کا مال سائل کو دینے کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہے تو سائل کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے خدا کے ہاتھ میں پہنچتا ہے۔“

صدقہ میدانِ حشر کا سایہ

﴿۲۲۱﴾ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: كُلُّ امْرِءٍ فِىْ ظِلِّ صَدَقَتِهٖ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ۔ (ترغیب بحوالہ مسند احمد)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''قیامت کے دن حساب کتاب ختم ہونے تک صدقہ کرنے والا اپنے صدقہ کے سایہ میں رہے گا۔''

صدقات قیامت کے دن آدمی کے لیے سایہ کی شکل اختیار کرلیں گے جو اس دن کی گرمی سے صدقہ کرنے والے کو بچائیں گے۔

صدقہ جہنم سے اوٹ

﴿۲۲۲﴾ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ: تَصَدَّقْنَ یَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ فَاِنَّ کُنَّ اَکْثَرُ اَھْلِ جَھَنَّمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ، فَقَامَتِ امْرَاَۃٌ لَّیْسَتْ مِنْ عِلْیَۃِ النِّسَآءِ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لِمَ نَحْنُ اَکْثَرُ اَھْلِ جَھَنَّمَ؟ قَالَ لِاَنَّ کُنَّ تُکْثِرْنَ اللَّعْنَ وَ تَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے خطبہ دیا اور عورتوں کو خصوصی خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے عورتو! تم لوگ خصوصیت سے صدقہ دو اس لیے کہ قیامت کے دن تمہاری اکثریت جہنم میں ہوگی،'' تو ایک عورت جو اونچے مرتبے کی عورتوں میں سے نہ تھی بلکہ عام عورتوں میں سے تھی، وہ اٹھی اور اس نے پوچھا، ''اے اللہ کے رسولؐ! ہم لوگ جہنّمیوں میں سے سب سے زیادہ کیوں ہوں گی؟'' آپؐ نے فرمایا ''اس لیے کہ تم لوگ لعن طعن زیادہ کرتی ہو اور شوہروں کی ناشکری کرتی ہو۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ تمہاری زبان مردوں کے مقابلے میں زیادہ چلتی ہے اور دوسروں پر کیچڑ اچھالنا، نکتہ چینی کرنا، عیب لگانا، غیبت کرنا، بہتان لگانا تمہارا خاص مشغلہ ہوتا ہے اور شوہر کی ناشکری بھی تم لوگ زیادہ کرتی ہو، پس اگر تم جہنم سے بچنا چاہتی ہو تو لعن طعن کرنے اور شوہروں کی ناشکری اور ناقدری سے بچو۔

اس حدیث کا خاص پہلو یہ ہے کہ دین سے ناواقف عورتیں ہی جہنم میں زیادہ جائیں گی لیکن اللہ سے ڈرنے والی، زبان پر قابو رکھنے والی اور شوہروں کی وفادار عورتیں جنت میں جائیں گی، اس معاملے میں مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اور نہ اس حدیث سے عورتوں کی تحقیر کا پہلو نکلتا ہے۔

رشتہ دار کو صدقہ دینے کا دُہرا اجر

﴿۲۲۳﴾ عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ الصَّدَقَۃُ عَلَی الْمِسْکِیْنِ صَدَقَۃٌ وَ عَلٰی ذِوِی الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَۃٌ وَصِلَۃٌ۔ (نسائی، ترمذی)

ترجمہ: حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ ؐ نے فرمایا: ’’غریب مسکین کو صدقہ دینے سے صرف صدقے کا ثواب ملتا ہے اور غریب رشتہ دار کو دینے سے دُہرا ثواب ملتا ہے، ایک صدقے کا دوسرے رشتہ داری کے حقوق ادا کرنے کا۔‘‘

افضل صدقہ

﴿۲۲۴﴾ عَنْ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَنِ الصَّدَقَاتِ اَیُّھَآ اَفْضَلُ؟ قَالَ عَلٰی ذِی الرَّحِمِ الْکَاشِحِ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: ’’حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے صدقہ کے بارے میں پوچھا کہ ’’کس طرح کا صدقہ اجر وثواب کے لحاظ سے بڑھا ہوا ہے؟‘‘ آپ ؐ نے فرمایا: ’’وہ صدقہ جو آدمی اپنے غریب رشتہ دار کو دے جب کہ وہ رشتہ دار اس سے دشمنی رکھتا ہے۔‘‘

تنگ دست کا صدقہ

﴿۲۲۵﴾ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ؟ قَالَ جُھْدُ الْمُقِلِّ وَابْدَءْ بِمَنْ تَعُوْلُ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ ’’اے اللہ کے رسول ؐ! کس شخص کا صدقہ ثواب کے لحاظ سے بڑھا ہوا ہے،‘‘ آپ ؐ نے فرمایا ’’اس شخص کا صدقہ جو تنگ دست ہے، جس کا خرچ آمدنی سے زیادہ ہے اور بہ مشکل اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتا ہے۔ (نیز آپ ؐ نے فرمایا) اور اپنے صدقے کی ابتدا ان لوگوں سے کرو جن کی پرورش کے تم ذمّہ دار ہو۔‘‘

تشریح: حدیث کے آخری ٹکڑے کا مطلب یہ ہے کہ صدقے کی ابتدا اپنے گھر سے کرو۔

اپنے بال بچوں پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے جس پر اجر ملے گا جیسا کہ حدیث ۸۸، ۱۵۰ اور ۱۵۱ میں گزر چکا ہے۔

صدقہ جاریہ

﴿۲۲۶﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهٖ وَ حَسَنَاتِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ عِلْمًا عَلَّمَهٗ وَ نَشَرَهٗ، اَوْ وَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهٗ، اَوْ مُصْحَفًا وَّرَّثَهٗ، اَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ، اَوْ بَيْتًا لِّاِبْنِ السَّبِيْلِ بَنَاهُ، اَوْ نَهْرًا اَجْرَاهُ، اَوْ صَدَقَةً اَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهٖ فِیْ صِحَّتِهٖ وَ حَيَاتِهٖ تَلْحَقُهٗ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهٖ۔ (ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ترغیب)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مومن کے مرنے کے بعد اس کی کچھ نیکیوں کا ثواب برابر ملتا رہتا ہے۔ کسی کو اس نے دین کی تعلیم دی ہے اور دین کا علم پھیلایا ہے تو جب تک اس کے پڑھائے ہوئے لوگ دنیا میں نیک کام کرتے رہیں گے اسے بھی ثواب ملتا رہے گا۔ اگر اس نے اپنے بچے کی تربیت کی اور اس کے نتیجے میں وہ نیک ہوا تو جب تک یہ لڑکا نیک کام کرتا رہے گا برابر اس کے باپ کو ثواب ملتا رہے گا۔ اسی طرح کسی نے مسجد یا مدرسہ پر قرآن وقف کیا، یا مسجد تعمیر کی، یا مسافروں کے لیے کوئی سرائے بنوائی (یا طلبہ کے لیے کوئی کمرہ تعمیر کرایا) یا نہر کھدوائی یا اپنی زندگی میں حالتِ صحت میں کوئی اور نیک کام کیا اور اس میں اپنا پیسہ لگایا (تو جب تک اس کی چیزوں سے لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں گے) اس کے نامۂ اعمال میں ثواب لکھا جاتا رہے گا۔''

تشریح: آدمی جب مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا کھاتہ بند کردیا جاتا ہے، لیکن ایسی اجتماعی نیکیاں جنہیں ہم صدقۂ جاریہ کہتے ہیں ان کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا جب تک لوگ اس کی تعمیر کردہ یا وقف کردہ چیز سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اس کے نامہ اعمال میں اس کا ثواب برابر لکھا جاتا رہے گا۔ پس لوگوں کو چاہیے کہ اس طرح کے نیک کام زیادہ سے زیادہ اپنی زندگی میں کرجائیں جن کے ثواب کا سلسلہ ختم نہ ہو۔

﴿۲۲۷﴾ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: سَبْعٌ یُجْرٰی لِلْعَبْدِ اَجْرُھُنَّ وَ ھُوَ فِیْ قَبْرِہٖ بَعْدَ مَوْتِہٖ، مَنْ عَلَّمَ عِلْمًا اَوْ کَرٰی نَھْرًا اَوْ حَفَرَ بِئْرًا، اَوْ غَرَسَ نَخْلًا اَوْ بَنٰی مَسْجِدًا اَوْ وَرَّثَ مُصْحَفًا اَوْ تَرَکَ وَلَدًا یَسْتَغْفِرُ لَہٗ بَعْدَ مَوْتِہٖ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سات چیزوں کا ثواب بندے کو مرنے کے بعد برابر ملتا رہتا ہے۔
(۱) جس شخص نے کسی کو علمِ دین سکھایا (۲) یا کوئی نہر کھدوائی (۳) یا کنواں کھدوایا (۴) یا باغ لگایا (۵) یا مسجد بنوادی (۶) یا قرآن شریف وقف کیا (۷) یا ایسی نیک اولاد چھوڑی جو اس کے مرنے کے بعد اس کے لیے برابر دعا و استغفار کرتی رہتی ہے۔''

صدقے کے آداب

﴿۲۲۸﴾ رُوِیَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: مَا الْمُعْطِیْ مِنْ سَعَةٍ بِاَفْضَلَ مِنَ الْاٰخِذِ اِذَا کَانَ مُحْتَاجًا۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''وہ آدمی جو اپنے زائد مال میں سے دیتا ہے وہ لینے والے سے افضل نہیں ہے جب کہ لینے والا محتاج ہو۔''

تشریح: اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے والوں کو یہ ہدایت دی ہے کہ تم اپنے کو سوسائٹی کے غریبوں اور محتاجوں سے اونچا نہ سمجھو، اور نہ یہ خیال کرو کہ تم اپنے حق میں سے دے کر ان پر احسان کر رہے ہو۔ نہیں، بلکہ تمہارے پاس جو ضرورت سے زائد مال ہے وہ تو غریب ہی کا ''حق'' ہے، وہ اگر لیتا ہے تو اپنا حق لیتا ہے، تمہارا اس پر کیا احسان ہو؟، اور اپنے کو اس سے بڑا کیوں جانو، یہی نہیں، بلکہ تمہیں اس کا احسان ماننا چاہیے اس لیے کہ ضرورت سے زیادہ مال خدا کا ہے اور یہ غرباء اللہ کی طرف سے محصل اور کارندے ہیں جو خدا کا حق تم سے وصول کرتے ہیں۔

خدا کے خزانے میں

﴿۲۲۹﴾ عَنِ الْحَسَنِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْمَا یَرْوِیْ عَنْ

رَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ اَنَّهٗ يَقُوْلُ: يَابْنَ اٰدَمَ اَفْرُغْ مِنْ كَنْزِكَ عِنْدِىْ وَلَا حَرَقَ وَلَا غَرَقَ وَلَا سَرَقَ، اُوْفِيْكَهٗ اَحْوَجَ مَا تَكُوْنُ اِلَيْهِ۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کے حوالے سے یہ حدیث بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”اے آدم کے بیٹے، تو اپنا خزانہ میرے پاس جمع کر کے مطمئن ہو جا، نہ آگ لگنے کا خطرہ نہ پانی میں ڈوبنے کا اندیشہ اور نہ کسی چور کی چوری کا ڈر، میرے پاس رکھا گیا یہ خزانہ میں پورا تجھے دے دوں گا اس دن جب کہ تو اس کا سب سے زیادہ محتاج ہوگا۔“

〈۲۳۰〉 عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: بَيْنَا رَجُلٌ فِىْ فَلَاةٍ مِّنَ الْاَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِىْ سَحَابَةٍ اِسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ، فَتَنَحّٰى ذٰلِكَ السَّحَابُ فَاَفْرَغَ مَآءَهٗ فِىْ حَرَّةٍ، فَاِذَا شَرْجَةٌ مِّنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِكَ الْمَآءَ كُلَّهٗ فَتَتَبَّعَ الْمَآءَ، فَاِذَا رَجُلٌ قَآئِمٌ فِىْ حَدِيْقَةٍ يُحَوِّلُ الْمَآءَ بِمِسْحَاتِهٖ، فَقَالَ لَهٗ يَا عَبْدَ اللّٰهِ مَا اسْمُكَ؟ قَالَ فُلَانٌ لِّلْاِسْمِ الَّذِىْ سَمِعَ فِى السَّحَابَةِ، فَقَالَ لَهٗ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لِمَ سَأَلْتَنِىْ عَنِ اسْمِىْ؟ قَالَ سَمِعْتُ فِى السَّحَابِ الَّذِىْ هٰذَا مَآءُهٗ يَقُوْلُ اسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ لِاِسْمِكَ فَمَا تَصْنَعُ فِيْهَا؟ قَالَ اَمَّآ اِذْ قُلْتَ هٰذَا، فَاِنِّىْٓ اَنْظُرُ اِلٰى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا، فَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهٖ، وَ اٰكُلُ اَنَا وَ عِيَالِىْ ثُلُثَهٗ، وَ اَرُدُّ ثُلُثَهٗ۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ایک آدمی میدان میں جا رہا تھا کہ اچانک اس نے گھرے ہوئے بادلوں میں کسی کو یہ کہتے سنا، ”اے بادل! فلاں شخص کے باغ کو جا کر سیراب کر!“ تو وہ بادل ایک طرف کو گیا اور ایک سیاہ مٹی والی پہاڑی زمین میں اس بادل نے اپنا سارا پانی انڈیل دیا۔ وہاں ایک نالا تھا اس نے سارا پانی اپنے اندر سمیٹ لیا اور بہہ نکلا۔ تو یہ مسافر پانی کے ساتھ ساتھ چلا۔ آگے چل کر دیکھتا ہے کہ ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا بیلچے سے پانی کا رُخ موڑ رہا ہے تا کہ اپنے باغ کے درختوں کو سینچے، تو باغ والے سے اس مسافر نے پوچھا کہ ”اے اللہ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟“ تو اُس نے وہی نام بتایا جو اس نے بادلوں میں غیبی آواز سے سنا تھا، باغ والے نے اس سے پوچھا ”تم نے مجھ سے میرا نام

کیوں پوچھا؟'' مسافر نے کہا'' میں نے بادل والے کو (خدا کو) یہ کہتے سنا کہ جا! فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر دے تو بتاؤ تم اپنے باغ میں کون سا ایسا عمل کرتے ہو جس کی وجہ سے خدا کی یہ رحمت تم پر ہوئی۔'' باغ والے نے کہا'' جب کہ تم یہ بات پوچھ بیٹھے ہو اور معاملہ سے واقف ہو گئے ہو تو میں بتاتا ہوں۔ اس باغ سے مجھے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس کے تین حصے کرتا ہوں، ایک تہائی، میں خدا کے نام نکال دیتا ہوں اور ایک تہائی میں میں اور میرے بال بچے کھاتے ہیں، اور ایک تہائی اسی باغ میں (سینچائی، کھاد وغیرہ) لگا دیتا ہوں۔''

تلاوتِ قرآن

﴿۲۳۱﴾ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ لِلّٰہِ اَھْلِیْنَ مِنَ النَّاسِ، قَالُوْا مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ اَھْلُ الْقُرْاٰنِ ھُمْ أَھْلُ اللّٰہِ وَ خَاصَّتُہٗ۔

(نسائی، ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: '' بے شک انسانوں میں کچھ اللہ والے لوگ ہیں۔'' لوگوں نے پوچھا: '' اے اللہ کے رسولؐ، اللہ والوں سے کون لوگ مراد ہیں؟'' آپؐ نے فرمایا: '' قرآن والے، اللہ والے ہیں اور اس کے مخصوص بندے ہیں۔''

تشریح: ''اَھْلُ الْقُرْاٰن'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن سے شغف رکھتے ہیں، اسے پڑھتے ہیں اور پڑھاتے ہیں، اس میں غور کرتے ہیں، اور اس کی بتائی ہوئی راہ کو اپناتے ہیں۔

﴿۲۳۲﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَأْدُبَۃُ اللّٰہِ فَاقْبَلُوْا مَأْدُبَتَہٗ مَا اسْتَطَعْتُمْ، اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ حَبْلُ اللّٰہِ وَالنُّوْرُ الْمُبِیْنُ، وَالشِّفَآءُ النَّافِعُ، عِصْمَۃٌ لِّمَنْ تَمَسَّکَ بِہٖ، وَ نَجَاۃٌ لِّمَنِ اتَّبَعَہٗ لَا یَزِیْغُ فَیُسْتَعْتَبُ، وَلَا یَعْوَجُّ فَیُقَوَّمُ، وَلَا تَنْقَضِیْ عَجَآئِبُہٗ وَلَا یَخْلُقُ مِنْ کَثْرَۃِ الرَّدِّ۔

(ترغیب بحوالۂ مستدرک)

ترجمہ: '' حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا بچھایا ہوا دسترخوان ہے، تو جب تک تمہارے اندر طاقت ہے خدا کے اس دسترخوان پر آؤ۔ بلاشبہ یہ

قرآن اللہ کی رسی ہے اور تاریکیوں کو چھانٹنے والی روشنی ہے، فائدہ دینے والی اور شفا بخشنے والی دوا ہے، اور جو لوگ اس کو مضبوطی سے تھامے رہیں گے ان کے لیے یہ محافظ ہے اور پیروی کرنے والوں کے لیے نجات کا ذریعہ ہے۔ یہ کتاب بے رُخی نہیں کرتی کہ اس کو منانے کی ضرورت پڑے، اس کتاب میں کوئی ٹیڑھ نہیں ہے جسے سیدھا کرنے کی ضرورت پیش آئے، اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوتے اور بہ کثرت پڑھنے سے یہ پُرانی نہیں ہوتی۔''

تشریح: قرآن کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اللہ کا دسترخوان کہہ کر بڑی اہم بات کہی ہے۔ جس طرح غذا کے بغیر انسان کا مادّی وجود برقرار نہیں رہ سکتا اور اس کی برقراری کے لیے اللہ نے غذائی سامان فراہم کیا ہے اسی طرح اُس نے انسان کے رُوحانی وجود کو برقرار رکھنے کے لیے اپنے ہدایت نامہ کی شکل میں یہ دسترخوان بچھایا ہے۔ جو لوگ جتنا ہی زیادہ اس روحانی غذا سے استفادہ کریں گے اتنی ہی زیادہ ان کی روحانیت ترقی کرے گی۔

''یہ قرآن اللہ کی رسی ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح رسی کنویں سے پانی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اسی طرح اگر کوئی خدا تک پہنچنا چاہے تو اس رسی اور ذریعہ کا استعمال اس کے لیے ناگزیر ہے۔

قرآن کو ''روشنی'' کہا گیا ہے اور روشنی وہ چیز ہوتی ہے جو تاریکی کو چھانٹ دیتی ہے۔ اسی طرح یہ کتاب بھی زندگی کی تاریکیوں کو چھانٹتی ہے اور خدا تک پہنچنے والے راستے کی رکاوٹوں کو دُور کرتی ہے۔ یہ دُنیا تاریکیوں کی دُنیا ہے، اس میں قدم قدم پر تاریکیاں پائی جاتی ہیں۔ جو شخص یہ روشنی اپنے ساتھ نہیں لے گا وہ کسی کھڈ میں گر کر تباہی کی نذر ہو جائے گا۔

یہ کتاب انسان کی رُوحانی بیماریوں کو دُور کرتی ہے اور اس کے اسرار اور عجیب عجیب معانی کا خزانہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ یہ ایسا لباس بھی نہیں ہے جو کثرتِ استعمال سے پرانا ہوتا ہو بلکہ اس کو جتنا ہی استعمال کیجیے اتنا ہی اس کا نیا پن اور نکھرتا ہے۔

آدابِ تلاوت

⟨۲۳۳⟩ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَعْرِبُو الْقُرْاٰنَ وَاتَّبِعُوْا غَرَآئِبَهٗ، وَ غَرَآئِبُهٗ فَرَائِضُهٗ وَ حُدُوْدُهٗ۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا“ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف پڑھو اور اس کے غرائب پر عمل کرو۔ ”غرائب“ سے مراد اس کے وہ احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں۔ اور وہ احکام ہیں جن کے کرنے سے اللہ نے منع کیا ہے۔“

توبہ واستغفار

﴿۲۳۴﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ الْعَبْدَ اِذَآ اَخْطَاَ خَطِیْئَةً نُکِتَتْ فِیْ قَلْبِهٖ نُکْتَةٌ، فَاِنْ هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَتْ، فَاِنْ عَادَ زِیْدَ فِیْهَا حَتّٰی تَعْلُوَ قَلْبَهٗ، فَذَالِکَ الرَّانُ الَّذِیْ ذَکَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَؐ (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی وغیرہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ سے روایت فرماتے ہیں: ”جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبّہ پڑ جاتا ہے، اس کے بعد اگر وہ اسے چھوڑ دے اور معافی مانگ لے تو وہ دھبّہ ختم کر دیا جاتا ہے لیکن اگر وہ گناہ کرتا رہا تو وہ دھبّہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے پورے دل پر چھا جاتا ہے اسی حالت کا نام رَین ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔

کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَؐ (۱) (المطففین)

استغفار دلوں کی صفائی

﴿۲۳۵﴾ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ لِلْقُلُوْبِ صَدَاًَ کَصَدَءِ النُّحَاسِ وَجَلَآؤُهَا الْاِسْتِغْفَارُ۔ (بیہقی)

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دلوں پر بھی

---

(۱) یعنی قرآن اور اس کی دعوتِ آخرت ہوائی باتیں نہیں ہیں قرآن تو حق ہے اور قیامت آ کے رہے گی اور ان لوگوں کے انکارِ آخرت کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کے دلوں پر گناہ کرنے کی وجہ سے اتنا زنگ چڑھ گیا ہے اور میل کی اتنی تہیں جم گئی ہیں جو اُن کو قرآن کی باتیں سمجھنے نہیں دیتیں۔

زنگ لگ جاتا ہے جیسے تانبے پر زنگ آجاتا ہے اور دلوں کا زنگ دُور کرنے والی چیز استغفار ہے“ (یعنی یہ کہ آدمی اپنے گناہوں کی معافی کی درخواست اپنے رب سے کرے۔)

چھوٹے گناہوں سے پرہیز

〈۲۳۶〉 وَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: یَا عَآئِشَةُ! اِیَّاکِ وَ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ، فَاِنَّ لَهَا مِنَ اللّٰهِ طَالِبًا۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ نسائی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے عائشہؓ! وہ چھوٹے گناہ جنہیں لوگ ہلکا سمجھتے ہیں ان سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ اس لیے کہ اللہ ان کے بارے میں بھی پوچھے گا۔“

گناہوں کو مٹانے کا ذریعہ — توبہ

〈۲۳۷〉 وَ عَنْ اَبِیْ طَوِیْلٍ شَطْبِ ںالْمَمْدُوْدِ اَنَّهٗ اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ: اَرَاَیْتَ مَنْ عَمِلَ الذُّنُوْبَ كُلَّهَا، وَلَمْ یَتْرُکْ مِنْهَا شَیْئًا ، وَ هُوَ فِیْ ذٰلِکَ لَمْ یَتْرُکْ حَاجَةً وَّلَا دَاجَةً اِلَّآ اَتَاهَا، فَهَلْ لِّذَالِکَ مِنْ تَوْبَةٍ؟ قَالَ: فَهَلْ اَسْلَمْتَ؟ قَالَ: اَمَّا اَنَا فَاَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: تَفْعَلُ الْخَیْرَاتِ، وَ تَتْرُکُ السَّیِّئَاتِ، فَیَجْعَلُهُنَّ اللّٰهُ لَکَ خَیْرَاتٍ كُلَّهُنَّ قَالَ: وَ غَدَرَاتِیْ وَ فَجَرَاتِیْ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ، فَمَا زَالَ یُكَبِّرُ حَتّٰی تَوَارٰی۔
(ترغیب وترہیب بحوالہ بزار وطبرانی)

ترجمہ: حضرت ابوطویلؓ اپنے اسلام لانے کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ آپ کا کیا خیال ہے اس شخص کے بارے میں جس نے تمام گناہ کر ڈالے ہوں، کوئی گناہ نہ چھوڑا ہو اور اس سلسلے میں اپنے تمام ارمان پورے کر لیے ہوں، کیا ایسے شخص کے لیے توبہ ہے؟“ آپؐ نے پوچھا ”کیا تم اسلام لاؤ گے؟“ میں نے کہا، ”ہاں! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔“ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا ”دیکھو اسلام لانے کے بعد اچھے کام کرو

اور بُرے کام چھوڑ دو تو ماضی میں کی گئی برائیوں کو اللہ نیکی سے بدل دے گا۔'' میں نے عرض کیا ''اسلام لانے سے پہلے میں نے بہت سے معاہدے توڑے ہیں، بہت سی بدکاریاں کی ہیں کیا یہ سب معاف ہو جائیں گی۔'' آپؐ نے فرمایا: ''ہاں! یہ سب معاف ہو جائیں گی۔'' میں مارے خوشی کے ''اللہ رے تیری شان رحیمی، اللہ رے تیری شان کریمی'' کہتا ہوا واپس ہوا یہاں تک کہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گیا۔''

سچی توبہ

〈۲۳۸〉 كَانَ الْكِفْلُ مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ لَا يَتَوَرَّعُ مِنْ ذَنْبٍ عَمِلَهٗ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَاَعْطَاهَا سِتِّيْنَ دِيْنَارًا عَلٰى اَنْ يَّطَأَهَا، فَلَمَّا قَعَدَ مِنْهَا مَقْعَدَ الرَّجُلِ مِنْ إِمْرَأَتِهٖ اُرْعِدَتْ وَ بَكَتْ، فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ؟ أَكْرَهْتُكِ؟ قَالَتْ لَا وَ لٰكِنَّ هٰذَا عَمَلٌ لَّمْ اَعْمَلْهُ قَطُّ وَ إِنَّمَا حَمَلَنِيْ عَلَيْهِ الْحَاجَةُ، قَالَ فَتَفْعَلِيْنَ هٰذَا وَلَمْ تَفْعَلِيْهِ قَطُّ، قَالَ ثُمَّ نَزَلَ فَقَالَ اذْهَبِيْ فَالدَّنَانِيْرُ لَكِ ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ لَا يَعْصِي اللّٰهَ الْكِفْلُ اَبَدًا، فَمَاتَ مِنْ لَّيْلَتِهٖ فَاَصْبَحَ مَكْتُوْبًا عَلٰى بَابِهٖ قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِلْكِفْلِ۔

(مسند احمد بن حنبل، ۴۷۴۷)

ترجمہ: ''بنی اسرائیل میں ''کفل'' نام کا ایک آدمی تھا جو ہر طرح کے گناہ کرتا تھا اور کبھی توبہ و انابت اس کے اندر نہیں اُبھرتی تھی۔ ایک دفعہ اس کے پاس ایک عورت آئی جس کے ساتھ بدکاری کرنے کے لیے ساٹھ دینار پر معاملہ طے کیا، لیکن عین بدکاری کے وقت عورت کے اندر کپکپی پیدا ہوئی اور رو پڑی، اِس نے اُس سے پوچھا ''تم روتی کیوں ہو؟ کیا میں نے تم کو مجبور کیا ہے،'' اس نے کہا ''نہیں! لیکن یہ ایک ایسا کام ہے جو کبھی میں نے نہیں کیا، اس کے لیے اس وقت محض محتاجی نے آمادہ کیا تھا،'' اس نے کہا ''جب کہ تم نے ابھی تک یہ کام نہیں کیا تو اب کرو گی؟ نہیں،'' اس کے بعد وہ اس کے پاس سے ہٹ آیا اور کہا جاؤ یہ ساٹھ دینار بھی میں نے تمہیں دیئے اور خدا سے توبہ کی کہ اب ''کفل'' کبھی بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرے گا۔ اس کے بعد اسی رات اس کا انتقال ہو گیا، تو اس کے دروازے پر صبح کو یہ عبارت لکھی ہوئی پائی گئی ''اللہ عزوجل نے کفل کے گناہ بخش دیئے۔''

گناہ کو ہلکا نہ سمجھو

﴿۲۳۹﴾ وَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: اِیَّاکُمْ وَ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ، فَاِنَّھُنَّ یَجْتَمِعْنَ عَلَی الرَّجُلِ حَتّٰی یُھْلِکْنَہٗ، وَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ضَرَبَ لَھُنَّ مَثَلاً کَمَثَلِ قَوْمٍ نَزَلُوْا اَرْضَ فَلَاۃٍ، فَحَضَرَ صَنِیْعُ الْقَوْمِ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ یَنْطَلِقُ فَیَجِیْئُ بِالْعُوْدِ، وَالرَّجُلُ یَجِیْئُ بِالْعُوْدِ حَتّٰی جَمَعُوْا سَوَادًا، وَ اَجَّجُوْا نَارًا، وَ اَنْضَجُوْا مَا قَذَفُوْا فِیْھَا۔

(ترغیب وترہیب بحوالۂ احمد وطبرانی وبیہقی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم لوگ ان گناہوں سے بھی بچو جنہیں ہلکا اور معمولی سمجھا جاتا ہے اس لیے کہ یہ ہلکے گناہ آدمی کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ یہ اسے تباہ کرڈالتے ہیں۔“ اس کی مثال دیتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جیسے کچھ لوگ کسی جنگل میں اُترے پھر کھانا پکانے کا سوال سامنے آیا تو ہر شخص لکڑیاں چننے کے لیے جنگل گیا، جو آتا اپنے ساتھ لکڑیوں کا گٹھر لاتا، یہاں تک کہ بہت سی لکڑیاں جمع ہوگئیں اور آگ بھڑکائی گئی جس سے انہوں نے کھانا تیار کرلیا۔“

تشریح: جس طرح چھوٹی چھوٹی لکڑیاں زیادہ ہوکر کھانا پکانے کا کام دیتی ہیں اسی طرح آدمی گناہ کرتا ہے اور کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کو بھسم کرنے کے لیے وہ کافی ہوجاتے ہیں۔

خدا کے کرم کی وسعت

﴿۲۴۰﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ فِیْمَا یَرْوِیْ عَنْ رَبِّہٖ عَزَّوَجَلَّ، اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّیِّئَاتِ، ثُمَّ بَیَّنَ ذٰلِکَ، فَمَنْ ھَمَّ بِحَسَنَۃٍ فَلَمْ یَعْلَمْھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ عِنْدَہٗ حَسَنَۃً کَامِلَۃً، فَاِنْ ھَمَّ بِھَا فَعَمِلَھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ عِنْدَہٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰی سَبْعِ مِائَۃِ ضِعْفٍ اِلٰی اَضْعَافٍ کَثِیْرَۃٍ، وَ مَنْ ھَمَّ بِسَیِّئَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ عِنْدَہٗ حَسَنَۃً کَامِلَۃً، وَ اِنْ ھُوَ ھَمَّ بِھَا فَعَمِلَھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ سَیِّئَۃً وَّاحِدَۃً اَوْ مَحَاھَا، وَلَا یَھْلِکُ عَلَی اللّٰہِ اِلَّا ھَالِکٌ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ بخاری ومسلم)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے روایت کرتے ہوئے فرمایا: ”اللہ نیکیوں اور بُرائیوں کولکھتا ہے تو جس شخص نے کسی نیکی کے کرنے کی نیت کی لیکن وہ نہیں کرسکا تو اس کے نامۂ اعمال میں وہ ایک نیکی کی حیثیت سے درج ہو جاتی اور اگر اس نے ایک نیک کام کرنے کی نیت کی اور اسے کر ڈالا تو وہ ایک نیکی اللہ کے نزدیک دس نیکی لکھی جاتی ہے، بلکہ سات سو گنا نیکیاں لکھی جاتی ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ، اور اگر کسی نے ایک برائی کرنے کا ارادہ کیا پھر اسے نہیں کیا تو اس کے نامۂ اعمال میں یہ ایک مکمل نیکی کی حیثیت سے لکھی جاتی ہے، اور اگر برائی کی نیت کی اور اسے کر ڈالا تو اللہ اس کے نامۂ اعمال میں ایک ہی بُرائی لکھتا ہے یا اگر توبہ کر لی تو اس کو مٹا دیتا ہے۔ اور برباد ہونے والا ہی اللہ کے یہاں برباد ہوگا۔“

تشریح: ایسی حدیث جسے رسول اللہ ﷺ اپنے رب کے حوالے سے بیان فرمائیں حدیثِ قدسی کہلاتی ہے۔

اس حدیث میں خدا کی بے پایاں رحمت کا ذکر ہوا ہے۔ اس سے بڑی رحمانیت اور کیا ہوگی کہ ایک نیکی کا کام جو کیا نہیں گیا صرف اس کا ارادہ کیا گیا ہے اسے بندے کے نامۂ اعمال میں نیکی بنا کر لکھتا ہے اور اگر نیکی کا ارادہ کیا اور اس کو کر ڈالا تو وہ دس نیکیوں کے برابر شمار کرتا ہے بلکہ اس سے زیادہ سات سو نیکیاں قرار دے کر درج کرتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ، اس کے برخلاف بُرائی کا ارادہ تو ہوا مگر اس نے کیا نہیں تو اس کا یہ عمل اللہ کے یہاں نیکی شمار ہوتا ہے، اور اگر برائی کا ارادہ کیا اور اسے کر ڈالا تو ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے اور اگر توبہ کر لی تو وہ معاف ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کا آخری جملہ اِس پوری حدیث کی جان ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی رحمت کا دامن بہت وسیع ہے۔ اب کوئی شامت زدہ بدقسمت ہی ہوگا جو گناہ پر گناہ کرتا رہے، زندگی بھر توبہ کی توفیق اس کو نہ ہو، اور اسی حالت میں مرجائے تو ظاہر ہے جہنم اس کا ٹھکانا ہوگا، جہاں کے لیے اپنے کو زندگی بھر تیار کیا، وہیں اُسے پہنچنا چاہیے۔

ذکر و دُعا

〈۲۴۱〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اٰمُرُکُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ کَثِیْرًا، وَّ مَثَلُ ذٰلِکَ کَمَثَلِ رَجُلٍ طَلَبَہُ الْعَدُوُّ سِرَاعًا حَتّٰی اَتٰی حِصْنًا حَصِیْنًا فَاَحْرَزَ نَفْسَہٗ فِیْہِ وَ کَذٰلِکَ الْعَبْدُ لَا یَنْجُوْ مِنَ الشَّیْطَانِ اِلَّا بِذِکْرِ اللّٰہِ۔ (ترمذی، ترغیب)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ کو زیادہ یاد کرو اور ذکر کی مثال ایسی سمجھو جیسے کسی آدمی کا اس کے دشمن نہایت تیزی کے ساتھ پیچھا کر رہے ہوں یہاں تک کہ اس آدمی نے بھاگ کر ایک مضبوط قلعہ میں پناہ لی، اور دشمنوں کے ہاتھ میں پڑنے سے بچ گیا، اسی طرح بندہ شیطان سے نجات نہیں پا سکتا ہے مگر اللہ کی یاد کے سہارے!“

تشریح: اللہ کی یاد سے مراد یہ ہے کہ اس کی ذات وصفات، اس کی عظمت و جبروت، اس کا رحم و کرم اور اس کا بطش و انتقام غرض جملہ صفاتِ الٰہی کا پورا شعور رکھتا ہو اور یہ شعور زندہ اور طاقت ور ہو تبھی اپنے نہ دکھائی دینے والے دشمن ابلیس کے حملوں سے بچ سکتا ہے اور اس کی عملی تدبیر یہ ہے کہ آدمی ٹھیک سے فرض نماز ادا کرے، نوافل بالخصوص تہجد کا اہتمام کرے، جو دعائیں حضور ﷺ نے دن رات کے مختلف اوقات کے لیے سکھائی ہیں انہیں یاد کرلے، ان کے معنی و مفہوم جانے اور ان کو بار بار پڑھے۔ یہی وہ مضبوط قلعہ ہے جس میں وہ پناہ لے کر شیطان کے حملوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

〈۲۴۲〉 عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ۨالْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کو خوب یاد کیا کرو یہاں تک کہ لوگ کہیں یہ مجنون شخص ہے۔“

تشریح: یعنی خدا کی یاد میں اور اس کے تقاضے پورے کرنے میں اس طرح یکسوئی کے ساتھ مشغول ہو کہ لوگ مجنون کہنے لگیں۔ ظاہر بات ہے کہ دین کے کام میں جب آدمی ہمہ تن مشغول ہوگا، خدا کے دین کے مطابق اس کی سرگرمیاں ہوں گی اور حلال وحرام کی تمیز کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کرے گا تو مادّی نقطۂ نظر رکھنے والے اسے پاگل ہی کہیں گے۔

ذاکرین کے بارے میں خدا اور فرشتوں کی گفتگو

﴿۲۴۳﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِکَةً یَطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ یَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّکْرِ، فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا یَّذْکُرُوْنَ اللّٰهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوْٓا اِلٰی حَاجَتِکُمْ فَیَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا، قَالَ فَیَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ، مَا یَقُوْلُ عِبَادِیْ؟ قَالَ یَقُوْلُوْنَ یُسَبِّحُوْنَکَ وَ یُکَبِّرُوْنَکَ وَ یَحْمَدُوْنَکَ وَ یُمَجِّدُوْنَکَ، قَالَ فَیَقُوْلُ هَلْ رَأَوْنِیْ؟ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ یَا رَبِّ مَا رَأَوْکَ، قَالَ فَیَقُوْلُ کَیْفَ لَوْ رَأَوْنِیْ؟ قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ رَأَوْکَ کَانُوْٓا اَشَدَّ لَکَ عِبَادَةً وَّ اَشَدَّ لَکَ تَمْجِیْدًا، وَّ اَکْثَرَ لَکَ تَسْبِیْحًا، قَالَ فَیَقُوْلُ فَمَا یَسْأَلُوْنِّیْ؟ قَالَ یَقُوْلُ یَسْأَلُوْنَکَ الْجَنَّةَ، قَالَ فَیَقُوْلُ وَ هَلْ رَأَوْهَا؟ قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ یَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا؟ قَالَ فَیَقُوْلُ فَکَیْفَ لَوْ رَاَوْهَا؟ قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّهُمْ رَأَوْهَا کَانُوْٓا أَشَدَّ عَلَیْهَا حِرْصًا وَّ اَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَّ اَعْظَمَ فِیْهَا رَغْبَةً، قَالَ فَمِمَّ یَتَعَوَّذُوْنَ؟ قَالُوْا یَتَعَوَّذُوْنَ مِنَ النَّارِ، قَالَ فَیَقُوْلُ وَ هَلْ رَاَوْهَا؟ قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ مَا رَأَوْهَا، قَالَ فَیَقُوْلُ فَکَیْفَ لَوْ رَأَوْهَا؟ قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ رَأَوْهَا کَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا وَّ اَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً، قَالَ فَیَقُوْلُ اُشْهِدُکُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ، قَالَ یَقُوْلُ مَلَکٌ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ فِیْهِمْ فُلَانٌ لَیْسَ مِنْهُمْ اِنَّمَا جَآءَ لِحَاجَةٍ، قَالَ هُمُ الْقَوْمُ لَا یَشْقٰی بِهِمْ جَلِیْسُهُمْ.

(بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کے کچھ فرشتے گلیوں اور راستوں میں چکر لگاتے رہتے ہیں اس غرض سے کہ کہاں کون لوگ اللہ کو یاد کر رہے ہیں، جب وہ کچھ لوگوں کو اللہ کو یاد کرتے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہاں آؤ یہاں وہ لوگ ہیں جن کو تم تلاش کرتے تھے۔ تو ایسے لوگوں کا آسمان تک اپنے پروں سے احاطہ کر لیتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ان سے ان کا رب پوچھتا ہے حالاں کہ وہ خوب جانتا ہے، ''میرے یہ بندے کیا کہتے ہیں؟'' تو ملائکہ عرض کرتے ہیں ''یہ لوگ آپ کی تسبیح

کرتے ہیں، آپ کی بڑائی بیان کرتے ہیں اور آپ کی تعریف اور شکر ادا کرتے ہیں، آپ کی بزرگی اور عظمت بیان کرتے ہیں۔" تو اللہ پوچھتا ہے "کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟" ملائکہ عرض کرتے ہیں "نہیں، بہ خدا اے ہمارے رب انہوں نے تجھ کو نہیں دیکھا" تو وہ پوچھتا ہے "اگر ان لوگوں نے مجھے دیکھا ہوتا تو ان کا کیا حال ہوتا؟" ملائکہ عرض کرتے ہیں "اگر یہ لوگ آپ کو دیکھ لیتے تو اس سے زیادہ سرگرمی کے ساتھ آپ کی عبادت کرتے اور زیادہ سے زیادہ آپ کی بزرگی اور تسبیح میں لگ جاتے۔" پھر وہ پوچھتا ہے کہ "میرے یہ بندے مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟" ملائکہ عرض کرتے ہیں "یہ لوگ آپ سے جنت مانگتے ہیں۔" وہ پوچھتا ہے، "کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟" وہ عرض کرتے ہیں "نہیں، اے ہمارے رب انہوں نے جنت نہیں دیکھی!" تو وہ کہتا ہے، "اگر جنت کو انہوں نے دیکھ لیا ہوتا تو ان کے شوق کا کیا عالم ہوتا؟" وہ عرض کرتے ہیں کہ "اگر انہوں نے جنت دیکھ لی ہوتی تو ان کی تمنا اور بڑھ جاتی اور اس کی طلب اور رغبت اور شدید ہو جاتی۔" پھر وہ پوچھتا ہے کہ "کس چیز سے یہ پناہ مانگتے ہیں؟" تو وہ عرض کرتے ہیں کہ "یہ لوگ جہنم سے پناہ مانگتے ہیں۔" وہ کہتا ہے کہ "کیا انہوں نے جہنم کی آگ دیکھی ہے؟" وہ عرض کرتے ہیں، "نہیں، بہ خدا انہوں نے جہنم نہیں دیکھی ہے۔" تو وہ پوچھتا ہے کہ "اگر انہوں نے جہنم دیکھ لی ہوتی تو ان کا کیا حال ہوتا؟" ملائکہ عرض کرتے ہیں "اگر انہوں نے جہنم کی آگ دیکھ لی ہوتی تو اور زیادہ ڈرتے اور ان کاموں سے دُور بھاگتے جو جہنم میں لے جانے والے ہیں۔" تب اللہ تعالیٰ ملائکہ سے کہتا ہے کہ "میں تم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان کو اپنی رحمت سے نوازا۔" تو فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ عرض کرتا ہے کہ "فلاں شخص ان میں سے نہیں ہے وہ تو کسی اور مقصد سے آیا تھا، ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور اللہ کے ذکر و تسبیح میں شریک ہو گیا۔" اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یہ وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے والا بھی ناکام و نامُراد نہیں ہوتا بلکہ سعادت میں سے اسے بھی حصہ ملتا ہے۔"

ذاکر خدا کی نظر میں

〈۲۴۴〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: یَقُوْلُ اللّٰهُ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ، وَ اَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ، فَاِنْ ذَکَرَ فِیْ نَفْسِهٖ ذَکَرْتُهٗ فِیْ

نَفۡسِیۡ، وَ اِنۡ ذَکَرَنِیۡ فِیۡ مَلَأٍ ذَکَرۡتُہٗ فِیۡ مَلَأٍ خَیۡرٍ مِّنۡھُمۡ، وَ اِنۡ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبۡتُ اِلَیۡہِ بَاعًا، وَ اِنۡ اَتَانِیۡ یَمۡشِیۡ، اَتَیۡتُہٗ ھَرۡوَلَۃً۔ (بخاری، مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ'' میرا بندہ مجھ سے جو توقع رکھتا ہے اور جیسا گمان اس نے میرے متعلق قائم کر رکھا ہے ویسا ہی مجھے پائے گا، جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے تنہائی میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے کسی جماعت کے ساتھ بیٹھ کر یاد کرتا ہے تو میں ان سے بہتر جماعت میں اس کو یاد کرتا ہوں، اگر وہ میری طرف ایک بالشت بھر بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھ جاتا ہوں اور اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف چار ہاتھ بڑھتا ہوں اور اگر وہ میری طرف آہستہ آہستہ آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔''

تشریح: اس حدیث میں بندہ سے مراد بندۂ مومن ہے اور بندۂ مومن کا اعتقاد خدا کے بارے میں یہ ہے کہ وہ رحمٰن ورحیم ہے، وہ مغفرت فرمانے والا اور معاف کرنے والا ہے۔ غرض کہ وہ خدا کی تمام صفات پر یقین رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ جیسا میرے بارے میں اعتقاد رکھتا ہے ویسا ہی مجھے پائے گا۔ میں اس پر رحمت نازل کروں گا، اس کو اپنے رحم وکرم کی چادر میں چھپالوں گا، اس کی دُنیا اور آخرت میں دستگیری کروں گا۔ چناں چہ اس کے بعد کے جملے اس کی بہترین شرح کرتے ہیں۔

آدابِ دُعا

﴿۲۴۵﴾ عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہٗ قَالَ: لَا یَزَالُ یُسۡتَجَابُ لِلۡعَبۡدِ مَالَمۡ یَدۡعُ بِاِثۡمٍ اَوۡ قَطِیۡعَۃِ رَحِمٍ وَّ مَالَمۡ یَسۡتَعۡجِلۡ، قِیۡلَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ مَاالۡاِسۡتِعۡجَالُ؟ قَالَ یَقُوۡلُ قَدۡ دَّعَوۡتُ وَ قَدۡ دَّعَوۡتُ فَلَمۡ اَرَ یَسۡتَجِیۡبُ لِیۡ، فَیَسۡتَحۡسِرُ عِنۡدَ ذٰلِکَ وَ یَدَعُ الدُّعَآءَ۔ (مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: بندے کی دُعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے بشرطے کہ کسی گناہ یا قطع تعلق کی دُعا نہ کرے اور جلد بازی سے کام نہ لے۔''

لوگوں نے پوچھا، ''اے اللہ کے رسولؐ، جلد بازی کا کیا مطلب؟'' آپؐ نے فرمایا'' دعا کرنے والا یوں سوچنے لگتا ہے کہ میں نے بہت دُعا کی لیکن قبول نہیں ہوئی۔ پس وہ تھک جاتا ہے اور دُعا کرنی چھوڑ دیتا ہے۔''

دُعا کرنے والے کے لیے تین اجروں میں سے ایک لازمی ہے

〈۲۴۶〉 عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ںالْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَا مِنْ مُّسْلِمٍ یَدْعُوْ بِدَعْوَۃٍ لَّیْسَ فِیْھَآ اِثْمٌ وَّلاَ قَطِیْعَۃُ رَحِمٍ اِلَّآ اَعْطَاہُ اللّٰہُ بِھَا اِحْدیٰ ثَلاَثٍ، اِمَّآ اَنْ یُعَجِّلَ لَہٗ دَعْوَتَہٗ، وَ اِمَّا أَنْ یَدَّخِرَھَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ، وَ اِمَّآ اَنْ یَصْرِفَ عَنْہُ مِنَ السُّوْٓءِ مِثْلِھَا، قَالُوْٓا اِذًا نُّکْثِرُ، قَالَ اللّٰہُ اَکْثَرُ۔ (مسند احمد، ترغیب)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب کوئی مسلم دُعا کرتا ہے جس میں کوئی گناہ کی بات نہیں ہوتی اور نہ رشتہ داروں کے حقوق برباد کرنے کی بات ہوتی ہے تو اللہ ایسی دُعا کو ضرور قبول فرماتا ہے۔ یا تو اس دنیا ہی میں اس کی دُعا قبول فرماتا ہے اور اس کا مقصد پورا ہو جاتا ہے اور یا آخرت میں اس کے لیے ذخیرہ بناتا ہے اور یا اس پر کوئی مصیبت یا برائی آنے والی ہوتی ہے جسے وہ اس دُعا کی بدولت دور فرما دیتا ہے۔'' صحابہؓ نے کہا'' پھر تو ہم بہت زیادہ دعا مانگا کریں گے۔'' آپؐ نے فرمایا'' اللہ بھی بہت دینے والا ہے —''

تشریح: اس حدیث کے ذریعہ ایک بہت بڑی غلط فہمی دور کی گئی ہے مومن اپنے کسی مقصد کے سلسلے میں اپنے رب سے التجا کرتا ہے پھر اگر وہ اس کے تصوّر کے مطابق پورا نہ ہوا تو وہ سمجھتا ہے کہ اس کی دعا بے کار گئی اور خدا کے بارے میں یہ تصوّر کرتا ہے کہ اس نے اسے پکارا لیکن اس نے نہیں سنا اس طرح وہ خدا کے بارے میں کسی نہ کسی حد تک بدگمانی اور مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر جائز دعا قبول ہوتی ہے اور اس کی تین صورتیں ہیں، یا تو اس دُنیا میں اس کا مقصد پورا ہو جاتا ہے یا یہ دعا اس کے لیے آخرت میں کام آتی ہے اور تیسری شکل یہ ہے کہ اس پر کوئی بہت بڑی آفت آنے والی ہوتی ہے جسے اس دعا کی بہ دولت اللہ تعالیٰ ٹال دیتا

ہے۔اس لیے دعا پورے سوز و دردمندی کے ساتھ مانگنی چاہیے اور بہت زیادہ مانگنی چاہیے۔اللہ کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے اور وہ تمام کریموں سے بڑھ کر کریم ہے۔

خالی ہاتھ لوٹاتے خدا شرماتا ہے

﴿۲۴۷﴾ عَنْ سَلْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِنَّ اللّٰہَ حَیِیٌّ کَرِیْمٌ یَسْتَحْیِیْ اِذَا رَفَعَ الرَّجُلُ اِلَیْہِ یَدَیْہِ اَنْ یَرُدَّھُمَا صِفْرًا خَائِبَتَیْنِ۔

(ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ حیادار اور سخی ہے جب کوئی بندہ اپنے دونوں ہاتھ اس کے سامنے پھیلاتا ہے تو ناکام اور خالی ہاتھ لوٹانے سے اسے شرم آتی ہے۔‘‘

تشریح: یہ حدیث اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے، حدیث کا مدعا یہ ہے کہ تم دنیا میں سخی اور فیاض آدمی کو دیکھتے ہو، جب کوئی محتاج اس کے پاس پہنچتا اور ہاتھ پھیلاتا ہے تو وہ اس کو خالی ہاتھ لوٹانا پسند نہیں کرتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ سب کریموں سے بڑھ کر کریم ہیں۔جب کوئی بندہ ان کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو وہ خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے ہیں بلکہ کسی نہ کسی شکل میں اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۴۶ میں بیان ہو چکا ہے۔

جامع دُعائیں

﴿۲۴۸﴾ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ النَّارِ، وَ عَذَابِ النَّارِ، وَ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَ شَرِّ فِتْنَۃِ الْغِنٰی وَ شَرِّ فِتْنَۃِ الْفَقْرِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ، اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ قَلْبِیْ بِمَآءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّ قَلْبِیْ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَّ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَالْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔

(متفق علیہ)

ترجمہ: ’’اے اللہ، میں تیری پناہ چاہتا ہوں آگ میں لے جانے والی گم راہی سے اور آگ کی

سزا سے، اور قبر کے فتنہ سے اور عذابِ قبر سے اور مال داری کے امتحان کے بُرے پہلو سے، اور فقر و فاقہ کی آزمائش کے برے پہلو سے، اے اللہ، میں تیری پناہ چاہتا ہوں مسیح دجال کے برے فتنے سے، اے اللہ، میرے دل کو تو برف اور اولوں کے پانی سے دھو دے، اور میرے قلب کو گناہوں سے اس طرح پاک کر دے جیسے کہ تو صاف کپڑے کو میل کچیل سے پاک کر دیتا ہے، میرے اور گناہوں کے درمیان اتنی دوری فرما دے جتنی کہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے، اے اللہ، میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں عبادت اور دوسرے دینی کاموں میں کاہلی اور سستی سے، اور گناہ سے، اور قرض و نقصان سے۔''

تشریح: قبر کی آزمائش سے مراد یہ ہے کہ خدا، دین اور نبی ﷺ کے بارے میں قبر میں جو سوال ہوگا یہ بڑی آزمائش ہے اور اس میں آدمی ناکام بھی ہوسکتا ہے، اسی ناکامی سے پناہ مانگی گئی ہے۔

آدمی مال دار ہو جاتا ہے تو یا تو اللہ کا شکر گزار بندہ بن کر جیتا ہے، غریبوں کی مدد کرتا ہے یا پھر متکبّر بن جاتا ہے، غریبوں کے کام نہیں آتا اور دوسروں کو اپنے سے حقیر جانتا ہے۔ یہ آخری پہلو مال داری کا بُرا پہلو ہے جس سے پناہ مانگنی چاہیے۔ غریبی بھی ایک امتحان ہے جس کا بُرا پہلو یہ ہے کہ آدمی اپنے دین و ایمان کو بیچ دیتا ہے، خدا سے بدگمان ہوتا ہے، بندوں کے سامنے خدا کا شکوہ کرتا ہے۔ غریبی کے اس بُرے پہلو سے پناہ مانگنی چاہیے۔

〈۲۴۹〉 عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ کَانَ یَدْعُوْا بِھٰذَا الدُّعَآءِ: رَبِّ اغْفِرْ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ وَ جَھْلِیْ، وَ اِسْرَافِیْ فِیْٓ اَمْرِیْ کُلِّهٖ، وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ خَطَایَایَ وَ عَمْدِیْ وَ جَھْلِیْ وَ ھَزْلِیْ، وَ کُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَآ اَخَّرْتُ، وَمَآ اَسْرَرْتُ وَمَآ اَعْلَنْتُ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ اَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، وَ اَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نبی ﷺ کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ آپؐ یہ دعا پڑھتے تھے (رب اغفر سے آخر تک) ''اے میرے رب، میرے گناہ معاف فرما دے، میری جہالت پر پردہ ڈال دے اور اپنے تمام معاملات میں جہاں بھی میں حق سے ہٹ گیا ہوں ان سے درگزر فرما اور ان تمام گناہوں سے جن سے تو مجھ سے زیادہ واقف ہے معافی دے دے۔

اے اللہ، میری خطاؤں کو معاف کردے جو قصد و ارادے سے ہوئیں یا جذبات سے مغلوب ہونے کی وجہ سے سرزد ہوئیں اور وہ غلطی جو تفریحاً ہوگئی ہو ـــــ ان سب خطاؤں کو معاف کردے، یہ سب گناہ مجھ سے سرزد ہوئے ہیں۔ اے اللہ، میرے اگلے اور پچھلے سب گناہ معاف فرمادے اور میرے پوشیدہ اور علانیہ گناہ بھی معاف فرمادے۔ تو ہی اپنے بندوں کو آگے بڑھانے والا اور پیچھے کردینے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔''

﴿۲۵۰﴾ عَنْ اَبِی بَکْرِ ٭الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ عَلِّمْنِیْ دُعَآءً اَدْعُوْ بِهٖ فِیْ صَلَاتِیْ، قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا، وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ، فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِکَ، وَارْحَمْنِیْٓ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپؐ مجھے کوئی دعا بتا دیجیے جسے میں اپنی نماز میں (التحیات اور درود کے بعد) پڑھا کروں۔ آپؐ نے فرمایا تم یہ دعا پڑھا کرو۔ (اَللّٰھُمَّ سے لے کر اَلرَّحِیْمُ تک)۔'' اے اللہ! میں نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا ہے، اور میرے گناہوں کو تیرے سوا کوئی معاف کرنے والا نہیں ہے، پس تو اپنے فضل و رحمت سے میرے گناہ معاف فرما دے اور مجھ پر رحم کر، بلاشبہ تو ہی معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔''

﴿۲۵۱﴾ اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِیْ، وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْهَا مَعَاشِیْ، وَ اَصْلِحْ فِیْ اٰخِرَتِیَ الَّتِیْ فِیْهَا مَعَادِیْ، وَاجْعَلِ الْحَیَاةَ زِیَادَةً لِّیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّیْ مِنْ کُلِّ شَرٍّ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: ''اے اللہ، تو میرے دین کو درست کردے جو میرے تمام معاملات کا محافظ ہے، اور میری دنیا کو بھی ٹھیک رکھ جس میں میں زندگی گزارتا ہوں۔ اور میری آخرت کو بھی سنوار دینا جہاں مجھ کو لوٹ کے جانا ہے، اور میری دنیوی زندگی کو ہر چیز اور بھلائی میں اضافہ کا سبب بنادے، اور موت کو میرے لیے ہر برائی سے راحت کا ذریعہ بنادے۔

﴿۲۵۲﴾ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ، وَ اَسْأَلُکَ عَزِیْمَةَ الرُّشْدِ، وَ

اَسْأَلُکَ شُکْرَ نِعْمَتِکَ وَ حُسْنَ عِبَادَتِکَ، وَ اَسْأَلُکَ لِسَانًا صَادِقًا وَّ قَلْبًا سَلِیْمًا، وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ، وَ اَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ، وَاَسْتَغْفِرُکَ مِمَّا تَعْلَمُ، اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: ''اے اللہ، میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں دین پر جمے رہنے کی، اور اس بات کی بھی درخواست کرتا ہوں کہ تو مجھے ہدایت وراست روی پر پختہ ارادہ کی توفیق دے، اور میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنی نعمتوں پر شکرگزاری عطا فرمائے، اور یہ کہ تیری عبادت میں حسن وخوبی کے ساتھ کروں، اور میں تجھ سے سچ بولنے والی زبان اور گندے جذبات سے پاک دل کی درخواست کرتا ہوں اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں ان تمام چیزوں کے شر سے جس کا تجھے ہی علم ہے، اور میں تجھ سے ہر اُس چیز کی خیر کی درخواست کرتا ہوں جو تیرے علم میں ہے، اور میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں اُن گناہوں کی جن سے تو واقف ہے۔ بلاشبہ تو ہر چھپی ہوئی چیز کو جانتا ہے۔''

〈۲۵۳〉 اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْأَلُکَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ حَتّٰٓی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَا یُصِیْبُنِیْٓ اِلَّا مَا کَتَبْتَ لِیْ وَ رَضِّنِیْ مِنَ الْمَعِیْشَۃِ بِمَا قَسَّمْتَ لِیْ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: ''اے اللہ، میں تجھ سے ایسے ایمان کی درخواست کرتا ہوں جو میرے دل میں اس طرح رَچ بس جائے کہ جب بھی مجھ پر کوئی مصیبت آئے تو مجھے اس بات کا یقین حاصل ہو کہ یہ آپ کی طرف سے مقدر تھی اس لیے آئی (اور آپ کی طرف سے جو چیز آئے گی میری بہتری ہی کے لیے آئے گی، پس یہ مصیبت بھی میری تربیت کے لیے آئی ہے) اور میرے لیے جتنا رزق تو نے طے کر دیا ہے اس پر مجھے راضی اور مطمئن رہنے کی توفیق دے (یعنی زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی ہوس بلکہ تونس سے بچا)۔''

〈۲۵۴〉 اَللّٰھُمَّ احْفَظْنِیْ بِالْاِسْلَامِ قَآئِمًا، وَاحْفَظْنِیْ بِالْاِسْلَامِ قَاعِدًا، وَاحْفَظْنِیْ بِالْاِسْلَامِ رَاقِدًا، وَّلَا تُشْمِتْ بِیْ عَدُوًّا وَّلَا حَاسِدًا۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: ''اے اللہ، تو میری حفاظت فرما اسلام کے ساتھ، جب کہ میں کھڑا اور جب کہ میں بیٹھا ہوں اور جب کہ میں بستر پر لیٹا ہوں اور نہ تو کسی دشمن کو مجھ پر ہنسنے کا موقع دے اور نہ کسی حاسد کو۔''

تشریح: یعنی ہر حالت میں تیری اطاعت اور فرماں برداری کی راہ پر چلتا رہوں اور چوں کہ شیطان اور نفسِ امّارہ اس راہ سے ہٹانا چاہتے ہیں اس لیے تو ان کے مقابلے میں میری حفاظت کر اور مجھ پر کوئی ایسی حالت نہ آئے جس میں مجھے گرفتار دیکھ کر دُشمن اور حاسد لوگ خوش ہوں۔

〈۲۵۵〉 اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ اِیْمَانًا وَّ یَقِیْنًا لَّیْسَ بَعْدَهٗ کُفْرٌ، وَّ رَحْمَةً اَنَالُ بِهَا شَرَفَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: ''اے اللہ، مجھے وہ ایمان اور یقین عطا فرما جس کے بعد مجھ سے کفر اور کافرانہ اعمال و حرکات سرزد نہ ہوں، اور اس رحمت سے ہم کنار کر جس کے ذریعہ دنیا اور آخرت دونوں کی عزت اور شرف مجھے حاصل ہو۔''

〈۲۵۶〉 اَللّٰهُمَّ لَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ وَّلَا تَنْزِعْ مِنِّیْ صَالِحَ مَا اَعْطَیْتَنِیْ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: ''اے اللہ، تو مجھے پل بھر کے لیے بھی میرے اپنے نفس کے حوالے نہ کرنا اور جو بہترین نعمتیں تو نے مجھے بخشی ہیں ان کو مجھ سے نہ چھیننا۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ مجھے اس حالت سے بچانا جس کی موجودگی میں آدمی تیری وکالت، سرپرستی اور حفاظت سے محروم ہو جاتا ہے اور پھر آدمی نفس اور شیطان کے ہتھے چڑھ جاتا ہے جسے وہ کسی کھڈ میں گرا کر ہی چھوڑتے ہیں۔ اور آدمی جب اللہ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتا اور معصیت کی راہ اختیار کرتا ہے تو نہ صرف یہ کہ مزید نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے بلکہ بخشی ہوئی نعمتیں بھی اس سے چھین لی جاتی ہیں۔

〈۲۵۷〉 اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ صِحَّةً فِیْ اِیْمَانٍ وَّ اِیْمَانًا فِیْ حُسْنِ خُلُقٍ، وَّ نَجَاحًا یَّتْبَعُهٗ فَلَاحٌ وَ رَحْمَةً مِّنْکَ وَ عَافِیَةً وَّ مَغْفِرَةً مِّنْکَ وَ رِضْوَانًا۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: ''اے اللہ، میں تجھ سے ایمان کے ساتھ تندرستی کا طلب گار ہوں، اور حسنِ اخلاق کے ساتھ ایمان کی درخواست کرتا ہوں، اور دنیا کی وہ کامیابی چاہتا ہوں جس کے ساتھ آخرت کی دائمی کامیابی، رحمت، عافیت، مغفرت اور خوش نودی ملتی ہے۔''

〈۲۵۸〉 اَللّٰهُمَّ بِعِلْمِکَ الْغَیْبَ وَ قُدْرَتِکَ عَلَی الْخَلْقِ اَحْیِنِیْ مَا عَلِمْتَ الْحَیَاةَ خَیْرًا لِّیْ، وَ تَوَفَّنِیْ اِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاةَ خَیْرًا لِّیْ، اَللّٰهُمَّ وَ اَسْأَلُکَ خَشْیَتَکَ

فِی الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ، وَ اَسْأَلُکَ کَلِمَۃَ الْاِخْلَاصِ فِی الرِّضَا وَالْغَضَبِ، وَ اَسْأَلُکَ الْقَصْدَ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنٰی، وَ اَسْأَلُکَ نَعِیْمًا لَّا یَنْفَدُ، وَ اَسْأَلُکَ قُرَّۃَ عَیْنٍ لَّا تَنْقَطِعُ، وَ اَسْأَلُکَ الرِّضَا بِالْقَضَآءِ، وَ اَسْأَلُکَ لَذَّۃَ النَّظْرِ اِلٰی وَجْھِکَ، وَالشَّوْقَ اِلٰی لِقَآئِکَ فِیْ غَیْرِ ضَرَّآءَ مُضِرَّۃٍ وَّلَا فِتْنَۃٍ مُّضِلَّۃٍ، اَللّٰھُمَّ زَیِّنَّا بِزِیْنَۃِ الْاِیْمَانِ، وَاجْعَلْنَا ھُدَاۃً مُّھْتَدِیْنَ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: ''اے اللہ، تو غیب کا علم رکھتا ہے اور مخلوقات پر ہر طرح تو قادر ہے، تو مجھے زندہ رکھ جب کہ میری یہ زندگی میرے لیے بہتر ہو، اور تو مجھے موت دے جب کہ میرے لیے مرنا بہتر ہو جائے۔ اے اللہ، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ کھلی اور چھپی دونوں حالتوں میں تجھ سے (ڈرتا رہوں) اور اس بات کی درخواست کرتا ہوں کہ کسی سے میں خوش ہوں یا ناراض ہوں دونوں حالتوں میں میری زبان سے انصاف کی بات نکلے، اور غریبی اور خوش حالی دونوں حالتوں میں صحیح راہ اختیار کرنے کی توفیق دے۔ اور میں تجھ سے وہ نعمتیں مانگتا ہوں جو ختم نہ ہوں (یعنی جنت کی لازوال نعمتیں) اور وہ آنکھوں کی ٹھنڈک (خوشی) چاہتا ہوں جو ہمیشہ باقی رہے، اور تیرے فیصلے پر راضی و مطمئن رہنے کا تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور میں تیرے دیدار کی لذّت کی درخواست کرتا ہوں، اور اس بات کی بھی کہ میرے دل میں اپنی ملاقات کا شوق پیدا کر دے، کسی تباہ کن تکلیف اور کسی گم راہ کن فتنے کا میں شکار نہ بنوں، اے اللہ، ہماری زندگی کو ایمان سے آراستہ کر دے اور ہم لوگوں کو سیدھی راہ پر چلنے والا اور سیدھی راہ دکھانے والا بننے کی توفیق دے۔''

﴿۲۵۹﴾ اَللّٰھُمَّ یَا ذَا الْحَبْلِ الشَّدِیْدِ، وَالْاَمْرِ الرَّشِیْدِ اَسْأَلُکَ الْاَمْنَ یَوْمَ الْوَعِیْدِ، وَالْجَنَّۃَ یَوْمَ الْخُلُوْدِ، مَعَ الْمُقَرَّبِیْنَ الشُّھُوْدِ، الرُّکَّعِ السُّجُوْدِ، الْمُوْفِیْنَ بِالْعُھُوْدِ، اِنَّکَ رَحِیْمٌ وَّ دُوْدٌ، وَّ اِنَّکَ تَفْعَلُ مَا تُرِیْدُ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا ھَادِیْنَ مُھْتَدِیْنَ غَیْرَ ضَآلِّیْنَ وَلَا مُضِلِّیْنَ سِلْمًا لِّاَوْلِیَآئِکَ وَعَدُوًّا لِّاَعْدَآئِکَ نُحِبُّ بِحُبِّکَ مَنْ اَحَبَّکَ، وَ نُعَادِیْ بِعَدَاوَتِکَ مَنْ خَالَفَکَ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: ''اے اللہ، ــــ مضبوط قدرت کے مالک اور ٹھیک فیصلہ فرمانے والے ــــ میں تجھ

سے درخواست کرتا ہوں کہ عذاب کے دن مجھے عذاب سے محفوظ رکھنا اور ہمیشہ باقی رہنے والے عالم میں ہمیں جنت میں جگہ دینا اور ہمیں ان لوگوں کا ساتھ نصیب ہو جو تیرے مقرب بندے ہیں، دینِ حق کی گواہی دینے والے، رکوع وسجدہ کرنے والے اور عہدِ بندگی کو بہ تمام وکمال پورا کرنے والے ہیں۔ بے شک تو مہربان ہے، اپنے بندوں سے محبت کرنے والا ہے اور جو تو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔ اے اللہ، ہم کو سیدھی راہ پر چلنے والا اور سیدھی راہ کی دعوت دینے والا بننے کی توفیق دے۔ ہم نہ خود گم راہ ہوں اور نہ گم راہی کی دعوت دینے والے ہوں، تیری راہ پر چلنے والوں کے دوست ہوں اور تیرے دشمنوں کے دشمن ہوں، تو ہمارا محبوب ہو اور جن لوگوں کو تو پسند کرتا ہے تیری محبت کی بنیاد پر ہمیں ان سے بھی محبت ہو، جو تیرے مخالف ہوں ان کے ہم دشمن ہوں۔‘‘

〈۲۶۰〉 اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِکَ مَا تَحُوْلُ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ مَعَاصِیْکَ وَ مِنْ طَاعَتِکَ مَا تُبْلِغُنَا بِہٖ جَنَّتَکَ (اَیْ اجْعَلْ لَّنَا قَسَمًا)، **وَ مِنَ الْیَقِیْنِ مَا یُھَوِّنُ عَلَیْنَا مَصَآئِبَ الدُّنْیَا وَ مَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَ اَبْصَارِنَا وَ قُوَّتِنَا مَا اَحْیَیْتَنَا، وَاجْعَلْہُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَنَا، وَانْصُرْنَا عَلٰی مَنْ عَادَانَا، وَلَا تَجْعَلْ مُصِیْبَتَنَا فِیْ دِیْنِنَا، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْیَآ اَکْبَرَ ھَمِّنَا، وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَا یَرْحَمُنَا۔** (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: ’’اے اللہ، ہمارے دل میں اپنا ڈر پیدا کر دے جو تیری نافرمانی سے ہم کو بچائے۔ اور ہمیں اپنی اطاعت کی توفیق دے جس کے ذریعہ تیری جنت میں جگہ پاسکیں، اور وہ یقین عطا فرما جس سے دُنیا کی مصیبتیں ہلکی اور آسان ہو جاتی ہیں اور جب تک ہم زندہ رہیں ہماری سننے کی قوت، دیکھنے کی قوت اور جسمانی قوت کو باقی رکھ (یعنی آخر وقت تک ہم بہرے پن اور اندھے پن اور جسمانی ضعف سے محفوظ رہیں) اور ہم پر ظلم کرنے والوں سے تو بدلہ لے اور جو ہم سے دشمنی کرے اس کے مقابلہ میں ہمیں اپنی مدد سے نواز، اور ہم پر دینی آفت اور مصیبت نہ آنے دے اور دنیا کو ہمارا مقصود نہ بنا اور ایسا بھی نہ ہو کہ دنیا ہی ہمارے علم کی انتہا ہو اور آخرت کے علم سے کورے رہ جائیں۔ اور ہم پر ایسے لوگوں کو مسلّط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کریں۔‘‘

﴿۲۶۱﴾ اَللّٰھُمَّ اَصۡلِحۡ ذَاتَ بَیۡنِنَا، وَ اَلِّفۡ بَیۡنَ قُلُوۡبِنَا، وَاھۡدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ، وَ نَجِّنَا مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ۔

ترجمہ: ’’اے اللہ، ہمارے آپس کے تعلقات کو درست رکھ اور ہمارے دلوں کو جوڑے رکھ اور ہمیں سلامتی کے راستوں پر چلا اور ہمیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لا۔‘‘

عبداللہ بن مسعودؓ کی دُعا

﴿۲۶۲﴾ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡٓ اَسۡاَلُکَ اِیۡمَانًا لَّا یَرۡتَدُّ، وَ نَعِیۡمًا لَّا یَنۡفَدُ، وَ مُرَافَقَةَ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ ﷺ فِیۡٓ اَعۡلٰی جَنَّةِ الۡخُلۡدِ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: ’’اے اللہ، میں تجھ سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو اپنی جگہ سے نہ ہٹے اور وہ نعمتیں چاہتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہوں، اور ہمیشگی کی اعلیٰ ترین جنت میں تیرے پیغمبر محمد ﷺ کا ساتھ نصیب ہو۔‘‘

تشریح: یعنی اتنا طاقت ور ایمان دے جسے اس کی جگہ سے نہ ہلایا جا سکے، نہ ہٹایا جا سکے، اور جو پیچھے مڑ کر دیکھنا نہ جانتا ہو۔

دنیا سازی سے نفرت اور فکرِ آخرت

﴿۲۶۳﴾ عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: مَالِیۡ وَ لِلدُّنۡیَا، اِنَّمَا مَثَلِیۡ وَ مَثَلُ الدُّنۡیَا کَمَثَلِ رَاکِبٍ قَالَ فِیۡ ظِلِّ شَجَرَةٍ فِیۡ یَوۡمٍ صَائِفٍ ثُمَّ رَاحَ وَ تَرَکَھَا۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: ’’مجھے دنیا سے کیا دل چسپی؟ میری اور دُنیا کی مثال ایسی سمجھو جیسے کوئی مسافر، گرمی کے زمانے میں، کسی درخت کے سائے میں تھوڑی دیر کے لیے دوپہر میں سو رہتا ہے، پھر اس درخت اور اس کے سائے کو چھوڑ کر اپنی منزل کی طرف چل دیتا ہے۔‘‘

تشریح: مطلب یہ ہے کہ مومن کا وطن تو آخرت ہے اور یہ دنیا اُس کی کمائی کی جگہ ہے اس لیے دنیا سے دل نہیں لگانا چاہیے۔ اس کو اپنا وطن نہیں بنانا چاہیے۔

آخرت کی یاد

〈۲۶۴〉 عَنِ ابْنِ عُمَرؓ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِبَعْضِ جَسَدِیْ، فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ وَّاعْدُدْ نَفْسَكَ فِي الْمَوْتٰى۔ (مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے میرے جسم کے بعض حصّے (شانہ) کو پکڑ کر فرمایا: ”اے عبداللہ! تم دنیا میں اس طرح رہو گویا کہ تم اجنبی مسافر ہو بلکہ راستہ چلنے والے کی طرح دنیا میں رہو، اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو۔“

تشریح: ”غریب“ کے معنی ”مسافر“ کے ہیں جو اپنے وطن سے دور ہو، وطن سے دور رہنے والے شخص کے پاس نسبتاً زیادہ سفر ہوتا ہے اس مسافر کے مقابلے میں جو راستہ طے کر رہا ہوتا ہے اور کسی جگہ اس نے قیام نہیں کیا ہے، مطلب یہ ہے کہ کم سے کم دُنیا اور سامانِ دُنیا کی فکر کرو، اپنے آپ کو ہلکا پھلکا رکھو۔ یہ سمجھ کر اس دنیا میں رہو کہ یہ تمہارا وطن نہیں ہے، تمہارا وطن تو آخرت ہے اور تم اس دنیا میں پردیسی ہو یا مسافر ہو۔ اس طرح زندگی گزارنا صرف اسی شکل میں ممکن ہے جب کہ آدمی زندہ رہتے ہوئے اس بات کا یقین رکھے کہ اسے بالآخر مرنا ہے۔

دُنیا سے بے نیازی

〈۲۶۵〉 وَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنْ اَرَدْتِ اللُّحُوْقَ بِيْ فَلْيَكْفِكِ مِنَ الدُّنْيَا كَزَادِ الرَّاكِبِ وَ اِيَّاكِ وَ مُجَالَسَةَ الْاَغْنِيَآءِ وَلَا تَسْتَخْلِقِيْ حَتّٰى تُرَقِّعِيْهِ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ ترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: ”اے عائشہ، اگر تم میرے ساتھ جنت میں رہنا چاہتی ہو تو اتنی دنیا تمہارے لیے کافی ہونی چاہیے جتنا سامان کسی مسافر کے پاس ہوتا ہے اور خبردار دنیا کے طلب گار مال داروں کے پاس مت بیٹھنا، اور کپڑا پرانا ہو جائے تو اسے مت اُتار پھینکو بلکہ پیوند لگا کر پہنو۔“

وفادار ساتھی

﴿۲۶۶﴾ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَلْاَخِلَّآءُ ثَلَاثَۃٌ، فَاَمَّا خَلِیْلٌ فَیَقُوْلُ اَنَا مَعَکَ حَتّٰی تَاْتِیَ قَبْرَکَ، وَ اَمَّا خَلِیْلٌ فَیَقُوْلُ لَکَ مَآ اَعْطَیْتَ، وَمَآ اَمْسَکْتَ فَلَیْسَ لَکَ فَذٰلِکَ مَالُکَ، وَ اَمَّا خَلِیْلٌ فَیَقُوْلُ اَنَا مَعَکَ حَیْثُ دَخَلْتَ وَ حَیْثُ خَرَجْتَ، فَذٰلِکَ عَمَلُہٗ، فَیَقُوْلُ وَاللّٰہِ لَقَدْ کُنْتَ مِنْ اَھْوَنِ الثَّلَاثَۃِ عَلَیَّ۔ (ترغیب بحوالۂ مستدرک)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دوست تین قسم کے ہیں،'' ایک دوست تم سے کہتا ہے ''میں تمہارے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ تم قبر میں پہنچ جاؤ'' (اور جب آدمی قبر میں پہنچ جاتا ہے تو یہ دوست ساتھ چھوڑ دیتا ہے، یہ انسانی دوست کا حال ہے)۔ رہا دوسرا دوست تو وہ تم سے کہتا ہے ''تمہارا بس اتنا حصہ ہے جتنا تم نے غریبوں کو دیا اور جو کچھ تم نے نہیں دیا بلکہ اپنے پاس رکھا تو وہ تمہارا نہیں ہے (بلکہ ورثہ کا ہے) اس دوست کا نام ''مال'' ہے، اور تیسرا دوست تم سے کہتا ہے کہ ''میں تمہارے ساتھ رہوں گا اس جگہ بھی جہاں تم داخل ہوگے یعنی قبر میں اور اس جگہ بھی جہاں تم قبر سے نکل کر جاؤ گے،'' اس دوست کا نام ''عمل'' ہے۔ آدمی حیران ہو کر عمل سے کہے گا کہ ''بہ خدا ان تینوں طرح کے دوستوں میں تم کو حقیر اور معمولی دوست سمجھتا تھا، (اور یہ میری بھول تھی، اعزا اور رشتہ داروں کے لیے سب کچھ کیا مگر کوئی کام نہیں آیا۔ صرف عمل ہی ساتھ رہا)۔

﴿۲۶۷﴾ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: لَا تَتَّخِذُوا الضَّیْعَۃَ فَتَرْغَبُوْا فِی الدُّنْیَا۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگ جائداد اور زمین مت بناؤ ورنہ تمہارے اندر دنیا کی حرص آجائے گی۔''

تشریح: ظاہر ہے کہ جب آدمی جائداد بنانے کی فکر کرے گا تو آہستہ آہستہ اس کا ذہن آخرت سے ہٹ کر دُنیا کی طرف مائل ہونا شروع ہوگا اور یہ چیز خدا کے دین کے منشا کے خلاف ہے،

دُنیا پرستوں کی کوئی کمی پہلے نہ تھی کہ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ایک امت اٹھائی جاتی، اس امّت کا فریضہ ہی یہ ہے کہ وہ آخرت کو اپنا نصب العین بنائے اور دنیا سے صرف اتنا سامان اپنے پاس رکھے جو آخرت کی تیاری کے لیے ضروری ہے، اسی لیے حضور ﷺ نے اس سے روکا ہے، کیوں کہ قاعدہ یہ ہے کہ جو آدمی جس چیز میں اپنا وقت اور اپنی صلاحیت لگاتا ہے اس سے اس کو محبت ہوتی ہے، اس کا جی اسی میں لگا رہتا ہے۔

زُہد کا صحیح تصوّر

〈۲۶۸〉 قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَلزَّهَادَةُ فِی الدُّنْیَا لَیْسَتْ بِتَحْرِیْمِ الْحَلَالِ وَلَا بِاِضَاعَةِ الْمَالِ، وَ لٰکِنَّ الزَّهَادَةَ فِی الدُّنْیَآ اَنْ لَّا تَکُوْنَ بِمَا فِیْ یَدَیْکَ اَوْثَقَ مِمَّا فِیْ یَدَیِ اللّٰهِ، وَ اَنْ تَکُوْنَ فِیْ ثَوَابِ الْمُصِیْبَةِ اِذَآ اَنْتَ اُصِبْتَ بِهَآ اَرْغَبَ فِیْهَا لَوْ اَنَّهَآ اُبْقِیَتْ لَکَ۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”دنیا سے بے رغبتی اور زہد یہ نہیں ہے کہ آدمی اپنے اوپر کسی حلال کو حرام کر لے اور اپنے مال کو برباد کر دے (یعنی اپنے پاس مال نہ رکھے)۔ بلکہ زہد یہ ہے کہ تمہیں اپنے مال سے زیادہ خدا کے انعام اور بخشش پر اعتماد ہو، اور جب تم پر کوئی مصیبت آئے تو اس کا جو اجر و ثواب ملنے والا ہے اس پر تمہاری نگاہ جم جائے اور تم مصائب کو ذریعۂ ثواب سمجھو۔“

مومن اور خدا کی ملاقات

〈۲۶۹〉 عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ، وَ مَنْ کَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ کَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ، فَقُلْتُ اَکَرَاهِیَةَ الْمَوْتِ؟ فَکُلُّنَا نَکْرَهُ الْمَوْتَ، قَالَ لَیْسَ کَذٰلِکَ، وَ لٰکِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَ رِضْوَانِهٖ وَ جَنَّتِهٖ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ فَاَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ، وَ اِنَّ الْکَافِرَ اِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَ سَخَطِهٖ کَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ وَ کَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ سے ملنے کو پسند کرتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے۔'' اس پر میں نے پوچھا کہ ''اللہ سے ملنے کو ناپسند کرنے کا مطلب کیا ہے؟ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی موت کو ناپسند کرتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو ہم میں سے ہر شخص موت کو ناپسند کرتا ہے۔'' حضور ﷺ نے فرمایا ''میرا یہ مطلب نہیں ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب مومن کو اللہ کی نعمت اور اس کی خوش نودی اور جنت کی بات بتائی جاتی ہے تو وہ اللہ کی ملاقات کا آرزومند ہوتا ہے تو ایسے شخص سے اللہ بھی ملاقات کرنا چاہتا ہے اور کافر کو جب اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضی کی خبر دی جاتی ہے تو وہ اللہ سے ملنے سے نفرت کرتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے۔''

طالبِ جنت بننے کی تاکید

﴿۲۷۰﴾ عَنْ كُلَيْبِ بْنِ حَزْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اُطْلُبُوا الْجَنَّةَ جُهْدَكُمْ وَاهْرَبُوْا مِنَ النَّارِ جُهْدَكُمْ، فَاِنَّ الْجَنَّةَ لَا يَنَامُ طَالِبُهَا، وَ اِنَّ النَّارَ لَا يَنَامُ هَارِبُهَا، وَ اِنَّ الْاٰخِرَةَ الْيَوْمَ مَحْفُوْفَةٌ بِالْمَكَارِهِ، وَ اِنَّ الدُّنْيَا مَحْفُوْفَةٌ بِاللَّذَّاتِ وَالشَّهَوَاتِ، فَلَا تُلْهِيَنَّكُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ۔

(ترغیب وترہیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: کلیبؓ ابن حزن کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا: ''اے لوگو، انتہائی کوشش کے ساتھ جنت کے طالب بنو اور اپنی کوشش بھر جہنم سے بچنے کی فکر کرو کیوں کہ، جنت ایسی چیز ہے جس کا چاہنے والا سو نہیں سکتا اور آگ بھی ایسی چیز ہے جس سے بھاگنے والا سو نہیں سکتا (یعنی غافل نہیں ہو سکتا)، اور آخرت ناخوش گواریوں سے گھیر دی گئی ہے، اور دنیا لذّات و مرغوبات سے گھری ہوئی ہے، پس دُنیا کی لذّتیں اور مرغوبات تم کو غافل نہ کریں۔''

تشریح: آخرت کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ آدمی لذّتوں کی طرف نہ لپکے اور آخرت کے حصول کے لیے بہت سے ایسے کام کرنے ہوں گے جو نفس کو طبعاً ناگوار ہیں۔ جب تک کوئی شخص ان ناخوش گواریوں کو پار نہ کرے جنت تک نہیں پہنچ سکتا۔

آخرت کی پہلی منزل قبر

﴿۲۷۱﴾ وَ عَنْ ھَانِئٍ مَّوْلٰی عُثْمَانَ بْنِ عِفَّانَ قَالَ: کَانَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِذَا وَقَفَ عَلٰی قَبْرٍ یَّبْکِیْ حَتّٰی یَبُلَّ لِحْیَتَہٗ فَقِیْلَ لَہٗ: تَذْکُرُ الْجَنَّۃَ وَالنَّارَ فَلَا تَبْکِیْ وَ تَذْکُرُ الْقَبْرَ فَتَبْکِیْ؟ فَقَالَ: اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ: اَلْقَبْرُ اَوَّلُ مَنْزِلٍ مِّنْ مَنَازِلِ الْاٰخِرَۃِ، فَاِنْ نَجَا مِنْہُ فَمَا بَعْدَہٗ اَیْسَرُ وَ اِنْ لَّمْ یَنْجُ مِنْہُ فَمَا بَعْدَہٗ اَشَدُّ، قَالَ: وَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ: مَا رَاَیْتُ مَنْظَرًا قَطُّ اِلَّا وَالْقَبْرُ اَفْظَعُ مِنْہُ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ ترمذی)

قَالَ ھَانِئٌ: وَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ یَنْشُدُ عَلٰی قَبْرٍ:

فَاِنْ تَنْجُ مِنْھَا تَنْجُ مِنْ ذِیْ عَظِیْمَۃٍ
وَ اِلَّا فَاِنِّیْ لَا اَخَالُکَ نَاجِیًا۔

ترجمہ: حضرت عثمان ابن عفانؓ کے آزادکردہ غلام ہانی کا بیان ہے کہ عثمانؓ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو روتے یہاں تک کہ اپنی داڑھی تر کر لیتے، ان سے پوچھا گیا کہ ''جنت اور جہنم کے ذکر پر آپ نہیں روتے یہ قبر کو یاد کر کے کیوں روتے ہیں؟'' انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے، کہ ''قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ اگر یہاں آدمی نجات پا گیا تو بعد کا مسئلہ آسان ہے اور اگر یہاں چھٹکارا نہیں ملا تو بعد کے مراحل سخت تر آئیں گے۔'' نیز میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے، کہ ''قبر سے زیادہ ہولناک منظر کوئی اور نہ ہوگا۔'' ہانی کہتے ہیں کہ ایک قبر کے پاس کھڑے ہو کر حضرت عثمانؓ یہ شعر پڑھ رہے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے، ''اگر تو قبر کی مصیبت سے نجات پا جائے تو پھر بہت بڑی مصیبت سے نجات پا جائے گا ورنہ میرا خیال یہ ہے کہ پھر تجھے نجات نہیں ملے گی۔''

نیک اعمال اور قبر

﴿۲۷۲﴾ وَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِنَّ الْمَیِّتَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ، اِنَّہٗ یَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِھِمْ حِیْنَ یُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ، فَاِنْ کَانَ مُؤْمِنًا

كَانَتِ الصَّلٰوةُ عِنْدَ رَاْسِهٖ، وَ كَانَ الصِّيَامُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ، وَ كَانَتِ الزَّكٰوةُ عَنْ شِمَالِهٖ وَ كَانَ فِعْلُ الْخَيْرَاتِ مِنَ الصَّدَقَةِ، وَالصَّلٰوةِ وَالْمَعْرُوْفِ وَالْاِحْسَانِ اِلَى النَّاسِ عِنْدَ رِجْلَيْهِ، فَيُؤْتٰى مِنْ قِبَلِ رَاْسِهٖ فَتَقُوْلُ الصَّلٰوةُ: مَا قِبَلِىْ مَدْخَلٌ، ثُمَّ يُؤْتٰى عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ الصِّيَامُ: مَا قِبَلِىْ مَدْخَلٌ، ثُمَّ يُؤْتٰى عَنْ يَسَارِهٖ فَتَقُوْلُ الزَّكٰوةُ: مَا قِبَلِىْ مَدْخَلٌ، ثُمَّ يُؤْتٰى مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ فَيَقُوْلُ فِعْلُ الْخَيْرَاتِ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالْمَعْرُوْفِ وَالْاِحْسَانِ اِلَى النَّاسِ مَا قِبَلِىْ مَدْخَلٌ، فَيُقَالُ لَهٗٓ اِجْلِسْ فَيَجْلِسُ قَدْ مُثِّلَتْ لَهُ الشَّمْسُ، وَ قَدْ دَنَتْ لِلْغُرُوْبِ فَيُقَالُ لَهٗ: اَرَأَيْتَكَ هٰذَا الَّذِىْ كَانَ قِبَلَكُمْ مَّا تَقُوْلُ فِيْهِ؟ وَمَاذَا تَشْهَدُ عَلَيْهِ؟ فَيَقُوْلُ: دَعُوْنِىْ حَتّٰٓى اُصَلِّىَ، فَيَقُوْلُ اِنَّكَ سَتَفْعَلُ، اَخْبِرْنَا عَمَّا نَسْأَلُكَ اَرَأَيْتَكَ هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِىْ كَانَ قِبَلَكُمْ مَاذَا تَقُوْلُ فِيْهِ وَ مَاذَا تَشْهَدُ عَلَيْهِ؟ قَالَ: فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ اَشْهَدُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ اَنَّهٗ جَآءَ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ، فَيُقَالُ لَهٗ: عَلٰى ذٰلِكَ حَيِيْتَ، وَ عَلٰى ذٰلِكَ مِتَّ، وَ عَلٰى ذٰلِكَ تُبْعَثُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ، ثُمَّ يُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهٗ: هٰذَا مَقْعَدُكَ مِنْهَا، وَمَا اَعَدَّ اللّٰهُ لَكَ فِيْهَا فَيَزْدَادُ غِبْطَةً وَ سُرُوْرًا، ثُمَّ يُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ النَّارِ فَيُقَالُ لَهٗ: هٰذَا مَقْعَدُكَ وَمَا اَعَدَّ اللّٰهُ لَكَ فِيْهَا لَوْ عَصَيْتَهٗ فَيَزْدَادُ غِبْطَةً وَ سُرُوْرًا، ثُمَّ يُفْسَحُ لَهٗ فِىْ قَبْرِهٖ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا وَ يُنَوَّرُ لَهٗ فِيْهِ، وَ يُعَادُ الْجَسَدُ كَمَا بَدَأَ مِنْهُ فَتُجْعَلُ نَسَمَتُهٗ فِى النَّسِيْمِ الطَّيِّبِ وَ هِىَ طَيْرٌ تَعَلَّقُ فِىْ شَجَرِ الْجَنَّةِ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ، "يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِى الْاٰخِرَةِ" الْاٰيَةَ، وَ اِنَّ الْكَافِرَ اِذَا اُتِىَ مِنْ قِبَلِ رَاْسِهٖ لَمْ يُوْجَدْ شَىْءٌ، ثُمَّ اُتِىَ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَلَا يُوْجَدُ شَىْءٌ، ثُمَّ اُتِىَ عَنْ شِمَالِهٖ فَلَا يُوْجَدُ شَىْءٌ، ثُمَّ اُتِىَ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ فَلَا يُوْجَدُ شَىْءٌ، فَيُقَالُ لَهٗٓ اِجْلِسْ فَيَجْلِسُ مَرْعُوْبًا خَآئِفًا فَيُقَالُ: اَرَأَيْتَكَ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِىْ كَانَ فِيْكُمْ مَّاذَا تَقُوْلُ فِيْهِ وَمَا تَشْهَدُ عَلَيْهِ؟ فَيَقُوْلُ: اَىُّ رَجُلٍ وَّلَا يَهْتَدِىْ لِاِسْمِهٖ، فَيُقَالُ لَهٗ! مُحَمَّدٌ فَيَقُوْلُ لَآ اَدْرِىْ سَمِعْتُ النَّاسَ

قَالُوْا قَوْلاً فَقُلْتُ کَمَا قَالَ النَّاسُ، فَیُقَالُ لَہٗ! عَلٰی ذٰلِکَ حَیِیْتَ وَ عَلَیْہِ مِتَّ، وَ عَلَیْہِ تُبْعَثُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ، ثُمَّ یُفْتَحُ لَہٗ بَابٌ مِّنْ اَبْوَابِ النَّارِ فَیُقَالُ لَہٗ: ھٰذَا مَقْعَدُکَ مِنَ النَّارِ وَمَا اَعَدَّ اللّٰہُ لَکَ فِیْھَا فَیَزْدَادُ حَسْرَۃً وَ ثُبُوْرًا۔ ثُمَّ یُفْتَحُ لَہٗ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ فَیُقَالُ لَہٗ: ھٰذَا مَقْعَدُکَ مِنْھَا وَمَا اَعَدَّ اللّٰہُ لَکَ فِیْھَا لَوْ اَطَعْتَہٗ فَیَزْدَادُ حَسْرَۃً وَ ثُبُوْرًا، ثُمَّ یُضَیَّقُ عَلَیْہِ قَبْرُہٗ حَتّٰی تَخْتَلِفَ فِیْہِ اَضْلَاعُہٗ۔

(ترغیب وترہیب للمنذری)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، کہ جب آدمی مر کر اپنی قبر میں پہنچتا ہے تو (جسم میں روح کے آجانے کی وجہ سے) دفن کر کے واپس ہونے والوں کے جوتوں کی آواز سُنتا ہے، اگر وہ مومن ہے تو اس کی ادا کی ہوئی فرض نمازیں اس کے سرہانے اور فرض روزے اس کے داہنے، زکوٰۃ اس کے بائیں اور نفلی نمازیں، نفلی صدقے اور دوسرے نیک کام اس کی پائینتی کھڑے ہو جاتے ہیں، یہ سب نیک کام اس کے محافظ بن جاتے ہیں، چاروں طرف سے اسے اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں، مردہ کو اٹھ کر بیٹھنے کا حکم ہوتا ہے، وہ اُٹھ کر بیٹھ جاتا ہے اور ایسا محسوس کرتا ہے گویا عصر کے بعد کا وقت ہے، سورج ڈوبنے کے قریب ہے۔ اس کے بعد فرشتے اس سے پوچھتے ہیں ”تم بتاؤ یہ پیغمبر جو خدا کی طرف سے تمہارے یہاں بھیجے گئے تھے ان کے بارے میں تم کیا کہتے ہو، ان کے متعلق کیا گواہی دیتے ہو؟“ وہ صاحبِ قبر مومن کہے گا ”مجھے عصر کی نماز پڑھ لینے دو، دیکھو سورج ڈوبنے کے قریب ہے، ایسا نہ ہو میری نماز قضا ہو جائے“، فرشتے کہیں گے ”پہلے ہمارے سوال کا جواب دو، بعد میں نماز پڑھ لینا“ وہ کہے گا ”یہ ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ ہیں، میں ان کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں، وہ خدا کے پاس سے سچی کتاب لے کر آئے تھے“، فرشتے (خوش ہو کر) اس سے کہیں گے، تم اس نبیٔ برحق کے دین پر زندگی بھر رہے، اسی حالت میں تم کو موت آئی اور ان شاء اللہ اسی حالت پر قیامت کے دن زندہ ہو کر محشر میں پہنچو گے۔“ پھر جنت کا ایک دروازہ اس کے سامنے کھولیں گے اور اس سے کہیں گے ”دیکھو یہ ہے تمہاری مستقل قیام گاہ اور ایسی ہیں اس کی نعمتیں“، صاحبِ قبر بہت زیادہ خوش ہوگا، پھر اس کے سامنے جہنم کا ایک دروازہ کھلے گا، فرشتے اس سے کہیں گے ”دیکھو، اگر تم نے دنیا میں

خدا کی نافرمانی کی ہوتی تو یہ آگ کا گھر تمہاری قیام گاہ بنتا،" یہ سن کر اور دیکھ کر اس کی مسرّت میں مزید اضافہ ہوگا۔ اس کے بعد قبر کا پھیلاؤ ستّر ہاتھ کے بہ قدر ہو جائے گا اور روشن کر دی جائے گی، اور جسم سے دوبارہ روح نکل جائے گی۔ روح جنت کے درختوں پر آزادانہ، پرندوں کے مانند اڑتی پھرے گی (حساب کے دن تک) چناں چہ اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے، "وہ مومنین کو دنیا کی زندگی میں بھی جمائے گا اور آخرت میں بھی جمائے گا کلمۂ توحید کی بدولت۔" (یہ تو مومن کا حال ہوگا جو اوپر بیان ہوا: اور اگر مردہ کافر ہے تو اس کی حفاظت کرنے والی کوئی چیز نہیں، نہ سرہانے، نہ دائیں نہ بائیں اور نہ ہی پیروں کی طرف۔ اسے اٹھ کر بیٹھنے کا حکم دیا جائے گا، وہ اٹھ بیٹھے گا، دہشت کا مارا خوف زدہ! فرشتے اس سے پوچھیں گے "اِس آدمی کے بارے میں جو تمہارے پاس پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا تم کیا کہتے ہو، کیا گواہی دیتے ہو؟" وہ حیران ہو کر کہے گا، "کون آدمی؟ کون بھیجا گیا تھا پیغمبر بنا کر؟ میں تو نہیں جانتا۔" پھر اس سے صاف صاف حضرت محمد ﷺ کا نام لے کر پوچھا جائے گا، وہ جواب میں کہے گا "میں ان کو نہیں جانتا۔ لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا وہی میں نے بے سوچے سمجھے دُہرا دیا۔" فرشتے اس سے کہیں گے "تم اسی غفلت کی حالت میں زندگی بھر رہے، اسی حالت پر مرے اور ان شاء اللہ اسی حالت میں تم قبر سے زندہ اٹھائے جاؤ گے۔" پھر فرشتے اس کے سامنے جہنم کا ایک دروازہ کھول دیں گے اور کہیں گے "یہ ہے تمہاری قیام گاہ۔ اور یہ ہے وہ عذاب جو تمہیں دیا جائے گا۔" تو اس کا رنج و غم بہت زیادہ بڑھ جائے گا۔ پھر اس کے سامنے جنت کا ایک دروازہ کھولیں گے اور کہیں گے "اگر تم نے دنیا میں خدا کی اطاعت کی ہوتی تو یہ جنت تمہاری قیام گاہ بنتی اور اس کی نعمتوں سے تم فائدہ اٹھاتے۔" یہ سن کر اس کے رنج و غم میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ پھر اس کی قبر اس کے لیے اتنی تنگ کر دی جائے گی کہ ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف کی پسلیوں سے مل جائیں گی۔"

تشریح: اس حدیث میں کافر کا لفظ آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے یہ صرف کافر کا انجام ہوگا، حالاں کہ اس حدیث کے آخری حصہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ انجام ان لوگوں کا بیان ہو رہا ہے جو مسلمان معاشرے میں پیدا ہوئے اور اللہ اور رسولؐ اور اس کے احکام و تعلیمات کو کبھی جاننے کی فکر نہیں کی۔ لوگ کلمہ پڑھتے تھے یہ بھی بے سوچے سمجھے زبان سے پڑھ لیتا تھا۔ لوگ محمد ﷺ کا

ذکر کرتے تھے یہ بھی سنا کرتا تھا اور چوں کہ زندگی میں اللہ کو اپنا رب بنا کر، محمد ﷺ کو اپنا پیغمبر جان کر زندگی نہیں گزاری ہے اس لیے مرنے کے بعد نہیں جان سکے گا کہ اللہ کیا ہے؟ رسول کیا ہے؟ اور رسولؐ کی لائی ہوئی تعلیمات کیا ہیں؟

بعض دوسری روایتوں میں منافق کا لفظ آیا ہے۔ محدثین کہتے ہیں کہ ایسے ہی انجام سے کافر اور منافق دوچار ہوں گے۔ اور یہی انجام دین سے بے پروا زندگی گزارنے والوں کا بھی ہوگا۔ البتہ سزا کی نوعیت میں فرق ہوگا۔

جب قیامت برپا ہوگی

〈۲۷۳〉 وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَتَقُوْمُ السَّاعَةُ وَ ثَوْبُهُمَا بَیْنَهُمَا لَا یُبَایِعَانِهٖ وَلَا یَطْوِیَانِهٖ، وَ لَتَقُوْمَ السَّاعَةُ وَ قَدِ انْصَرَفَ بِلَبَنِ لِقْحَتِهٖ لَا یَطْعَمُهٗ، وَ لَتَقُوْمُ السَّاعَةُ یَلُوْطُ حَوْضَهٗ لَا یَسْقِیْهِ، وَ لَتَقُوْمُ السَّاعَةُ وَ قَدْ رَفَعَ لُقْمَتَهٗ اِلٰی فِیْهِ لَا یَطْعَمُهَا۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ احمد وابن حبان)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”دو آدمی کپڑا بیچ اور خرید رہے ہوں گے۔ کپڑا سامنے رکھا ہوگا کہ اتنے میں قیامت آجائے گی، وہ دونوں اس کپڑے کا معاملہ نہیں کرسکیں گے یہاں تک کہ اس کو تہہ کرکے رکھ بھی نہیں سکیں گے! ایک آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ دوہ کر گھر لے گیا ہے اتنے میں قیامت آجائے گی اور اسے استعمال کرنے کا موقع نہ ملے گا۔ کوئی آدمی پانی کے لیے حوض تیار کر رہا ہوگا کہ اسی حالت میں قیامت برپا ہوجائے گی وہ اپنے حوض سے مویشیوں کو پانی نہیں پلا سکے گا، آدمی نے لقمہ اٹھایا ہوگا کہ قیامت قائم ہوجائے گی تو وہ لقمہ اس کے منہ تک نہیں جاسکے گا۔“

حشر کے میدان میں جب حساب ہوگا

〈۲۷۴〉 وَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسٌ اِذْ رَأَیْنَاهُ ضَحِكَ حَتّٰی بَدَتْ ثَنَایَاهُ، فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ مَآ اَضْحَكَكَ یَا رَسُوْلَ

اللّٰہِ؟ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ، قَالَ: رَجُلَانِ مِنْ اُمَّتِیْ جَثَیَا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّ الْعِزَّۃِ، فَقَالَ اَحَدُھُمَا: یَا رَبِّ خُذْلِیْ مَظْلَمَتِیْ مِنْ اَخِیْ، فَقَالَ اللّٰہُ: کَیْفَ تَصْنَعُ بِأَخِیْکَ وَلَمْ یَبْقَ مِنْ حَسَنَاتِہٖ شَیْءٌ؟ قَالَ یَا رَبِّ فَلْیَحْمِلْ مِنْ اَوْزَارِیْ، وَفَاضَتْ عَیْنَا رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ بِالْبُکَآءِ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ ذٰلِکَ لَیَوْمٌ عَظِیْمٌ یَّحْتَاجُ النَّاسُ اَنْ یُّحْمَلَ عَنْھُمْ مِّنْ اَوْزَارِھِمْ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ حاکم)

ترجمہ: ''انس بن مالکؓ فرماتے ہیں، حضور ﷺ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپؐ ہنسے یہاں تک کہ آپؐ کے اگلے دندانِ مبارک ظاہر ہوگئے، حاضرینِ مجلس میں سے حضرت عمرؓ نے آپؐ سے ہنسی کا سبب دریافت کیا۔ آپؐ نے بتایا کہ ''میری امت کے دو آدمی اللہ رب العزت کے سامنے گئے، اُن میں سے ایک نے کہا ''اے میرے رب، اس شخص سے میرا حق دلوایئے۔'' اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا کہ ''اس شخص کے نامۂ اعمال میں کوئی نیکی باقی نہیں رہی ہے تو تم اپنا حق اس سے کس طرح وصول کرو گے۔'' وہ کہے گا ''اے رب، اگر نیکیاں باقی نہیں رہی ہیں تو میرے اپنے گناہ اُس ظالم کے کھاتے میں ڈال دیئے جائیں تاکہ میری مظلومیت کا کچھ تو بدلہ ملے۔'' اتنا کہہ کر آپؐ بے اختیار رونے لگے پھر فرمایا ''بلاشبہ وہ ہولناک دن ہوگا لوگوں کی یہ خواہش ہوگی کہ ان کے اوپر سے گناہوں کا بوجھ ہٹا دیا جائے۔''

تشریح: یہ وہ صورتِ حال ہے جو قیامت کے دن پیش آئے گی، لیکن حضور ﷺ کو اللہ نے بتایا تاکہ امت جان لے کہ کل کیا کچھ پیش آنے والا ہے۔

بے لاگ عدل

〈۲۷۵〉 وَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ ضَرَبَ مَمْلُوْکَہٗ سَوْطًا ظُلْمًا اِقْتُصَّ مِنْہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ بزار وطبرانی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنے غلام (یا گھر کے خادم) کو دنیا میں ناحق ایک کوڑا بھی مارا ہوگا، قیامت کے دن اس سے بدلہ لیا جائے گا۔''

زمین کی گواہی

〈۲۷۶〉 وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَرَءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰذِهِ الْاٰیَةَ: (یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا) قَالَ: اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُهَا؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ قَالَ: فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰی عَبْدٍ وَّ اَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰی ظَهْرِهَا تَقُوْلُ: عَمِلَ کَذَا وَ کَذَا۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ ابن حبان)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک دن یہ آیت پڑھی، ''یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا۔'' آپؐ نے لوگوں سے پوچھا کہ'' زمین کے اپنی خبریں بیان کرنے کا کیا مطلب ہے؟''لوگوں نے کہا'' اللہ اور اس کے رسولؐ ہی کو علم ہے۔'' آپؐ نے فرمایا: قیامت کے دن زمین کے خبر بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ خدا کے سامنے ہر انسان مرد عورت کے تمام اعمال کی گواہی دے گی جو انہوں نے زمین پر رہتے ہوئے کیے ہوں گے۔ وہ بتائے گی کہ اس نے ایسے ایسے کام کیے۔''

〈۲۷۷〉 عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: کَمْ مِّنْ جَارٍ مُّتَعَلِّقٌ بِجَارِهٖ یَقُوْلُ: یَا رَبِّ سَلْ هٰذَا لِمَ اَغْلَقَ عَنِّیْ بَابَهٗ، وَ مَنَعَنِیْ فَضْلَهٗ؟ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن کتنے ہی پڑوسی اپنے پڑوسی کو پکڑے ہوئے خدا سے فریاد کریں گے، اے میرے رب، اس سے پوچھیے کیوں اس نے اپنا دروازہ بند کر لیا تھا اور میری غریبی میں اس نے اپنے زائد از ضرورت مال سے مجھے کیوں محروم کر رکھا تھا؟''۔

〈۲۷۸〉 وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَوَّلُ مَا یُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَنْ یُّقَالَ لَهٗ: اَلَمْ اُصِحَّ لَکَ جِسْمَکَ، وَ اُرْوِکَ مِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ ابن حبان)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن بندہ سے سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پوچھے گا،'' کیا

میں نے تم کو جسمانی صحت نہیں دی تھی؟ اور کیا میں نے تم کو ٹھنڈا پانی نہیں دیا تھا؟'' (یعنی صحت اور معاشی خوش حالی کے بارے میں سوال ہوگا کہ صحت اور خوش حالی کی حالت میں کس طرح کے عمل کیا)۔

آخرت کی فکر سے غفلت کا انجام

﴿۲۷۹﴾ وَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: یُجَآءُ بِابْنِ اٰدَمَ کَاَنَّہٗ بَذَجٌ فَیُوْقَفُ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ، فَیَقُوْلُ اللّٰہُ لَہٗ: اَعْطَیْتُکَ وَ خَوَّلْتُکَ وَ اَنْعَمْتُ عَلَیْکَ، فَمَاذَا صَنَعْتَ؟ فَیَقُوْلُ: یَا رَبِّ جَمَعْتُہٗ وَ ثَمَّرْتُہٗ، فَتَرَکْتُہٗ اَکْثَرَ مَا کَانَ، فَارْجِعْنِیْ اٰتِکَ بِہٖ، فَیَقُوْلُ لَہٗ مَا قَدَّمْتَ؟ فَیَقُوْلُ: یَا رَبِّ جَمَعْتُہٗ وَ ثَمَّرْتُہٗ، فَتَرَکْتُہٗ اَکْثَرَ مَا کَانَ، فَارْجِعْنِیْ اٰتِکَ بِہٖ، فَاِذَا عَبْدٌ لَّمْ یُقَدِّمْ خَیْرًا۔

(ترغیب وترہیب بحوالہ ترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''ایک آدمی قیامت کے دن اللہ کے سامنے لایا جائے گا جو لاغری اور پریشانی کی وجہ سے بکری کا بچہ معلوم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا'' میں نے تجھے مال دیا، نوکر چاکر دیئے، خوش حال بنایا تو تم کیا کر کے لائے ہو؟'' وہ کہے گا'' اے میرے رب، میں نے مال جمع کیا، اسے خوب بڑھایا، پہلے سے زیادہ ہوگیا لیکن دُنیا میں چھوڑ کر آیا ہوں مجھے اجازت دیجیے کہ دنیا میں جا کر وہ مال لے آؤں۔'' اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا کہ'' میری نعمتوں کو پا کر عمل کس طرح کے کیے (میں مال زیادہ ہونے) بڑھانے کے سلسلے میں تو پوچھ نہیں رہا ہوں)۔'' وہ کہے گا'' اے میرے رب، میں نے مال جمع کیا اسے بڑھایا یہاں تک کہ پہلے سے زیادہ ہوا لیکن دنیا میں چھوڑ آیا ہوں مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دیجیے تا کہ جا کر وہ مال لے آؤں۔'' اس بدقسمت شخص نے اپنی پوری زندگی مال بڑھانے میں کھپائی اور نامۂ اعمال نیکیوں سے خالی رہا!

کامل انصاف

﴿۲۸۰﴾ وَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ اِلٰٓی اَھْلِھَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حَتّٰی یُقَادَ لِلشَّاۃِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاۃِ الْقَرْنَاءِ۔

(ترغیب وترہیب بحوالہ مسلم وترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”دنیا میں جن لوگوں کے حقوق مارے گئے ہوں گے انہیں قیامت کے دن ان کا حق دلایا جائے گا، یہاں تک کہ سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا اس بکری کا جس کے پاس سینگ نہیں تھے اور سینگ والی بکری نے اسے مارا تھا۔“

تشریح: مطلب یہ کہ اس دن مکمل انصاف ہوگا، معمولی سا بھی حق دنیا میں کسی نے دبا لیا ہے تو مظلوم کا بدلہ ظالم سے لیا جائے گا۔

غیبت نیکیوں کو مٹا دیتی ہے

﴿۲۸۱﴾ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الرَّجُلَ لَيُؤْتٰى كِتَابَهٗ مَنْشُوْرًا، فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ فَاَيْنَ حَسَنَاتُ كَذَا وَ كَذَا عَمِلْتُهَا لَيْسَتْ فِیْ صَحِيْفَتِیْ؟ فَيَقُوْلُ: مُحِيَتْ بِاغْتِيَابِكَ النَّاسَ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”قیامت کے دن آدمی کے پاس اس کا کھلا ہوا نامۂ اعمال لایا جائے گا، (وہ اس کو پڑھے گا)، پھر کہے گا ”اے میرے رب، میں نے دنیا میں فلاں فلاں نیک کام کیے تھے وہ تو اس میں نہیں ہیں؟“ اللہ تعالیٰ جواب دے گا کہ ”لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے وہ نیکیاں تمہارے نامۂ اعمال سے مٹا دی گئی ہیں۔“

شفاعت

﴿۲۸۲﴾ وَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَّشْفَعَ لِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَقَالَ: اَنَا فَاعِلٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، قُلْتُ: فَاَيْنَ اَطْلُبُكَ، قَالَ: اَوَّلَ مَا تَطْلُبُنِیْ عَلَى الصِّرَاطِ۔ قُلْتُ۔ فَاِنْ لَّمْ اَلْقَكَ عَلَى الصِّرَاطِ قَالَ: فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْمِيْزَانِ، قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَلْقَكَ عِنْدَ الْمِيْزَانِ، قَالَ: فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْحَوْضِ، فَاِنِّیْ لَآ اُخْطِئُ هٰذِهِ الثَّلَاثَةَ مَوَاطِنَ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ ترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپؐ قیامت کے دن میرے لیے سفارش فرمائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا ''ان شاء اللہ ضرور کروں گا۔'' میں نے پوچھا ''میں آپؐ کو محشر میں کہاں ڈھونڈوں گا؟ کس جگہ آپ ملیں گے؟'' آپؐ نے فرمایا ''سب سے پہلے پل صراط پر مجھے تلاش کرنا'' میں نے کہا ''اگر آپؐ وہاں نہ ملیں تو کہاں تلاش کروں گا؟'' آپؐ نے فرمایا ''اُس جگہ تلاش کرنا جہاں لوگوں کے اعمال تولے جائیں گے۔'' میں نے پوچھا ''اگر آپؐ وہاں بھی نہ ملے؟'' آپؐ نے فرمایا ''پھر حوضِ کوثر پر آنا میں ان تین مقامات میں سے کسی ایک مقام پر ضرور ملوں گا۔''

〈۲۸۳〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاذَا رَدَّ اِلَیْکَ رَبُّکَ فِی الشَّفَاعَةِ؟ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَقَدْ ظَنَنْتُ اَنَّکَ اَوَّلُ مَنْ یَّسْأَلُنِیْ عَنْ ذٰلِکَ مِنْ اُمَّتِیْ لِمَا رَأَیْتُ مِنْ حِرْصِکَ عَلَی الْعِلْمِ، وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَمَا یُهِمُّنِیْ مِنِ انْقِصَافِهِمْ عَلٰی اَبْوَابِ الْجَنَّةِ اَهَمُّ عِنْدِیْ مِنْ تَمَامِ شَفَاعَتِیْ لَهُمْ، وَ شَفَاعَتِیْ لِمَنْ شَهِدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا وَّ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ یُصَدِّقُ لِسَانَهٗ قَلْبُهٗ وَ قَلْبَهٗ لِسَانُهٗ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہٗ ابن حبان ومسند احمد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ: ''اے اللہ کے رسولؐ، امت کی شفاعت کے بارے میں آپؐ کے رب نے آپؐ سے کیا وعدہ کیا ہے۔'' آپؐ نے فرمایا ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے، مجھے یقین تھا کہ تم اس کے بارے میں سب سے پہلے پوچھو گے کیوں کہ میں جانتا ہوں تم علم کے بڑے حریص ہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے، مجھے زیادہ سے زیادہ اپنی امت کے جنت میں داخل ہونے کی فکر ہے، مجھے اس کی فکر نہیں ہے کہ لوگ اونچا مقام پائیں، فکر اس کی ہے کہ انہیں جنت ملے۔ میں ان لوگوں کے حق میں سفارش کروں گا جو اس بات کی اخلاص کے ساتھ گواہی دیں گے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور گواہی اس طرح

دیں گے کہ ان کا دل ان کی زبان کی تصدیق کرتا ہو اور زبان ان کے قلب کی تصدیق کرتی ہو۔"

تشریح: مطلب یہ ہے کہ خلوص کے ساتھ اللہ اور رسولؐ پر ایمان لائے ہوں اور زبان اور دل میں دونوں جگہ ایمان ہو۔ یہ گواہی دل سے نکل کر زبان پر آئی ہو، قول اور عمل میں تضاد نہ ہو۔

〈۲۸۴〉 وَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَآئِرِ مِنْ اُمَّتِیْ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ ابوداؤد، بزار، طبرانی، ابن حبان، بیہقی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں اپنی امت کے ان لوگوں کے لیے سفارش کروں گا جو بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا رہے۔"

تشریح: مطلب یہ ہے کہ ایک شخص پوری سچائی کے ساتھ ایمان لایا، کلمہ پڑھا لیکن بدقسمتی سے ساری زندگی بڑے بڑے گناہوں میں لت پت رہا یہاں تک کہ بغیر توبہ کے مر گیا تو ظاہر ہے اسے جنت تو ملے گی نہیں، لازماً جہنم کی آگ میں اسے پھینک دیا جائے گا، اب اگر زندگی بھر گناہ کرتے کرتے ایمان بالکل ختم ہو گیا ہے تو ایسے آدمی کے حق میں حضور ﷺ کو نہ سفارش کرنے کی اجازت ملے گی نہ آپؐ سفارش کریں گے اور نہ اس کو جہنم سے نکال کر جنت میں لے جانے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ ہاں، ساری زندگی گناہ میں ڈوبا رہا اور نتیجتاً جہنم میں گیا اور علیم وخبیر خدا نے جانا کہ اس کے دل میں ایمان موجود ہے، مرا نہیں ہے چاہے وہ ذرّہ برابر ہی ہو تو حضور ﷺ کو سفارش کی اجازت ملے گی، آپؐ سفارش فرمائیں گے اور جہنم سے نکالا جائے گا اور جنت میں پہنچا دیا جائے گا کیوں کہ ایمان کی اللہ کے یہاں بڑی قدر و قیمت ہے۔ لیکن کس مسلمان جہنمی کے اندر ایمان باقی ہے اور کس کا ایمان گناہ کرتے کرتے بھسم ہو گیا ہے، اس کو سوائے علیم وخبیر خدا کے اور کون جان سکتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ آدمی جلد از جلد ہوش وحواس کی حالت میں توبہ کرے، اپنے رب کی طرف پلٹے یہ — حدیث اور دوسری حدیثیں جو شفاعت کا مضمون بیان کرتی ہیں مسلمان کو بہت زیادہ ڈرانے والی ہیں لیکن افسوس کہ یہی حدیثیں بے عملی اور بدعملی کا سہارا بن گئی ہیں۔ ایسے لوگوں کی آنکھیں جب آخرت میں حقیقت کا مشاہدہ کریں گی تب روئیں گی اور روتی ہی رہیں گی!

جہنم اور اہل جہنم

﴿۲۸۵﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا يَحِلُّ اَنْ يَّصْطَرَ مَا فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَاِنِ اصْطَرَ مَا فَوْقَ ثَلَاثٍ لَّمْ يَجْتَمِعَا فِي الْجَنَّةِ اَبَدًا، وَ اَيُّهُمَا بَدَأَ صَاحِبَهٗ كُفِّرَتْ ذُنُوْبُهٗ، وَ اِنْ هُوَ سَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ، وَلَمْ يَقْبَلْ سَلَامَهٗ رَدَّ عَلَيْهِ الْمَلَكُ، وَ رَدَّ عَلٰى ذٰلِكَ الشَّيْطَانُ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہٗ ابوبکر بن ابی شیبہ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”تین دن سے زیادہ دو مسلمانوں کا باہم قطع تعلق کیے رکھنا جائز نہیں ہے اگر اس سے زیادہ قطع تعلق رکھا تو وہ دونوں جنت میں کبھی اکٹھا نہ ہوں گے اور ان میں سے جو بھی سب سے پہلے سلام کے ذریعہ تعلق جوڑے گا اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور اگر اس نے صلح کا ہاتھ بڑھانا چاہا مگر اس نے اس کا سلام قبول نہیں کیا اور تعلق نہیں جوڑا تو سلام کرنے والے کا جواب فرشتہ دے گا اور سلام کا جواب نہ دینے والے کے ساتھ شیطان ہوگا۔“

تشریح: یہ تین دن سے زیادہ بے تعلق رہنا ناجائز صرف اس صورت میں ہے جب کہ کوئی دینی مصلحت نہ ہو، اگر کوئی دینی مصلحت ہو تو اس سے زیادہ مدّت تک قطع تعلق کیا جا سکتا ہے مثلاً نبی ﷺ نے ایک مہینہ تک اپنی بیویوں سے تعلق توڑے رکھا کیوں کہ تربیتی مقاصد پیش نظر تھے۔ اس واقعہ کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں۔

﴿۲۸۶﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْخَيْرِ سَبْعِيْنَ سَنَةً، فَاِذَآ اَوْصٰى حَافَ فِيْ وَصِيَّتِهٖ فَيُخْتَمُ لَهٗ بِشَرِّ عَمَلِهٖ فَيَدْخُلُ النَّارَ، وَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الشَّرِّ سَبْعِيْنَ سَنَةً۔ فَيَعْدِلُ فِيْ وَصِيَّتِهٖ، فَيُخْتَمُ لَهٗ بِخَيْرِ عَمَلِهٖ، فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”آدمی ستّر سال تک نیک کام کرتا رہتا ہے لیکن مرتے وقت وہ اپنے مال کے سلسلے میں غلط وصیت کر کے برے عمل پر اپنا خاتمہ کرتا ہے اور نتیجتاً جہنم میں چلا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک دوسرا آدمی ستّر سال تک برے اعمال کرتا ہے لیکن مرتے وقت اپنی

وصیت میں عدل وانصاف کی روش اختیار کرتا ہے اس طرح اس کا خاتمہ نیک کام پر ہوتا ہے اور جنت میں چلا جاتا ہے۔"

تشریح: ستر سال تک برائی کرنے والا شخص توبہ کر لیتا ہے، نیک عملی کی زندگی گزارنے لگتا ہے، اتنا نیک بن جاتا ہے کہ اپنے مال میں غلط وصیت نہیں کرتا، تو ظاہر ہے اسے جنت ملنی ہی چاہیے۔ ایسا نہیں ہے کہ ساری زندگی بڑے بڑے گناہ کرتا رہا، یہاں تک کہ مرتے وقت تک توبہ نہیں کی، بس یہی ایک منصفانہ وصیت کی، جس کی وجہ سے اسے جنت مل گئی۔

﴿۲۸۷﴾ وَ عَنِ الْحَسَنِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِنَّ الْمُسْتَھْزِئِیْنَ بِالنَّاسِ یُفْتَحُ لِاَحَدِھِمْ فِی الْاٰخِرَۃِ بَابٌ مِّنَ الْجَنَّۃِ، فَیُقَالُ لَہٗ ھَلُمَّ، فَیَجِیْئُ بِکَرْبِہٖ وَ غَمِّہٖ، فَاِذَا جَآءَ اُغْلِقَ دُوْنَہٗ، فَمَا یَزَالُ کَذَالِکَ حَتّٰی اَنَّ اَحَدَھُمْ لَیُفْتَحُ لَہُ الْبَابُ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ فَیُقَالُ لَہٗ: ھَلُمَّ، فَمَا یَاْتِیْہِ مِنَ الْاِیَاسِ۔

(ترغیب وترہیب بحوالہ بیہقی)

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ (حضورؐ کے نواسے) کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "وہ لوگ جو دنیا میں لوگوں کا مذاق اڑاتے تھے آخرت میں جنت کا ایک دروازہ ان کے سامنے کھولا جائے گا ان سے کہا جائے گا کہ "آؤ (اور اس میں داخل ہو)" تو وہ غمگین اور پریشان حالت میں دروازے کی طرف جائیں گے اور جب دروازے کے پاس پہنچیں گے تو دروازہ بند کر دیا جائے گا، پھر دوسرا دروازہ ان کے سامنے کھولا جائے گا اور آواز دی جائے گی کہ "آؤ آؤ۔ یہ پریشانی کی حالت میں جائیں گے اور جب وہاں پہنچیں گے تو وہ دروازہ بھی بند کر دیا جائے گا۔ برابر اسی طرح ہوتا رہے گا یہاں تک کہ آخر میں جنت کا دروازہ کھلے گا اور ان کو بلایا جائے گا لیکن وہ مایوسی کی وجہ سے نہیں جائیں گے۔"

﴿۲۸۸﴾ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا: عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنَّ اَھْوَنَ اَھْلِ النَّارِ عَذَابًا رَّجُلٌ فِیْ اَخْمَصِ قَدَمَیْہِ جَمْرَتَانِ یَغْلِیْ مِنْھُمَا دِمَاغُہٗ کَمَا یَغْلِی الْمِرْجَلُ بِالْقُمْقُمِ۔

(ترغیب وترہیب بحوالہ بخاری ومسلم)

ترجمہ: نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا، "جہنم

میں سب سے زیادہ معمولی عذاب جس کو دیا جائے گا۔ وہ وہ شخص ہوگا جس کے دونوں پاؤں کے نیچے جہنم کی آگ کے دو انگارے رکھ دیئے جائیں گے، جس سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا جس طرح چولہے پر رکھی ہوئی دیگچی کھولتی ہے۔''

آدمی کے خلاف اعضا کی گواہی

〈۲۸۹〉 عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَضَحِکَ، فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّ اَضْحَکُ؟ قُلْنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ مِنْ مُخَاطَبَةِ الْعَبْدِ رَبَّهٗ، فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَلَمْ تُجِرْنِیْ مِنَ الظُّلْمِ؟ یَقُوْلُ بَلٰی، فَیَقُوْلُ اِنِّیْ لَآ اُجِیْزُ الْیَوْمَ عَلٰی نَفْسِیْ شَاهِدًا اِلَّا مِنِّیْ، فَیَقُوْلُ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا وَّالْکِرَامِ الْکَاتِبِیْنَ شُهُوْدًا۔ قَالَ فَیُخْتَمُ عَلٰی فِیْهِ وَ یَقُوْلُ لِاَرْکَانِهٖ انْطِقِیْ فَتَنْطِقُ بِاَعْمَالِهٖ ثُمَّ یُخَلّٰی بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ الْکَلَامِ۔ فَیَقُوْلُ بُعْدًا لَّکُنَّ وَ سُحْقًا فَعَنْکُنَّ کُنْتُ اُفَاضِلُ۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ کو ہنسی آئی، تو ہم سے دریافت کیا ''تمہیں معلوم ہے مجھے ہنسی کیوں آئی؟'' ہم نے عرض کیا اللہ اور اللہ کے رسولؐ ہی واقف ہیں۔ آپؐ نے فرمایا'' مجھے اس پر ہنسی آئی کہ قیامت کے دن ایک مجرم بندہ خدا سے کہے گا،'' اے رب! آج مجھ پر ظلم تو نہیں ہوگا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ ''ہاں آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا،'' تو وہ کہے گا'' آج میں کسی کو اپنے بارے میں گواہی دینے کی اجازت نہ دوں گا میں خود ہی گواہی دوں گا،'' اللہ تعالیٰ کہے گا'' آج تو خود اپنا حساب لینے کے لیے اور تیرا نامۂ اعمال تیار کرنے والے فرشتے گواہی دینے کے لیے کافی ہیں۔'' (حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں)''چناں چہ اس کی زبان بند کردی جائے گی اور اس کے جسم کے اعضاء کو حکم دیا جائے گا کہ تم اس کے اعمال کی گواہی دو، تو اعضاء اس کے ایک ایک عمل کی گواہی دیں گے، پھر اس کی زبان کھل جائے گی اور گویائی کی قوت لوٹ آئے گی،'' تو اپنے اعضاء کو ملامت کرتے ہوئے کہے گا،'' تم پر خدا کی لعنت ہو، تم پر خدا کی پھٹکار پڑے، میں تو دنیا میں تمہاری طرف سے مدافعت کرتا تھا اور تم نے آج میرے خلاف گواہی دی۔''

تشریح: مطلب یہ کہ دنیا میں تمہیں موٹا کرنے کے لیے، تمہیں آرام پہنچانے کے لیے میں نے حرام وحلال کی تمیز اٹھادی تھی، خدا کی رضا اور ناراضی کا تصور دماغ سے نکال دیا تھا، اور تمہیں نے وقت پر دغا دی، مجرم بنا کر چھوڑا!

﴿۲۹۰﴾ وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُمَا قَالَ: لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِنَبِیِّ اللّٰهِ ﷺ، نَظَرَ فِی النَّارِ، فَاِذَا قَوْمٌ یَأْکُلُوْنَ الْجِیَفَ۔ قَالَ: مَنْ هٰٓؤُلَآءِ یَا جِبْرِیْلُ؟ قَالَ: هٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ یَأْکُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ احمد)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ جس رات معراج کو گئے جہنم کو دیکھا۔ وہاں آپؐ نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو مردہ سڑی ہوئی لاشیں کھا رہے تھے۔ آپؐ نے پوچھا ''اے جبریل، یہ کون لوگ ہیں؟'' انہوں نے بتایا ''یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی عدم موجودگی میں ان کا گوشت کھاتے تھے (یعنی غیبت کرتے تھے)۔''

﴿۲۹۱﴾ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: یَبْعَثُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ نَاسًا فِیْ صُوَرِ الذَّرِّ یَطَؤُهُمُ النَّاسُ بِاَقْدَامِهِمْ، فَیُقَالُ، مَا هٰٓؤُلَآءِ فِیْ صُوَرِ الذَّرِّ؟ فَیُقَالُ، هٰٓؤُلَآءِ الْمُتَکَبِّرُوْنَ فِی الدُّنْیَا۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ بزار)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو چھوٹی چیونٹیوں کی شکل میں اٹھائے گا۔ لوگ ان کو اپنے قدموں سے روندیں گے۔ پوچھا جائے گا ''یہ چیونٹیوں کی شکل میں کون لوگ ہیں؟'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا جائے گا ''یہ دنیا میں تکبّر کرنے والے لوگ ہیں۔''

تشریح: تکبر کی حقیقت جان لینی چاہیے۔ اس کی جو حقیقت قرآن اور احادیث میں بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی اللہ کو خالق و مالک جانے اور زبان سے اسے اپنا خالق اور رب کہے لیکن اس کے حکم کو نہ مانے۔ ظاہر بات ہے کہ جو خدا کے مقابلے میں اپنی بڑائی کا مظاہرہ کرے گا وہ اپنے جیسے انسانوں کو لازماً حقیر جانے گا۔ ابلیس اللہ کو خالق مانتا ہے، محسن اور منعم بھی تسلیم کرتا ہے اور بار بار زبان سے رب بھی کہتا ہے لیکن اس کو سجدہ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تو انکار کردیتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے تکبّر کہا ہے۔ حدیث میں بھی یہی بات کہی گئی ہے مسلمان متکبرین وہ ہیں جو خدا کو اپنا

خالق اور پروردگار مانتے اور جانتے ہیں کہ ان کے خالق و پروردگار نے نماز فرض کی ہے، روزہ فرض کیا ہے، زکوٰۃ فرض کی ہے اور حج فرض کیا ہے مگر نہ نماز پڑھتے، نہ روزہ رکھتے اور نہ زکوٰۃ و حج ادا کرتے ہیں، یہ لوگ سب سے بڑے متکبر ہیں!

‹۲۹۲› وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: اُتِیَ بِفَرَسٍ یَّجْعَلُ كُلَّ خَطْوٍ مِّنْهُ اَقْصٰی بَصَرِهٖ، فَسَارَ وَ سَارَ مَعَهٗ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ، فَاَتٰی عَلٰی قَوْمٍ یَزْرَعُوْنَ فِیْ یَوْمٍ وَ یَحْصُدُوْنَ فِیْ یَوْمٍ كُلَّمَا حَصَدُوْا عَادَ كَمَا كَانَ، فَقَالَ، یَا جِبْرِیْلُ مَنْ هٰٓؤُلَآءِ، قَالَ، هٰٓؤُلَآءِ الْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، تُضَاعَفُ لَهُمُ الْحَسَنَةُ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَّمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ، ثُمَّ اَتٰی عَلٰی قَوْمٍ تُرْضَخُ رُؤُسُهُمْ بِالصَّخْرِ كُلَّمَا رُضِخَتْ عَادَتْ كَمَا كَانَتْ، وَلَا یُفَتَّرُ عَنْهُمْ مِّنْ ذٰلِكَ شَیْءٌ، قَالَ: یَا جِبْرِیْلُ مَنْ هٰٓؤُلَآءِ؟ قَالَ: هٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ تَثَاقَلَتْ رُؤُسُهُمْ عَنِ الصَّلَاةِ، ثُمَّ اَتٰی عَلٰی قَوْمٍ عَلٰی اَدْبَارِهِمْ رِقَاعٌ، وَّ عَلٰی اَقْبَالِهِمْ رِقَاعٌ یَّسْرَحُوْنَ كَمَا تَسْرَحُ الْاَنْعَامُ اِلَی الضَّرِیْعِ وَالزَّقُّوْمِ وَ رَضْفِ جَهَنَّمَ، قَالَ: مَا هٰٓؤُلَآءِ یَا جِبْرِیْلُ؟ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ لَا یُؤَدُّوْنَ صَدَقَاتِ اَمْوَالِهِمْ مَّا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ، وَمَا اللّٰهُ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ۔ ثُمَّ اَتٰی عَلٰی رَجُلٍ قَدْ جَمَعَ حُزْمَةً عَظِیْمَةً لَّا یَسْتَطِیْعُ حَمْلَهَا وَ هُوَ یُرِیْدُ اَنْ یَّزِیْدَ عَلَیْهَا، قَالَ: یَا جِبْرِیْلُ مَا هٰذَا؟ قَالَ، هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ اُمَّتِكَ عَلَیْهِ اَمَانَةُ النَّاسِ لَا یَسْتَطِیْعُ اَدَآءَ هَا وَ هُوَ یُرِیْدُ اَنْ یَّزِیْدَ عَلَیْهَا، ثُمَّ اَتٰی عَلٰی قَوْمٍ تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ وَ اَلْسِنَتُهُمْ بِمَقَارِیْضَ مِنْ حَدِیْدٍ، كُلَّمَا قُرِضَتْ عَادَتْ كَمَا كَانَتْ، لَا یُفَتَّرُ عَنْهُمْ مِّنْ ذٰلِكَ شَیْءٌ، قَالَ: یَا جِبْرِیْلُ مَا هٰٓؤُلَآءِ؟ قَالَ: خُطَبَآءُ الْفِتْنَةِ، ثُمَّ اَتٰی عَلٰی جُحْرٍ صَغِیْرٍ یَّخْرُجُ مِنْهُ ثَوْرٌ عَظِیْمٌ فَیُرِیْدُ الثَّوْرُ اَنْ یَّدْخُلَ مِنْ حَیْثُ خَرَجَ فَلَا یَسْتَطِیْعُ، قَالَ: مَا هٰذَا یَا جِبْرِیْلُ؟ قَالَ: هٰذَا الرَّجُلُ یَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ الْعَظِیْمَةِ فَیَنْدَمُ عَلَیْهَا فَیُرِیْدُ اَنْ یَّرُدَّهَا فَلَا یَسْتَطِیْعُ۔ (ترغیب و ترہیب)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ معراج کی رات نبی ﷺ کے پاس

ایک ایسا گھوڑا لایا گیا جس کی تیز رفتاری کا یہ حال تھا کہ اس کا ہر قدم حدِ نظر پر پڑتا تھا، تو حضور ﷺ اس گھوڑے پر سوار ہو کر جبریل علیہ السلام کی معیت میں چلے اور آسمان پر پہنچے تو آپؐ کا گزر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جو ہر دن بوتے ہیں اور اسی دن کاٹ لیتے ہیں۔ اور کاٹ لینے کے بعد پھر ان کی کھیتی تیار ہو جاتی ہے۔ تو آپؐ نے پوچھا ''اے جبریلؑ یہ کون لوگ ہیں؟'' انہوں نے کہا، ''یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے لوگ ہیں، ان کی ہر نیکی پر سات سو گنا اجر ملتا ہے، جو کچھ انہوں نے دنیا میں خرچ کیا تھا اس کا عوض مل رہا ہے۔'' پھر آپؐ کا گزر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جن کے سر پتھر سے کچلے جا رہے تھے اور کچلنے کے بعد پھر سر ویسے ہی ہو جاتے ہیں۔ برابر ان کے ساتھ ایسا ہی ہو رہا تھا۔ آپؐ نے پوچھا ''اے جبریلؑ یہ کون لوگ ہیں؟'' انہوں نے بتایا ''یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں نماز سے سستی برتتے تھے۔'' پھر آپؐ کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو چیتھڑے پہنے ہوئے تھے اور جس طرح جانور چرتے ہیں اس طرح وہ تھوہڑ اور جھاڑ کانٹے اور جہنم کے گرم پتھر کھا رہے ہیں (جسم پر لباس کا نام نہیں صرف چیتھڑوں میں لپٹے ہوئے ہیں اور کھانے کا نام نہیں اس لیے بھوک سے بے تاب وہ چیز کھا رہے ہیں جو کھانے کی نہیں)۔ آپؐ نے پوچھا ''اے جبریلؑ یہ کون لوگ ہیں؟'' انہوں نے کہا ''یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں نکالتے تھے ـــــ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا، اللہ تو بندوں پر بالکل ظلم نہیں کرتا۔'' پھر آپؐ کا گزر ایک ایسے آدمی پر ہوا جس نے ایک بہت بڑا گٹھر اکٹھا کر رکھا ہے جسے وہ اٹھا نہیں سکتا اور برابر اس میں اضافہ کیے چلا جاتا ہے۔ حضورؐ نے پوچھا ''یہ کون شخص ہے؟'' انہوں نے کہا ''یہ آپؐ کی امت کا وہ آدمی ہے جس نے لوگوں کی بہت سی امانتیں اپنے ذمّہ لے رکھی تھیں اور ادا کر نہیں سکتا تھا اور برابر مزید امانت لیتا رہتا۔'' پھر آپؐ کچھ ایسے لوگوں کے پاس پہنچے جن کے ہونٹ اور زبانیں قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں اور کاٹ دیئے جانے کے بعد ویسی ہی ہو رہی ہیں جیسی تھیں۔ اور ان کے ساتھ یہ معاملہ بغیر کسی وقفہ کے ہو رہا ہے۔ آپؐ نے پوچھا ''اے جبریلؑ یہ کون لوگ ہیں؟'' انہوں نے بتایا یہ فتنہ اور گمراہی پھیلانے والے مقررین ہیں۔'' اس کے بعد آپؐ ایک چھوٹے سوراخ کے پاس پہنچے۔ آپؐ نے دیکھا کہ اس چھوٹے سوراخ سے ایک بہت بڑا بیل نکلا اور پھر اسی سوراخ میں جانا چاہتا ہے لیکن جا نہیں سکتا۔ آپؐ نے پوچھا ''اے جبریلؑ یہ کیا

ہے؟'' انہوں نے بتایا'' یہ شخص اپنی زبان سے غلط لفظ نکالتا پھر پچھتاتا اور اس کی تلافی کرنا چاہتا مگر زبان سے نکلنے کے بعد وہ لفظ کیوں کر واپس ہوتا۔''

﴿۲۹۳﴾ عَنْ شَفِيّ بْنِ مَاتِعِ الْاَصْبَحِيِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ: اَرْبَعَةٌ يُّؤْذُوْنَ اَهْلَ النَّارِ عَلٰى مَا بِهِمْ مِنَ الْاَذٰى يَسْعَوْنَ بَيْنَ الْحَمِيْمِ وَالْجَحِيْمِ يَدْعُوْنَ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ، يَقُوْلُ اَهْلُ النَّارِ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ مَا بَالُ هٰٓؤُلَآءِ قَدْ اٰذُوْنَا عَلٰى مَا بِنَا مِنَ الْاَذٰى؟ قَالَ فَرَجُلٌ مُّغْلَقٌ عَلَيْهِ تَابُوْتٌ مِّنْ جَمْرٍ، وَ رَجُلٌ يَّجُرُّ اَمْعَآءَهٗ، وَ رَجُلٌ يَّسِيْلُ فُوْهُ قَيْحًا وَّ دَمًا، وَّ رَجُلٌ يَّأْكُلُ لَحْمَهٗ، قَالَ فَيُقَالُ لِصَاحِبِ التَّابُوْتِ مَا بَالُ الْاَبْعَدِ قَدْ اٰذَانَا عَلٰى مَا بِنَا مِنَ الْاَذٰى، فَيَقُوْلُ اِنَّ الْاَبْعَدَ مَاتَ وَ فِيْ عُنُقِهٖ اَمْوَالُ النَّاسِ مَا يَجِدُ لَهَا قَضَآءً اَوْ وَفَآءً، ثُمَّ يُقَالُ لِلَّذِيْ يَجُرُّ اَمْعَاءَهٗ مَا بَالُ الْاَبْعَدِ قَدْ اٰذَانَا عَلٰى مَا بِنَا مِنَ الْاَذٰى، فَيَقُوْلُ اِنَّ الْاَبْعَدَ كَانَ لَا يُبَالِيْ اَيْنَ اَصَابَ الْبَوْلُ مِنْهُ لَا يَغْسِلُهٗ، ثُمَّ يُقَالُ لِلَّذِيْ يَسِيْلُ فُوْهُ قَيْحًا وَّ دَمًا، مَّا بَالُ الْاَبْعَدِ قَدْ اٰذَانَا عَلٰى مَا بِنَا مِنَ الْاَذٰى؟ فَيَقُوْلُ اِنَّ الْاَبْعَدَ كَانَ يَقِفُ عَلٰى كَلِمَةٍ فَيَسْتَلِذُّهَا كَمَا يُسْتَلَذُّ الرَّفَثُ، ثُمَّ يُقَالُ لِلَّذِيْ يَأْكُلُ لَحْمَهٗ مَا بَالُ الْاَبْعَدِ قَدْ اٰذَانَا عَلٰى مَا بِنَا مِنَ الْاَذٰى؟ فَيَقُوْلُ اِنَّ الْاَبْعَدَ كَانَ يَأْكُلُ لُحُوْمَ النَّاسِ بِالْغِيْبَةِ وَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ۔ (ترغیب وترہیب)

ترجمہ: شفی بن ماتعؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا'' چار آدمی جہنم میں ایسے ہوں گے جن کی وجہ سے اہل جہنم بھی پریشان ہوں گے۔ یہ لوگ کھولتے ہوئے نہایت گرم پانی اور بھڑکتی ہوئی آگ کے درمیان دوڑ رہے ہوں گے اور ہائے شامت! ہائے بربادی! کے الفاظ ان کی زبان سے نکل رہے ہوں گے۔ جہنمی لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کہ ہم تو ویسے ہی تکلیف میں تھے، ان بدبختوں نے مزید ہم کو اذیت میں مبتلا کر دیا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ'' ان چاروں میں سے ایک آدمی وہ ہوگا جسے آگ کے صندوق میں بند کر دیا گیا ہو۔ دوسرا وہ شخص ہوگا جس کی انتڑیاں نکل پڑی ہیں وہ اپنی انتڑیوں کے ساتھ اِدھر اُدھر بھاگتا پھر رہا ہے۔ تیسرا وہ شخص ہوگا جس کے منہ سے خون اور پیپ بہہ رہا ہوگا۔ چوتھا وہ شخص ہوگا جو اپنا

گوشت کاٹ کاٹ کر کھا رہا ہے۔ صندوق والے جہنمی کو دیکھ کر دوسرے لوگ کہیں گے کہ "یہ منحوس اور شامت زدہ آدمی جس کی پریشانی سے ہم بھی اذیت میں ہیں اس نے دنیا میں کیا کیا تھا؟ (کس جرم کی پاداش میں اسے یہ سزا مل رہی ہے؟") ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بتائے گا "یہ شخص اس حال میں مرا ہے کہ اس کے ذمہ لوگوں کا مال باقی تھا، لیکن باوجود قدرت کے اس نے لوگوں کی امانتیں اور قرضے واپس نہیں کیے۔" پھر دوسرے آدمی کے بارے میں اہل جہنم جاننا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا "یہ شخص اپنے پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتا تھا (طہارت اور پاکی سے بے پروا تھا)۔" اسی طرح تیسرے آدمی کے بارے میں وہ پوچھیں گے تو اللہ تعالیٰ بتائے گا کہ "یہ شخص برے الفاظ سے اس طرح دل چسپی لیتا تھا جس طرح بدکاروں کو شہوانی باتوں میں مزا آتا ہے۔" اور آخر میں اس شخص کی بابت اہل جہنم پوچھیں گے جو اپنا گوشت کاٹ کاٹ کر کھا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بتائے گا "یہ شخص پیٹھ پیچھے لوگوں کی بُرائی بیان کرتا تھا تاکہ لوگوں کی نظروں سے اسے گرا دے۔ اور اِدھر اُدھر چُغلی کھاتا پھرتا تاکہ خوش گوار تعلقات ختم ہو جائیں اور وہ آپس میں لڑ پڑیں۔"

جنت اور اہل جنت

﴿۲۹۴﴾ وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ لِلّٰهِ خَلْقًا خَلَقَهُمْ لِحَوَآئِجِ النَّاسِ يَفْزَعُ النَّاسُ اِلَيْهِمْ فِیْ حَوَآئِجِهِمْ، اُولٰٓئِکَ الْاٰمِنُوْنَ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ نے کچھ آدمیوں کو لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔ لوگ اپنی ضرورتیں لیے ہوئے ان کے پاس جاتے ہیں اور وہ ان کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔ ایسے لوگ قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔"

﴿۲۹۵﴾ وَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ اَنَّ نَفَرًا مِّنْ بَنِیْ عُذْرَةَ ثَلَاثَةً اَتَوُا النَّبِیَّ ﷺ فَاَسْلَمُوْا، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ، مَنْ يَّكْفِيْهِمْ؟ قَالَ طَلْحَةُ اَنَا، قَالَ، فَكَانُوْا عِنْدَ طَلْحَةَ، فَبَعَثَ النَّبِیُّ ﷺ بَعْثًا، فَخَرَجَ فِيْهِ اَحَدُهُمْ فَاسْتُشْهِدَ ثُمَّ بَعَثَ بَعْثًا

فَخَرَجَ فِيهِ اٰخَرُ فَاسْتُشْهِدَ، ثُمَّ مَاتَ الثَّالِثُ عَلٰى فِرَاشِهٖ، قَالَ طَلْحَةُ فَرَأَيْتُ هٰٓؤُلَآءِ الثَّلَاثَةَ الَّذِيْنَ كَانُوْا عِنْدِىْ فِى الْجَنَّةِ، فَرَأَيْتُ الْمَيِّتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ اَمَامَهُمْ، وَ رَأَيْتُ الَّذِى اسْتُشْهِدَ اٰخِيْرًا يَّلِيْهِ، وَ رَأَيْتُ اَوَّلَهُمْ اٰخِرَهُمْ۔ قَالَ، فَدَاخَلَنِىْ مِنْ ذٰلِكَ، فَاَتَيْتُ النَّبِىَّ ﷺ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ: فَقَالَ، وَمَآ اَنْكَرْتَ مِنْ ذٰلِكَ؟ لَيْسَ اَحَدٌ اَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ مُّؤْمِنٍ يُّعَمَّرُ فِى الْاِسْلَامِ لِتَسْبِيْحِهٖ وَ تَكْبِيْرِهٖ وَ تَهْلِيْلِهٖ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ احمد وابویعلیٰ)

ترجمہ: عبداللہ بن شدادؓ کہتے ہیں کہ بنی عذرہ کے تین آدمی نبی ﷺ کے پاس آئے اور اسلام لائے۔ آپؐ نے لوگوں سے پوچھا کہ ”ان تینوں کی میزبانی کون کرے گا؟“ طلحہؓ نے عرض کیا ”میں ان کی کفالت کروں گا۔“ چناں چہ یہ لوگ طلحہؓ کے پاس رہے۔ بعد میں کسی موقع پر نبی ﷺ نے جہاد میں کچھ لوگوں کو بھیجا تو ان میں سے ایک مجاہدین کے ساتھ گیا اور شہادت پائی۔ پھر ایک دوسری فوج بھیجی گئی اس کے ساتھ ان میں کا دوسرا گیا۔ اس نے بھی شہادت پائی۔ رہا تیسرا تو وہ اپنے بستر پر طبعی موت مرا۔ طلحہؓ کہتے ہیں کہ ”میں نے ان تینوں کو جنت میں دیکھا، جو شخص بستر پر طبعی موت مرا تھا وہ ان دونوں سے آگے تھا۔ اس کے بعد دوسرا شہید اور جو پہلے شہید ہوا تھا وہ ان دونوں سے پیچھے تھا۔“ طلحہؓ کہتے ہیں ”مجھے یہ بات کھٹکی تو حضورؐ کے پاس پہنچا اور آپؐ سے اس خواب کا ذکر کیا۔“ آپؐ نے فرمایا ”تمہیں اس پر تعجب کیوں ہو رہا ہے؟ ظاہر ہے جو مومن اسلام کی حالت میں لمبی عمر پائے وہ اپنی تسبیح، تکبیر اور تہلیل کے ذریعہ اونچا ہو ہی جائے گا۔“

تشریح: تیسرا شخص جہاد میں شریک ہونے کی تمنا رکھتا تھا لیکن موت نے اس کا موقعہ نہ دیا، ایسا شخص قیامت میں شہیدوں میں شمار کیا جائے گا۔ پھر اس نے اپنے دونوں ساتھیوں کے مقابلہ میں زیادہ عمر پائی، اور یہ عمر تمام تر اللہ کی اطاعت میں گزری تو ان دونوں سے آخرت میں اِس کو اونچا ہونا ہی چاہیے۔

﴿۲۹۶﴾ وَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ ﷺ قَالَ: تَجْتَمِعُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَقَالَ اَيْنَ فُقَرَآءُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَ مَسَاكِيْنُهَا؟ فَيَقُوْمُوْنَ، فَيُقَالُ لَهُمْ، مَاذَا عَمِلْتُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا ابْتَلَيْتَنَا فَصَبَرْنَا، وَ وَلَّيْتَ الْاَمْوَالَ وَالسُّلْطَانَ غَيْرَنَا،

فَیَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ، صَدَقْتُمْ۔ قَالَ: فَیَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ قَبْلَ النَّاسِ وَ تَبْقٰی شِدَّۃُ الْحِسَابِ عَلٰی ذَوِی الْاَمْوَالِ وَالسُّلْطَانِ۔ قَالُوْا فَاَیْنَ الْمُؤْمِنُوْنَ یَوْمَئِذٍ؟ قَالَ تُوْضَعُ لَھُمْ کَرَاسِیُّ مِنْ نُّوْرٍ، وَّ یُظَلِّلُ عَلَیْھِمُ الْغَمَامُ یَکُوْنُ ذٰلِکَ الْیَوْمُ اَقْصَرَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ سَاعَۃٍ مِّنْ نَّھَارٍ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ طبرانی)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو ابن العاصؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپؐ نے ارشاد فرمایا ''تم لوگ قیامت کے دن حشر کے میدان میں جمع ہو گے۔'' تو اللہ تعالیٰ کہے گا، ''اس امت کے فقراء اور مسکین لوگ کہاں ہیں۔'' یہ سن کر فقراء اور مساکین خدا کے حضور جائیں گے۔ وہ ان سے پوچھے گا کہ ''تم نے دنیا میں کیا عمل کیا ہے؟'' وہ کہیں گے ''اے ہمارے رب، آپ نے ہم کو معاشی تنگی کے امتحان میں ڈالا تو ہم نے صبر کیا، اور دوسروں کو مال اور اقتدار ملا (ہم ان دونوں سے محروم رہے لیکن ہم دین پر جمے رہے)۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ''ہاں تم نے ٹھیک کہا۔'' یہ لوگ دوسرے لوگوں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور اہلِ اقتدار اور اہلِ دولت حساب دینے کے لیے خدا کی عدالت میں رہ جائیں گے۔ ان کا حساب لمبا ہوگا اور سخت ہوگا (کیوں کہ انہوں نے مال اور اقتدار پا کر شکر گزاری کا راستہ اختیار نہیں کیا)۔ لوگوں نے پوچھا ''مومنین کا اس دن کیا حال ہوگا؟'' آپؐ نے بتایا کہ ''وہ لوگ نور کی کرسیوں پر بیٹھیں گے، ان کے اوپر گھنی بدلی کا سایہ ہوگا اور وہ حساب کا دن (جو دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا) مومنین کے لیے مختصر ہو جائے گا، ان کو ایسا معلوم ہوگا جیسے دن کی ایک گھڑی۔''

تشریح: ''راہِ عمل'' کی حدیث نمبر ۳۴ میں بتایا گیا ہے کہ جتنا وقت فرض نماز ادا کرنے میں لگتا ہے اتنا وہ دن مومنین کے لیے مختصر ہو جائے گا اور جس طرح نماز اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن گئی تھی، اسی طرح قیامت کے دن ان کے لیے راحت کا دن بن جائے گا۔

〈۲۹۷〉 وَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ غُرَفًا یُّرٰی ظَاھِرُھَا مِنْ بَاطِنِھَا وَ بَاطِنُھَا مِنْ ظَاھِرِھَا، فَقَالَ اَبُوْ مَالِکِ نِ الْاَشْعَرِیُّ، لِمَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ لِمَنْ اَطَابَ الْکَلَامَ وَ اَطْعَمَ الطَّعَامَ وَ بَاتَ قَآئِمًا وَالنَّاسُ نِیَامٌ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ طبرانی)

ترجمہ: عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے نظر آتا ہے۔'' ابو مالک اشعریؓ نے پوچھا ''اے اللہ کے رسولؐ، یہ بالا خانے کن لوگوں کے حصے میں آئیں گے؟'' آپؐ نے فرمایا ''پاکیزہ گفتگو کرنے والوں کے حصے میں، ان لوگوں کے حصے میں جو غریبوں کو کھانا کھلائیں، اور ان لوگوں کے حصے میں جو تہجد کے لیے اٹھیں جب کہ لوگ سوتے ہوں۔''

﴿۲۹۸﴾ وَ عَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنْ شِئْتُمْ اَنْبَأْتُكُمْ مَّآ اَوَّلُ مَا يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَا اَوَّلُ مَا يَقُوْلُوْنَ لَهٗ؟ قُلْنَا، نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: قَالَ، اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ هَلْ اَحْبَبْتُمْ لِقَآئِیْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ، نَعَمْ يَا رَبَّنَا، فَيَقُوْلُ، لِمَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ، رَجَوْنَا عَفْوَكَ وَ مَغْفِرَتَكَ، فَيَقُوْلُ، قَدْ وَجَبَتْ لَكُمْ مَّغْفِرَتِیْ۔ (ترغیب و ترہیب بحوالہ احمد)

ترجمہ: معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم لوگ چاہو تو میں بتا سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مومنین سے سب سے پہلے کیا کہے گا اور وہ کیا جواب دیں گے۔'' ہم لوگوں نے عرض کیا ''ہاں اے اللہ کے رسولؐ، بتائیے۔'' آپؐ نے فرمایا ''اللہ عزوجل مومنین سے کہے گا ''کیا تم لوگ میری ملاقات کے خواہش مند تھے؟'' مومنین کہیں گے ''ہاں اے ہمارے رب، آپ کی ملاقات کے آرزومند تھے۔'' اللہ پوچھے گا کیوں؟ وہ کہیں گے کہ ''ہم کو اس بات کی امید تھی کہ آپ ہماری غلطیوں اور گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔'' تو اللہ فرمائے گا ''تمہارے گناہوں کی بخشش میں نے اپنے اوپر لازم کر لی (چناں چہ ان کو گناہوں کی آلائش سے پاک کر کے جنت میں داخل کرے گا۔'')

﴿۲۹۹﴾ وَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ، هَلْ تَدْرُوْنَ اَوَّلَ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ؟ قَالُوْا، اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اَعْلَمُ، قَالَ، اَلْفُقَرَاءُ الْمُهَاجِرُوْنَ الَّذِيْنَ تُسَدُّ بِهِمُ الثُّغُوْرُ، وَ تُتَّقٰى بِهِمُ الْمَكَارِهُ، وَ يَمُوْتُ اَحَدُهُمْ وَ حَاجَتُهٗ فِیْ صَدْرِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُ لَهَا قَضَآءً، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ مَّلَآئِكَتِهٖ، اِئْتُوْهُمْ فَحَيُّوْهُمْ، فَتَقُوْلُ

اَلْمَلَآئِکَةُ، رَبَّنَا نَحْنُ سُکَّانُ سَمآئِکَ وَ خِیَرَتُکَ مِنْ خَلْقِکَ، اَفَتَاْمُرُنَا اَنْ نَاْتِیَ هٰٓؤُلَآءِ فَنُسَلِّمَ عَلَیْهِمْ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُمْ. اِنَّهُمْ کَانُوْا عِبَادًا یَّعْبُدُوْنِیْ وَلَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا، وَّ تُسَدُّ بِهِمُ الثُّغُوْرُ، وَ تُتَّقٰی بِهِمُ الْمَکَارِهُ وَ یَمُوْتُ اَحَدُهُمْ وَ حَاجَتُهٗ فِیْ صَدْرِهٖ لَا یَسْتَطِیْعُ لَهَا قَضَآءً. قَالَ، فَتَاْتِیْهِمُ الْمَلَآئِکَةُ عِنْدَ ذٰلِکَ، فَیَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ. (ترغیب ترہیب بحوالہ احمد و بزار)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ''کیا تم لوگ جانتے ہو اللہ کی مخلوقات میں سے کون لوگ جنت میں پہلے داخل ہوں گے؟'' لوگوں نے کہا ''اللہ اور اس کے رسولؐ ہی کو اس کا علم ہے۔'' آپؐ نے فرمایا ''جنت میں سب سے پہلے غریب مہاجرین جائیں گے جو اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرنے اور خطرات کا سامنا کرنے میں سب سے آگے ہوتے۔ وہ اپنے دل کا ارمان لیے ہوئے مر گئے، اسے پورا نہ کر سکے۔ اللہ عزوجل اپنے ملائکہ میں سے کچھ لوگوں سے فرمائے گا، ''تم ان کے پاس جاؤ اور مبارک باد دو۔'' ملائکہ کہیں گے ''اے ہمارے رب، ہم آسمانی مخلوق ہیں اور تیری بہترین مخلوقات ہیں، کیا آپ ہمیں ان کے پاس جانے اور سلام کرنے کا حکم دیتے ہیں؟'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''یہ میرے وہ بندے ہیں جو صرف میری بندگی کرتے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے، یہ اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرتے، ہر طرح کے خطرات کا مقابلہ کرنے میں پیش پیش رہتے تھے۔ یہ لوگ اس حال میں مرے ہیں کہ دنیا میں اپنی قربانیوں کا کوئی صلہ نہیں پا سکے۔'' حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ''ملائکہ یہ سن کر ان کے پاس جنت کے ہر دروازے سے جائیں گے، کہیں گے تمہارے اوپر اللہ کی رحمت ہوئی دین پر جمنے کے نتیجہ میں۔ آخرت کا یہ بہترین صلہ ہے جو تم کو ملا۔''

﴿۳۰۰﴾ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ وَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ یُنَادِیْ مُنَادٍ، اِنَّ لَکُمْ اَنْ تَصِحُّوْا فَلَا تَسْقَمُوْٓا اَبَدًا، وَ اِنَّ لَکُمْ اَنْ تَحْیَوْا فَلَا تَمُوْتُوْٓا اَبَدًا، وَ اِنَّ لَکُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْٓا اَبَدًا، وَ اِنَّ لَکُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْاَسُوْٓا اَبَدًا، وَ ذٰلِکَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ:

(وَ نُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ)۔

(ترغیب وترہیب بحوالۂ مسلم وترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری اور ابوہریرہؓ دونوں نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''جب جنتی لوگ جنت میں پہنچ جائیں گے تو ایک اعلان کرنے والا (فرشتہ) اعلان کرے گا'' اے اہلِ جنت، اب تم کبھی بھی بیمار نہیں پڑو گے، ہمیشہ تندرست رہو گے، اب تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی ہمیشہ زندہ رہو گے، تم ہمیشہ جوان رہو گے، تم پر بڑھاپا کبھی نہیں آئے گا، اور تم ہمیشہ خوش حال رہو گے، اب کبھی بھی تمہیں تنگی اور فقر و فاقہ لاحق نہیں ہوگا۔ جیسا کہ اللہ عزّ وجل نے اپنی کتاب میں کہا ہے۔'' اور اہلِ جنت سے کہا جائے گا کہ وہ جنت جس کا تم سے قرآن میں وعدہ کیا گیا تھا وہ یہی ہے، تمہیں تمہارے عمل کے نتیجے میں اس کا وارث بنا دیا گیا ہے۔''

〈۳۰۱〉 عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ يُنَعَّمُ وَلَا يُبْأَسُ، لَا يَبْلٰى ثِيَابُهٗ وَلَا يَفْنٰى شَبَابُهٗ، فِى الْجَنَّةِ مَالَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''جو لوگ جنت میں جائیں گے، وہ ہمیشہ خوش حال رہیں گے، فقر و فاقہ سے دوچار نہیں ہوں گے، اُن کے کپڑے پُرانے نہیں ہوں گے، اور نہ اُن کی جوانی ختم ہوگی۔ جنت میں وہ نعمتیں ہیں جس کو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی انسان کے تصور میں وہ آئیں۔''

〈۳۰۲〉 عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا، فَطَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ: يَأْتِىْ قَوْمٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ نُوْرُهُمْ كَنُوْرِ الشَّمْسِ، قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ، نَحْنُ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: لَا، وَلَكُمْ خَيْرٌ كَثِيْرٌ، وَ لٰكِنَّهُمُ الْفُقَرَآءُ الْمُهَاجِرُوْنَ الَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ مِنْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ۔

(ترغیب ترہیب بحوالہ احمد وطبرانی)

ترجمہ: عبد اللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں سورج طلوع ہوا آپؐ نے فرمایا: ''قیامت کے دن کچھ لوگوں

کے چہرے نورانی ہوں گے سورج کی طرح۔‘‘ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کہ ’’کیا وہ ہم لوگ ہوں گے؟‘‘ آپؐ نے فرمایا ’’نہیں، تم لوگوں کو بھی بہت کچھ ملے گا لیکن میں جن لوگوں کا ذکر کر رہا ہوں وہ ایسے لوگ ہوں گے جنہوں نے خدا کی راہ میں ہجرت کی ہوگی اور زمین کے مختلف گوشوں سے سمٹ کر آئے ہوں گے اور غریب ہوں گے۔‘‘

﴿۳۰۳﴾ وَ عَنْ شَرَحْبِيْلَ بْنِ الشَّمْطِ اَنَّهٗ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ عَبْسَةَ: هَلْ اَنْتَ مُحَدِّثِیْ حَدِیْثًا سَمِعْتَهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ فِيْهِ نِسْيَانٌ وَّلَا كَذِبٌ؟ قَالَ، نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: قَدْ حَقَّتْ مَحَبَّتِیْ لِلَّذِيْنَ يَتَحَآبُّوْنَ مِنْ اَجْلِیْ، وَ قَدْ حَقَّتْ مَحَبَّتِیْ لِلَّذِيْنَ يَتَزَاوَرُوْنَ مِنْ اَجْلِیْ، وَ قَدْ حَقَّتْ مَحَبَّتِیْ لِلَّذِيْنَ يَتَبَاذَلُوْنَ مِنْ اَجْلِیْ، وَ قَدْ حَقَّتْ مَحَبَّتِیْ لِلَّذِيْنَ يَتَصَادَقُوْنَ مِنْ اَجْلِیْ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ مسند احمد)

ترجمہ: شرحبیل ابن شمط نے عمرو بن عبسہؓ سے پوچھا ’’کیا آپ مجھے کوئی ایسی حدیث نہ سنائیں گے جسے آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو جو سچی ہو اور بھول چوک سے بھی پاک ہو؟‘‘ انہوں نے کہا ’’ہاں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں ان لوگوں سے محبت کرتا ہوں جو میری خاطر آپس میں دوست بنے ہوں گے، محض میری خاطر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہوں گے، محض میری خاطر ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہوں گے، اور محض میری خاطر وہ آپس میں دوست بنے ہوں گے۔‘‘

تشریح: یعنی یہ دوستی اور محبت صرف اللہ کے لیے اور اللہ کے لیے دین کی بنیاد پر قائم ہوئی ہے، کوئی اور دوسرا محرک نہیں ہے، اس مضمون کی بہترین شرح حدیث نمبر ۲۱۸ ’’راہِ عمل‘‘ ضرور پڑھیے۔

﴿۳۰۴﴾ وَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ: يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ، فَيَقُوْلُوْنَ، لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَ سَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِیْ يَدَيْكَ، فَيَقُوْلُ: هَلْ رَضِيْتُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ، وَ مَالَنَا لَا نَرْضٰی يَا رَبَّنَا وَ قَدْ اَعْطَيْتَنَا مَالَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ، فَيَقُوْلُ اَلَآ اُعْطِيْكُمْ

اَفۡضَلَ مِنۡ ذٰلِکَ؟ فَیَقُوۡلُوۡنَ، وَ اَیُّ شَیۡءٍ اَفۡضَلُ مِنۡ ذٰلِکَ؟ فَیَقُوۡلُ: اُحِلُّ عَلَیۡکُمۡ رِضۡوَانِیۡ فَلَآ اَسۡخَطُ عَلَیۡکُمۡ بَعۡدَہٗٓ اَبَدًا۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ بخاری ومسلم وترمذی)

ترجمہ: ''ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''اللہ عزّ وجل اہلِ جنت سے کہے گا'' اے جنتی لوگو'' وہ لوگ اس کے جواب میں کہیں گے'' اے ہمارے رب ہم حاضر ہیں —— ہر طرح کی خیر وسعادت آپ کے قبضے میں ہے، فرمایئے کیا حکم ہے؟'' اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا، '' کیا تم لوگ اپنے عمل کا بدلہ پا کر خوش ہوئے؟'' تو وہ جواب دیں گے'' اے ہمارے رب! ہم کیوں نہیں خوش ہوں گے جب کہ آپ نے ہم لوگوں کو وہ نعمتیں دیں جو کسی کو نہیں دیں،'' اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا'' کیا میں تم کو اس سے زیادہ افضل اور برتر چیز نہ دوں؟'' وہ کہیں گے'' اس سے بڑھ کر اور کیا چیز ہو سکتی ہے،'' اللہ فرمائے گا'' میں تم سے ہمیشہ خوش رہوں گا، اب تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔''

تشریح: بعض دوسری حدیثوں میں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ اہلِ جنت یہ اعلان سُن کر اتنا خوش ہوں گے کہ جنت کی نعمتیں بھول جائیں گے، کیوں کہ انہیں سب سے بڑی نعمت اس بشارت کی شکل میں ملی ہے۔

اُسوۂ رسول ﷺ

نماز

﴿۳۰۵﴾ عَنْ اَنَسٍ قَالَ، قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: حُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنیَا النِّسَآءُ وَالطِّیبُ وَجُعِلَتُ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ۔ (نسائی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''مجھے دنیا کی تین چیزیں بہت زیادہ محبوب ہیں اپنی بیویاں اور خوشبو اور نماز تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ دنیاوی مرغوبات میں سے مجھے یہ دو چیزیں پسند ہیں بیوی اور خوشبو، رہی نماز تو وہ ان دونوں سے زیادہ محبوب ہے، وہ میری روحانی غذا ہے اور دل کا سرور ہے۔ کیوں کہ نماز نام ہے اللہ کی یاد کا اور اس سے مناجات وہم کلامی کا، یہی حقیقت ایک حدیث میں بیان ہوئی ہے کہ آپؐ اپنے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرماتے، اَرِحْنَا یَا بِلَالُ، یعنی ''اے بلالؓ ہماری راحت (نماز) کا اہتمام کرو۔''

خشوع

﴿۳۰۶﴾ عَنْ مُّطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الشِّخِّیْرِ قَالَ: اَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ وَ ھُوَ یُصَلِّیْ وَ لِجَوْفِہٖ اَزِیْزٌ کَاَزِیْزِ الْمِرْجَلِ۔ (مشکوۃ المصابیح)

ترجمہ: حضرت مطرف ابن عبداللہ الشخیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، ''میں نبی ﷺ کے پاس گیا تو دیکھا کہ آپؐ نماز پڑھ رہے ہیں اور آپؐ کے سینے سے اس طرح کی آواز نکل رہی ہے جیسے پکتی ہوئی ہانڈی سے آواز نکلتی ہے۔''

نماز با جماعت

﴿۳۰۷﴾ عَنْ اُمِّ سَلِمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُقَطِّعُ قِرَآءَ تَهٗ، يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ثُمَّ يَقِفُ، ثُمَّ يَقُوْلُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، ثُمَّ يَقِفُ۔

(ترمذی۔ بہ روایت لیث)

ترجمہ: ''ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قرآن مجید ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے، ''الحمد للہ رب العالمین'' کہتے اور ٹھہر جاتے پھر الرحمٰن الرحیم کہتے اور ٹھہر جاتے۔''

تشریح: مطلب یہ کہ جہری نمازوں (مغرب، عشاء اور فجر) میں سورۂ الحمد کی ہر آیت پر ٹھہرتے اور عام طور پر سورۂ الحمد کے علاوہ بھی ہر آیت پر ٹھہرتے تھے، بعض رمضانی حافظوں کی طرح آپؐ قرآن کی تلاوت تیز تیز نہیں فرماتے تھے، نہ نماز کے اندر اور نہ نماز کے باہر۔

﴿۳۰۸﴾ عَنْ يَعْلٰى اَنَّهٗ سَأَلَ اُمَّ سَلَمَةَ عَنْ قِرَآءَ ةِ النَّبِيِّ ﷺ، فَاِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَ ةً مُّفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا۔ (ترمذی)

ترجمہ: ''حضرت یعلیٰ کہتے ہیں، میں نے حضرت ام سلمہؓ سے پوچھا کہ نبی ﷺ کس طرح قرآن پڑھتے تھے تو انہوں نے بتایا کہ آپؐ کی قرأت صاف اور واضح ہوتی، ہر ہر حرف الگ الگ سنائی دیتا۔''

فرض نماز کا اہتمام

﴿۳۰۹﴾ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا كَانَ فِيْ سَفَرٍ فَعَرَّسَ بِلَيْلٍ اضْطَجَعَ عَلٰى يَمِيْنِهٖ، وَ اِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهٗ وَ وَضَعَ رَأْسَهٗ عَلٰى كَفِّهٖ۔

(ابوقتادہ، مسلم)

ترجمہ: ''نبی ﷺ سفر میں کہیں رات کو پڑاؤ ڈالتے اور رات زیادہ ہوتی تو دائیں کروٹ لیٹ جاتے اور اگر فجر سے ذرا پہلے کہیں ٹھہرتے تو ہاتھ کھڑا کر کے ہتھیلی پر سر رکھ لیتے۔''

تشریح: یعنی لیٹتے نہیں تھے بلکہ ہاتھ کھڑا کرتے اور اس پر سر رکھ لیتے، ایسا اس لیے کرتے کہ رات بھر کے تھکے ہیں اور صبح ہونے میں کچھ دیر نہیں ہے، اگر کسی کروٹ لیٹ گئے تو فجر کی نماز قضا ہو جانے کا اندیشہ ہے، اس لیے اِس ڈھنگ سے لیٹتے جس میں آنکھ لگنے کا کوئی ڈر ہی نہیں ہے۔

تہجد

﴿۳۱۰﴾ قَامَ النَّبِیُّ ﷺ حَتّٰی تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ فَقِیْلَ لَهٗ فَقَالَ اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا؟ (بخاری)

ترجمہ: ''نبی ﷺ تہجد کی نماز میں اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ دونوں پاؤں سوج جاتے۔ کسی نے کہا کہ آپؐ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا'' تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''

تشریح: مطلب یہ کہ خدا نے مجھے گناہوں سے بچا کر اور نبی بنا کر میرے اوپر احسان فرمایا ہے، تو اس کے احسان کا یہ عین تقاضا ہے کہ میں زیادہ سے زیادہ اس کا شکر بجالاؤں۔ مومن کو جتنی ہی نعمتیں ملتی ہیں اُتنا ہی اس کے اندر شکر کا جذبہ ابھرتا اور خدا کی بندگی میں تیز تر ہوتا جاتا ہے۔

﴿۳۱۱﴾ عَنْ عَبْدِ بْنِ اَبِیْ قَیْسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَتْ عَآئِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا لَا تَدَعْ قِیَامَ اللَّیْلِ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ لَا یَدَعُهٗ، وَکَانَ اِذَا مَرِضَ اَوْ کَسِلَ صَلّٰی قَاعِدًا۔ (ابوداؤد، ترغیب)

ترجمہ: ''حضرت عبدابن ابی قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، ''قیامِ لیل (تہجد) مت چھوڑنا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نہیں چھوڑتے تھے اور جب آپؐ بیمار ہوجاتے یا جسم میں سستی محسوس کرتے تو بیٹھ کر تہجد کی نماز پڑھتے۔''

حسنِ اخلاق

﴿۳۱۲﴾ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ کَانَ خُلُقُ نَبِیِّ اللّٰهِ الْقُرْاٰنَ۔ (مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ''اللہ کے نبی ﷺ کا اخلاق، قرآن تھا،'' (یعنی قرآن مجید میں جن اعلیٰ اخلاقیات کی تعلیم دی گئی ہے وہ سب آپؐ کے اندر پائے جاتے تھے، آپؐ ان کا بہترین نمونہ تھے)۔

﴿۳۱۳﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لَمْ یَکُنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا۔ (بخاری، مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نہ تو بدمزاج تھے اور نہ ہی بری باتیں آپؐ زبان سے نکالتے تھے۔''

〈۳۱۴〉 عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَقَدْ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَشْرَ سِنِيْنَ، فَمَا قَالَ لِیْ قَطُّ اُفٍّ وَّلَا قَالَ لِشَیْءٍ فَعَلْتُهٗ لِمَ فَعَلْتَهٗ؟ وَلَا لِشَیْءٍ لَّمْ اَفْعَلْهُ اَلَا فَعَلْتَ كَذَا۔

(بخاری، مسلم)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال خدمت کی لیکن اس عرصے میں آپؐ نے بے زاری اور نفرت کا کوئی کلمہ کبھی نہیں کہا۔ اور اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی تو آپؐ نے یہ نہیں پوچھا کہ تم نے یہ غلطی کیوں کی، اور جو کام کرنا چاہیے تھا میں نے نہیں کیا تو کبھی نہیں کہا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔''

〈۳۱۵〉 اِنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اسْمُهٗ زَاهِرَ بْنَ حَرَامٍ، وَّ كَانَ يُهْدِیْ لِلنَّبِیِّ ﷺ مِنَ الْبَادِيَةِ، فَيُجَهِّزُهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَآ اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا وَ نَحْنُ حَاضِرُوْهُ، فَكَانَ النَّبِیُّ ﷺ يُحِبُّهٗ فَكَانَ دَمِيْمًا فَاَتَى النَّبِیُّ ﷺ يَوْمًا وَّ هُوَ يَبِيْعُ مَتَاعَهٗ فَاحْتَضَنَهٗ مِنْ خَلْفِهٖ وَ هُوَ لَا يُبْصِرُهٗ، فَقَالَ اَرْسِلْنِیْ مَنْ هٰذَا؟ فَالْتَفَتَ فَعَرَفَ النَّبِیَّ ﷺ فَجَعَلَ لَا يَاْلُوْا مَآ اَلْزَقَ ظَهْرَهٗ بِصَدْرِ النَّبِیِّ ﷺ حِيْنَ عَرَفَهٗ، وَ جَعَلَ النَّبِیُّ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ يَّشْتَرِی الْعَبْدَ، فَقَالَ لِلنَّبِیِّ ﷺ اِذًا وَّاللّٰهِ تَجِدُنِیْ كَاسِدًا، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ لٰكِنْ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ۔

(مشکوٰۃ، انسؓ)

ترجمہ: ''ایک بدو جن کا نام زاہر بن حرامؓ ہے ان کا معمول یہ تھا کہ دیہات کی چیزیں حضور ﷺ کے لیے بطور ہدیہ لاتے اور جب وہ اپنے گاؤں کو واپس ہونے لگتے تو نبی ﷺ بھی شہر کی کچھ چیزیں بطور ہدیہ ان کے ساتھ کر دیتے۔ نبی ﷺ نے فرمایا زاہر ہمارے دیہاتی دوست ہیں اور ہم ان کے شہری دوست اور نبی ﷺ ان سے محبت فرماتے تھے۔ اور وہ بدصورت آدمی تھے۔ ایک دن جب کہ وہ مدینہ میں اپنا دیہاتی سامان بیچ رہے تھے حضور ﷺ پیچھے سے آئے اور انہیں اپنی گود میں لے لیا کہ زاہرؓ آپؐ کو دیکھ نہیں سکے تھے۔ انہوں نے کہا ''کون ہے؟ مجھے چھوڑ۔''

جب مڑ کے دیکھا تو نبی ﷺ تھے۔ تب تو وہ پوری کوشش کرنے لگے کہ اپنی پیٹھ کو نبی ﷺ کے سینے سے چمٹائے رکھیں۔ اس موقع پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس غلام کو کون خریدتا ہے؟ (وہ غلام نہ تھے۔ ان کا رنگ سیاہ تھا جیسے حبشی غلاموں کا ہوتا ہے) زاہرؓ نے کہا اے "اللہ کے رسولؐ آپ بہت گھاٹے میں رہیں گے۔ (مجھے بیچ کر بہت تھوڑی قیمت پائیں گے)۔ نبی ﷺ نے فرمایا "تم دنیا کے لوگوں کی نظر میں اگر کم قیمت ہو تو کیا ہوا، اللہ کے یہاں تمہاری بڑی قیمت ہے۔"

〈۳۱۶〉 وَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کُنْتُ اَمْشِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَ عَلَیْہِ بُرْدٌ نَجْرَانِیٌّ غَلِیْظُ الْحَاشِیَۃِ، فَأَدْرَکَہٗ اَعْرَابِیٌّ، فَجَذَبَہٗ بِرِدَآئِہٖ جَذْبَۃً شَدِیْدَۃً، فَنَظَرْتُ اِلٰی صَفْحَۃِ عُنُقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ، وَ قَدْ اَثَّرَ بِھَا حَاشِیَۃُ الرِّدَآءِ مِنْ شِدَّۃِ جَذْبَتِہٖ، ثُمَّ قَالَ، یَا مُحَمَّدُ مُرْلِیْ مِنْ مَّالِ اللّٰہِ الَّذِیْ عِنْدَکَ، فَالْتَفَتَ اِلَیْہِ فَضَحِکَ ثُمَّ اَمَرَ لَہٗ بِعَطَآءٍ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ بخاری، مسلم)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا، نبی ﷺ موٹے کنارہ کی نجران کی بنی ہوئی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ راستے میں ایک بدّو ملا، اس نے آپؐ کی چادر کو پکڑ کر زور سے کھینچا جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی گردن پر نشان پڑ گیا۔ اس نے کہا "اے محمدؐ، مجھے بیت المال سے کچھ دلوائیے۔" (اس کے زور سے کھینچنے پر آپؐ نے بُرا نہیں مانا) آپؐ مسکرائے اور اس کو بیت المال سے دیئے جانے کا حکم دیا۔

بچوں سے پیار

〈۳۱۷〉 عَنْ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ: جَآءَ اَعْرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ، فَقَالَ: اِنَّکُمْ تُقَبِّلُوْنَ الصِّبْیَانَ وَمَا نُقَبِّلُھُمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ، أَوَ اَمْلِکُ لَکَ أَنْ نَّزَعَ اللّٰہُ الرَّحْمَۃَ مِنْ قَلْبِکَ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بدّو (دیہاتی عرب) رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ (آپؐ اس وقت کسی بچے کو پیار کر رہے تھے) اس نے کہا "آپ لوگ اپنے بچوں کو پیار کرتے ہیں، ہم لوگ نہیں کیا کرتے۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "میں کیا کروں اگر اللہ تعالیٰ نے رحم وکرم کا جذبہ تیرے دل سے کھینچ لیا ہے۔"

بچوں سے مذاق

〈۳۱۸〉 عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِنْ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ لَیُخَالِطُنَا، حَتّٰی یَقُوْلَ لِاَخٍ لِّیْ صَغِیْرٍ یَا عُمَیْرُ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ، وَ کَانَ لَہٗ نُغَیْرٌ یَّلْعَبُ بِہٖ فَمَاتَ۔
(متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ ہم لوگوں کے ساتھ گھل مل کر رہتے تھے (اپنے آپ کو لیے دیئے نہیں رہتے تھے) یہاں تک کہ وہ میرے چھوٹے بھائی سے جس کا نام عمیر تھا ازراہِ خوش دلی فرماتے، ''اے عمیر تمہاری چڑیا کیا ہوئی؟'' عمیر کے پاس ایک چھوٹی چڑیا تھی جس سے وہ دل بہلاتا تھا، مرگئی تھی۔''

بچوں کا بوسہ لینا

〈۳۱۹〉 اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ اُتِیَ بِصَبِیٍّ فَقَبَّلَہٗ، فَقَالَ، اَمَآ اِنَّھُمْ مَبْخَلَۃٌ مَّجْبَنَۃٌ، وَ اِنَّھُمْ لَمِنْ رَّیْحَانِ اللّٰہِ۔
(مشکوٰۃ)

ترجمہ: نبی ﷺ کے پاس ایک بچہ لایا گیا، جس کو آپؐ نے بوسہ دیا اور فرمایا: ''یہ بچے آدمی کو بخیل اور بزدل بناتے ہیں اور یہ اللہ کے پھول ہیں۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اولاد کی محبت فطری ہے اور مومن اگر تربیت یافتہ نہ ہو تو بچوں کی محبت خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے اور خدا کے لیے قربانی دینے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔

اصل حدیث میں رَیْحَانٌ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی خوش بودار پھول کے بھی ہیں اور خدا کی بخشش اور عطیہ کے بھی، اور دونوں معنوں کے لحاظ سے یہاں بات ٹھیک بنتی ہے۔ بچے خدا کے خوش بودار پھول بھی ہیں اور خدا کی رحمت اور بخشش بھی ہیں۔

خوش طبعی

〈۳۲۰〉 عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ، قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِنَّکَ تُدَاعِبُنَا، قَالَ اِنِّیْ لَآ اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا۔
(ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے تعجب اور حیرت کے ساتھ آپؐ سے کہا ''اے اللہ کے رسول ﷺ، آپ ہم سے ہنسی اور خوش طبعی کی باتیں فرماتے ہیں،'' آپؐ نے جواب دیا ''ہاں، لیکن کوئی غلط اور خلافِ واقعہ بات نہیں کہتا۔''

تشریح: عام طور پر مذہبی پیشوا اپنے معتقدین کی مجلسوں میں خاموش بیٹھتے ہیں، ہنسی اور دل لگی کی باتیں ان سے نہیں کرتے۔ یہ حدیث کہتی ہے کہ خوش طبعی کی باتیں کرنا تقدس اور مشیخت کے منافی نہیں ہے۔

نبیؐ اپنے گھر میں

〈۳۲۱〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَ اَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ۔

(ابن ماجہ، ابن عباس)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے بہترین آدمی وہ ہے جو اپنی بیوی کے لیے بہتر ہو اور میں تم میں کا سب سے زیادہ بہتر ہوں اپنی بیویوں کے لیے۔''

〈۳۲۲〉 عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ یَزِیْدَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَۃَؓ مَا کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَصْنَعُ فِیْ بَیْتِہٖ: قَالَتْ کَانَ یَکُوْنُ فِیْ مِھْنَۃِ اَھْلِہٖ تَعْنِیْ خِدْمَۃَ اَھْلِہٖ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوۃِ۔ (بخاری)

ترجمہ: ''حضرت اسود ابن یزیدؓ کہتے ہیں، میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جب نبی ﷺ گھر میں ہوتے تھے تو کیا کرتے تھے انہوں نے کہا'' آپؐ اپنے گھر والوں کے کام میں ہاتھ بٹاتے اور جب نماز کا وقت آجاتا تو مسجد چلے جاتے۔''

〈۳۲۳〉 کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَخْصِفُ نَعْلَہٗ وَ یَخِیْطُ ثَوْبَہٗ وَ یَعْمَلُ فِیْ بَیْتِہٖ کَمَا یَعْمَلُ اَحَدُکُمْ فِیْ بَیْتِہٖ، وَ قَالَتْ کَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ یَفْلِیْ ثَوْبَہٗ وَ یَحْلِبُ شَاتَہٗ وَ یَخْدِمُ نَفْسَہٗ۔ (عائشہؓ، ترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ اپنے جوتے ٹانک لیتے، اپنے کپڑے بھی سی لیتے اور اپنے گھر میں وہ سب کام کرتے جو آدمی اپنے گھر میں کرتا ہے، اور

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپؐ انسان تھے، اپنے کپڑوں سے جوں نکالتے، اپنی بکری دوہتے اور اپنے سارے کام خود کرتے۔‘‘

﴿۳۲۴﴾ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَسْتُرُنِيْ بِرِدَآئِهٖ وَ اَنَا اَنْظُرُ اِلَى الْحَبَشَةِ يَلْعَبُوْنَ فِى الْمَسْجِدِ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا الَّتِىْ اَسْأَمُهٗ، فَاقْدُرُوْا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيْثَةِ السِّنِّ الْحَرِيْصَةِ عَلَى اللَّهْوِ۔ (بخاری، مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ’’میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا ہے کہ آپؐ اپنی چادر سے آڑ کر لیا کرتے اور میں حبشی لوگوں کو مسجد میں جنگی مشق کرتے دیکھتی تھی۔ آپؐ اس وقت تک اپنی چادر کی آڑ کیے رہتے جب تک میں خود اکتا نہ جاتی۔ تو اے لوگو! اگر تم کسی کمسن لڑکی سے شادی کرو تو اس کے جذبات وحسیات کا خیال رکھو۔ کمسن عورت کھیل اور تفریح کی شوقین ہوتی ہے۔‘‘

تشریح: حبشی غلام نیزوں اور دوسرے اسلحہ کی مشق مسجد کے صحن میں کرتے، تو حضرت عائشہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کی آڑ میں ان کا کھیل دیکھتیں۔ جب ان کا جی بھر جاتا تو چلی جاتیں۔ چوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نوجوان عورت تھیں اور اس عمر میں عورتوں کے کیا جذبات ہوتے ہیں اس سے حضورؐ واقف تھے، اس لیے آپؐ اپنی چادر سے آڑ کر دیتے اور یہ جنگی مشق دیکھتیں۔ اس سے امت کے لوگوں کو یہ سبق ملتا ہے کہ اگر ان کی بیویاں نئی عمر کی ہوں تو ان کے جذبات کی جائز حدود میں رہ کر رعایت کرنی چاہیے۔ یہ بات یاد رہے کہ عورت کے دیکھنے پر اس طرح کی پابندی نہیں ہے جس طرح کی پابندی مردوں کے عورتوں کی طرف دیکھنے پر ہے۔

﴿۳۲۵﴾ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلٰى اَحَدٍ مِنْ نِّسَآءِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَا غِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَؓ وَمَا رَأَيْتُهَا قَطُّ، وَ لٰكِنْ كَانَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا، وَ رُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يُقَطِّعُهَا اَعْضَآءً، ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِىْ صَدَآئِقِ خَدِيْجَةَ، فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهٗ كَانَ لَمْ يَكُنْ فِى الدُّنْيَا اِمْرَأَةٌ اِلَّا خَدِيْجَةُ، فَيَقُوْلُ اِنَّهَا كَانَتْ وَ كَانَتْ، وَ كَانَ لِىْ مِنْهَا وَلَدٌ۔

(متفق علیہ)

ترجمہ: ’’حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں میں سے کسی پر اتنا رشک مجھ کو نہیں آتا تھا جتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتا تھا۔ میں نے انہیں دیکھا نہیں تھا لیکن حضورؐ ان کا ذکر

بہت زیادہ کرتے تھے۔ اور ایسا بہت ہوتا کہ آپؐ بکری ذبح کرتے پھر اس کی بوٹیاں بناتے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے یہاں بھیجتے۔ میں بسا اوقات نبی ﷺ سے کہتی کہ گویا دنیا میں کوئی عورت خدیجہؓ کے سوا تھی ہی نہیں ...! تو آپؐ فرماتے، ''بلاشبہ وہ بہت اچھی عورت تھی۔ وہ ایسی اور ایسی تھی، ان کے یہ اور یہ کارنامے ہیں اور ان سے مجھے اولاد ہوئی۔''

تشریح: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپؐ کی پہلی بیوی ہیں اور دعوت و رسالت کے آغاز سے آپ نے ہر طرح کے حالات میں حضورؐ کا ساتھ دیا ہے اور دعوت کی راہ میں ہر طرح کی تکلیفیں ہنسی خوشی برداشت کی ہیں۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ رسالت کے ابتدائی زمانوں میں حضرت خدیجہؓ کے پاس ۲۵ ہزار درہم تھے لیکن ۸، ۹ سال میں سارا سرمایہ دعوت کی راہ میں لٹا دیا۔ وہ اہلِ ایمان جو ایمان لانے کے جرم میں اپنے گھروں سے نکال دیئے جاتے ان سب کی کفالت فرماتیں۔ اس لیے حضور ﷺ ایسی کفایت شعار بیوی کو زندگی بھر نہ بھلا سکے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

بیویوں کے حقوق میں مساوات

﴿۳۲۶﴾ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقْسِمُ فَيَعْدِلُ، وَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِيْ فِيْمَآ اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِيْ فِيْمَا تَمْلِكُ وَلَآ اَمْلِكُ، يَعْنِي الْقَلْبَ۔ (ترغیب و ترہیب بحوالۂ ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کے درمیان باری اور دوسرے تمام حقوق میں پورا عدل و انصاف برتتے اور یہ دُعا کرتے، اے اللہ، یہ منصفانہ تقسیم تو میرے بس کی بات ہے مگر دل کی محبت میرے اختیار سے باہر کی چیز ہے اس لیے اگر کسی بیوی سے زیادہ تعلقِ خاطر رکھتا ہوں تو مجھ سے اس پر مواخذہ نہ ہو۔''

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کے ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو نان نفقہ، خوراک و پوشاک اور دوسرے معاملات میں پورے انصاف سے کام لینا چاہیے، البتہ اگر کسی بیوی کی طرف زیادہ میلان رکھتا ہے اور اس میلان کا کوئی اثر عادلانہ تقسیم پر نہیں پڑتا تو قیامت کے دن اس پر کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا۔

بیوی کی تربیت

﴿۳۲۷﴾ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ اِعْتَلَّ بَعِيْرُ صَفِيَّةَ وَ عِنْدَ زَيْنَبَ فَضْلُ ظَهْرٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِزَيْنَبَ اَعْطِيْهَا بَعِيْرًا، فَقَالَتْ اَنَا اُعْطِى تِلْكَ الْيَهُوْدِيَّةَ؟ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَهَجَرَهَا ذَا الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمَ وَ بَعْضَ صَفَرَ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (نبی ﷺ کی بیوی جو پہلے یہودی مذہب رکھتی تھیں) کا اونٹ بیمار ہوگیا تھا، اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک زائد اونٹ تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے زینبؓ سے کہا کہ ''صفیہؓ کو ایک اونٹ دے دو۔'' زینبؓ کی زبان سے نکلا ''بھلا میں اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دوں گی؟'' اس پر نبی ﷺ غضب ناک ہوئے اور زینبؓ سے ذی الحجہ، محرم اور صفر کے کچھ ایام تک قطع تعلق کیے رکھا۔''

تشریح: معلوم ہوا کہ تین دن سے زیادہ مدّت تک قطع تعلق کیا جاسکتا ہے، بشرطے کہ کوئی دینی مصلحت ہو، جیسا کہ اس حدیث میں ہے، یہ آپؐ کا غصہ اپنی ذات کے لیے نہیں تھا، بلکہ اس بات پر آپؐ کو غصہ آیا کہ ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو یہودیت کا طعنہ کیوں دیا، نبی ﷺ کی ایک تربیت یافتہ بیوی کی زبان سے دوسری بیوی سے متعلق اتنا غلط لفظ نکلا کیسے!

بے پایاں سخاوت

﴿۳۲۸﴾ عَنْ جَابِرٍ قَالَ مَا سُئِلَ النَّبِىُّ ﷺ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی ﷺ نے کسی سائل کے سوال پر ''نہیں'' کبھی نہیں فرمایا۔

شفاعت کی ترغیب

﴿۳۲۹﴾ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِىِّ ﷺ اَنَّهٗ كَانَ اِذَآ اَتَاهُ السَّآئِلُ اَوْ صَاحِبُ الْحَاجَةِ قَالَ اشْفَعُوْا فَلْتُؤْجَرُوْا، وَ يَقْضِى اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ رَسُوْلِهٖ مَا شَآءَ۔

(بخاری، مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں، ''آپؐ

کے پاس جب کوئی سائل ضرورت مند آتا تو لوگوں سے فرماتے کہ: ’’اس کے حق میں سفارش کرو تو تمہیں اجر و ثواب حاصل ہوگا اور اللہ جو چاہتا اپنے نبیؐ کی زبان سے فیصلہ فرماتا۔‘‘

تشریح: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب آپؐ کے پاس کوئی سائل آتا تو آپؐ لوگوں کو ہدایت کرتے کہ اس کے بارے میں کلمۂ خیر کہو، ایک دوسرے کو مدد کرنے پر ابھارو۔ یہ اجر و ثواب کا کام ہے اور پھر رسول اللہ ﷺ جو کچھ دینے کا فیصلہ فرماتے دیتے۔

نبیؐ کا تبسّم

﴿۳۳۰﴾ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ: مَا رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتّٰی تُرٰی مِنْهُ لَهَوَاتُهٗ، اِنَّمَا كَانَ یَتَبَسَّمُ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: ’’حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ، میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی بھی اس طرح ہنستے نہیں دیکھا کہ آپؐ کے تالو نظر آجائیں۔ آپؐ صرف مسکراتے تھے۔ (یعنی ٹھٹھا مار کر نہیں ہنستے تھے)۔‘‘

تربیت کا انداز

﴿۳۳۱﴾ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ قَلَّ مَا یُوَاجِهُ الرَّجُلَ بِشَیْئٍ یَكْرَهُهٗ، فَدَخَلَ عَلَیْهِ یَوْمًا رَّجُلٌ وَّ عَلَیْهِ اَثَرُ صُفْرَةٍ، فَلَمَّا قَامَ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ لَوْ غَیَّرَ اَوْ نَزَعَ هٰذِهِ الصُّفْرَةَ۔ (الادب المفرد)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنی طبیعت کی نرمی کی وجہ سے کسی کو براہِ راست کم ہی کسی ناپسندیدہ بات پر ٹوکتے تھے۔ ایک دن ایک آدمی آپؐ کے پاس آیا جس کے اوپر زردی کے اثرات تھے، تو جب وہ جانے کے لیے اٹھا تو آپؐ نے اہلِ مجلس کو مخاطب بنا کر فرمایا ’’اگر یہ صاحب پیلے لباس کو بدل دیں یا کپڑے کے پیلے پن کو دور کر دیں تو کتنا اچھا ہو۔‘‘

﴿۳۳۲﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَتٰی فَاطِمَةَ فَوَجَدَ عَلٰی بَابِهَا سِتْرًا فَلَمْ یَدْخُلْ عَلَیْهَا وَقَلَّمَا كَانَ یَدْخُلُ اِلَّا بَدَأَ بِهَا، قَالَ فَجَآءَ عَلِیٌّ فَرَاٰهَا مُهْتَمَّةً فَقَالَ مَالَكِ؟ فَقَالَتْ جَآءَ اِلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ یَدْخُلْ عَلَیَّ، فَاَتَاهُ عَلِیٌّ، فَقَالَ، یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فَاطِمَةَ اشْتَدَّ عَلَیْهَآ اَنَّكَ جِئْتَهَا

فَلَمْ تَدْخُلْ عَلَيْهَا، فَقَالَ وَمَآ اَنَا وَالدُّنْيَا وَمَا أَنَا وَالرَّقْمَةُ، قَالَ: فَذَهَبَ إِلٰى فَاطِمَةَ فَاَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ فَقُلْ لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ فَمَا تَأْمُرُنِيْ بِهٖ؟ فَقَالَ، قُلْ لَّهَا تُرْسِلُ بِهٖ إِلٰى بَنِيْ فُلَانٍ۔ (مسند احمد بن حنبلؒ)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور ان سے ملاقات نہیں کی، دروازے سے لوٹ گئے، چوں کہ آپؐ نے دروازے پر منقش رنگین پردہ لٹکا ہوا دیکھا حالاں کہ آپؐ کا معمول یہ تھا کہ جب بھی سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے فاطمہؓ سے ملاقات کرتے۔ اس حدیث کے راوی عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ جب علیؓ اپنے گھر آئے اور فاطمہؓ کو غمگین اور پریشان دیکھا تو پریشانی کا سبب پوچھا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ''رسول اللہ ﷺ ہمارے یہاں آئے اور دروازے ہی سے لوٹ گئے میرے پاس نہیں آئے۔'' یہ سن کر علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ''اے اللہ کے رسولؐ، فاطمہؓ کو بڑا غم ہے اس بات کا کہ آپؐ ہمارے یہاں گئے اور فاطمہؓ سے نہیں ملے۔'' تو آپؐ نے فرمایا: ''مجھے دنیا سے کیا دلچسپی؟ مجھے رنگین منقش پردوں سے کیا مطلب؟'' راوی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ فاطمہؓ کے پاس گئے اور رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا تھا وہ فاطمہؓ کو بتایا۔ فاطمہؓ نے حضرت علیؓ سے کہا، ''جائیے اللہ کے رسولؐ سے پوچھیے کہ وہ مجھے اس پردے کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں۔'' تو نبی ﷺ نے علیؓ سے فرمایا کہ ''جاؤ فاطمہؓ سے کہو کہ اس پردے کو فلاں کے گھر بھیج دے'' (تاکہ کرتا وغیرہ بنا کر عورتیں پہن ڈالیں، غالباً وہ ضرورت مند تھے۔)

تشریح: دروازے پر رنگین پردے کا لٹکانا شرعاً گناہ نہیں ہے لیکن دنیا کی طرف بڑھنے کی علامت ضرور ہے اور حضور ﷺ اپنے زمانے کے اہلِ ایمان مردوں اور عورتوں کو قیامت تک آنے والے مومنین اور مومنات کے لیے اُسوہ اور نمونہ بنانا چاہتے تھے اس لیے آپؐ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

آدابِ طعام

〈۳۳۳〉 مَا عَابَ النَّبِيُّ ﷺ طَعَامًا قَطُّ اِنِ اشْتَهَاهُ اَكَلَهٗ۔ وَ اِنْ كَرِهَهٗ تَرَكَهٗ۔
(متفق علیہ۔ ابوہریرہؓ)

ترجمہ: ''نبی ﷺ نے کبھی کھانے پر اعتراض نہیں کیا اور اس میں کیڑے نہیں نکالے۔ اگر آپؐ کا جی کھانے کو چاہتا تو کھاتے، نہیں جی چاہتا تو نہ کھاتے۔''

تشریح: کھانا سے مراد وہ کھانا بھی ہے جو گھر میں پکا ہوا اور وہ کھانا بھی جو کسی دعوت میں آپؐ کے سامنے پیش کیا گیا ہو۔

﴿۳۳۴﴾ اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا رَفَعَ مَائِدَتَہٗ قَالَ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ رَبَّنَا۔ (بخاری ——— ابوامامہ)

ترجمہ: ''حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور ﷺ جب کھانے سے فارغ ہوتے اور دسترخوان اٹھایا جاتا تو فرماتے شکر ہے اللہ کا، بہت زیادہ بہترین بابرکت شکر ایسا شکر جو ہم خود کریں دوسروں سے نہ کرائیں، ایسا شکر جو کبھی ہم سے ترک نہ ہو، اور جس سے ہم کبھی بے نیاز اور بے پروانہ ہوں، اے ہمارے رب!''

تواضع وخاک ساری

﴿۳۳۵﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ، مَا رُئِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَاکُلُ مُتَّکِئًا قَطُّ وَلَا یَطَأُ عَقِبَہٗ رَجُلَانِ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: ''عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں، نبی ﷺ کو کسی نے نہیں دیکھا کہ ٹیک لگا کر کھانا کھایا ہو (جیسا کہ بادشاہوں اور امیروں کا دستور ہے) اور کبھی کسی شخص نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ دو آدمی بھی آپؐ کے پیچھے چلتے ہوں (جیسا کہ بادشاہوں کا دستور ہے وہ اپنے ساتھ باڈی گارڈ رکھتے ہیں جو ہٹو بچو کی صدائیں لگاتے ہیں)۔''

﴿۳۳۶﴾ عَنْ قُدَامَۃَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَرْمِی الْجَمْرَۃَ یَوْمَ النَّحْرِ عَلٰی نَاقَۃٍ صَھْبَآءَ لَا ضَرْبَ وَلَا طَرْدَ وَلَآ اِلَیْکَ اِلَیْکَ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ ابن خزیمہ)

ترجمہ: ''قدامہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے نبی ﷺ کو، قربانی کے دن، بھورے رنگ کی اونٹنی پر سوار، کنکری مارتے دیکھا، نہ وہاں سپاہیوں کی مار پیٹ تھی اور نہ ہٹو بچو کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔''

تشریح: یہ آخری حج کا واقعہ بیان ہو رہا ہے جب پورا ملکِ عرب آپؐ کا ماتحت تھا، آپؐ میں شاہانہ کروفر نام کو نہ تھا۔

مریض کی عیادت

〈۳۳۷〉 عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اِذْ جَآءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ، ثُمَّ اَدْبَرَ الْاَنْصَارِیُّ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَا اَخَا الْاَنْصَارِ، کَیْفَ اَخِیْ سَعْدُ بْنَ عُبَادَۃَ؟ فَقَالَ صَالِحٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ یَّعُوْدُہٗ مِنْکُمْ؟ فَقَامَ وَ قُمْنَا مَعَہٗ وَ نَحْنُ بِضْعَۃَ عَشَرَ، مَا عَلَیْنَا نِعَالٌ وَّلَا خِفَافٌ وَّلَا قَلَانِسُ وَلَا قُمُصٌ، نَّمْشِیْ فِیْ تِلْکَ السِّبَاخِ حَتّٰی جِئْنَاہُ، فَاسْتَاْخَرَ قَوْمُہٗ مِنْ حَوْلِہٖ حَتّٰی دَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَ اَصْحَابُہُ الَّذِیْنَ مَعَہٗ۔ (مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے، اسی اثناء میں انصار کا ایک آدمی آیا اور اس نے نبی ﷺ کو سلام کیا، جب وہ واپس جانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ ''سعد بن عبادہ کا حال بتاؤ'' (وہ بیمار تھے) اس انصاری نے جواب دیا کہ ''وہ ٹھیک ہیں،'' رسول اللہ ﷺ نے اہلِ مجلس سے کہا کہ ''تم میں سے کون لوگ سعد کی عیادت کو چلیں گے۔'' پس نبی ﷺ اٹھے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ہم دس سے زیادہ آدمی تھے، نہ تو ہمارے پیروں میں جوتے تھے، نہ چمڑے کے موزے تھے، نہ ہمارے سروں پر ٹوپیاں تھیں اور نہ جسم پر کرتے تھے۔ اسی حالت میں شعور زمین میں ہم چلتے رہے یہاں تک کہ سعد بن عبادہ کے پاس پہنچے، ان کے گھر کے لوگ ان کے پاس سے ہٹ گئے اور رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھ جو لوگ گئے تھے ان کے قریب گئے اور بیمار پرسی کی۔''

تعزیت کا انداز

〈۳۳۸〉 عَنْ مُّعَاذٍؓ اَنَّہٗ مَاتَ لَہٗ اِبْنٌ فَکَتَبَ اِلَیْہِ النَّبِیُّ ﷺ التَّعْزِیَۃَ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ اِلٰی مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ سَلَامٌ عَلَیْکَ،

فَاِنِّیْ اَحْمَدُ اِلَیْکَ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعْظَمَ اللّٰہُ لَکَ الْاَجْرَ، وَاَلْھَمَکَ الصَّبْرَ، وَ رَزَقَنَا وَ اِیَّاکَ الشُّکْرَ، فَاِنَّ اَنْفُسَنَا وَ اَمْوَالَنَا وَ اَھْلَنَا مِنْ مَّوَاھِبِ اللّٰہِ الْھَنِیْٓئَۃِ وَ عَوَارِیْہِ الْمُسْتَوْدَعَۃِ، مَتَّعَکَ اللّٰہُ بِہٖ فِیْ غِبْطَۃٍ وَّ سُرُوْرٍ وَّ قَبَضَہٗ مِنْکَ بِاَجْرٍ کَبِیْرٍ، اَلصَّلٰوۃُ وَالرَّحْمَۃُ وَالْھُدٰی اِنِ احْتَسَبْتَہٗ، فَاصْبِرْ وَلَا یُحْبِطْ جَزَعُکَ اَجْرَکَ فَتَنْدَمَ، وَاعْلَمْ اَنَّ الْجَزَعَ لَا یَرُدُّ مَیِّتًا وَلَا یَدْفَعُ حُزْنًا وَّمَا ھُوَ نَازِلٌ فَکَانَ قَدْ، وَالسَّلَامُ۔ (المعجم الکبیر للطبرانی)

ترجمہ: ’’حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا ایک لڑکا وفات پا گیا تو نبی ﷺ نے ان کو یہ تعزیتی خط لکھا (غالباً وہ اس زمانے میں یمن میں تھے)، خط کا مضمون یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

یہ خط اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے معاذ بن جبل کے نام ہے، تم پر سلامتی ہو، میں اللہ کا شکر اور اس کی حمد و تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ تم بھی اللہ کا شکر اور اس کی تعریف کرو۔

امّا بعد، اللہ تعالیٰ تمہیں اجرِ عظیم دے اور تمہیں صبر دے اور ہمیں اور تمہیں شکر کی توفیق بخشے۔ ہماری اپنی جانیں اور مال اور بال بچے یہ سب اللہ کی خوش گوار نعمتیں ہیں اور یہ ہمارے پاس اللہ کی رکھی ہوئی امانتیں ہیں۔ جب تک یہ تمہارے پاس رہیں مسرّت اور خوشی تمہیں ملے اور ان کے چلے جانے کے بعد اللہ اجرِ عظیم سے نوازے۔ تمہارے لیے خدا کی رحمت اور انعام اور ہدایت ہو اگر اجرِ آخرت کی نیت سے صبر کیا۔ پس تم صبر کرو اور دیکھو تمہاری بے قراری اور بے صبری تمہیں اجر سے محروم نہ کرے ورنہ پچھتاؤ گے، اور اس بات کا یقین کرو کہ بے صبری سے کوئی مرنے والا لوٹ کر نہیں آ سکتا اور نہ غم دُور ہو سکتا ہے اور جو حادثہ واقع ہوا ہے اسے تو ہونا ہی تھا۔

والسلام

﴿۳۳۹﴾ وَ عَنْ قُرَّۃَ ابْنِ اِیَاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ نَبِیُّ اللّٰہِ ﷺ اِذَا جَلَسَ جَلَسَ اِلَیْہِ نَفَرٌ مِّنْ اَصْحَابِہٖ، فِیْھِمْ رَجُلٌ لَّہٗ اِبْنٌ صَغِیْرٌ یَّاْتِیْہِ مِنْ خَلْفِ ظَھْرِہٖ فَیُقْعِدُہٗ بَیْنَ یَدَیْہِ فَھَلَکَ فَاَمْتَنَعَ الرَّجُلُ اَنْ یَّحْضُرَ الْحَلْقَۃَ لِذِکْرِ ابْنِہٖ، فَفَقَدَہُ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ، مَالِیْ لَآ اَرٰی فُلَانًا؟ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، بُنَیَّہُ الَّذِیْ رَأَیْتَہٗ

هَلَکَ، فَلَقِيَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنْ بُنَيِّهِ فَأَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ هَلَکَ فَعَزَّاهُ عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا فُلَانُ! اَيُّمَا كَانَ اَحَبَّ اِلَيْکَ؟ اَنْ تَتَمَتَّعَ بِهٖ عُمْرَکَ، اَوْلَا تَأْتِيَ اِلٰى بَابٍ مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ اِلَّا وَجَدْتَّهٗ قَدْ سَبَقَکَ اِلَيْهِ يَفْتَحُهٗ لَکَ۔ قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، بَلْ يَسْبِقُنِيْ اِلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَيَفْتَحُهَا، لَهُوَ اَحَبُّ اِلَيَّ قَالَ: فَذَاکَ لَکَ۔

(ترغیب وترہیب بحوالہ نسائی شریف)

ترجمہ: ''حضرت قرہ بن اِیاس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اللہ کے نبی ﷺ جب نشست فرماتے تو آپؐ کے صحابہؓ میں سے کچھ لوگ آپؐ کے پاس بیٹھ جاتے، ان بیٹھنے والوں میں ایک صاحب تھے جن کا ایک چھوٹا بچہ تھا، یہ بچہ حضورؐ کے پاس آپؐ کی پشت کی جانب سے آتا تو آپؐ اس کو اپنے سامنے بٹھا لیتے، پھر ایسا ہوا کہ وہ بچہ مر گیا تو بچے کے باپ اس کے غم میں کچھ دنوں آپؐ کی مجلس میں نہیں آئے، تو نبی ﷺ نے پوچھا کہ ''وہ فلاں شخص کیوں نہیں آتا؟ کیا بات ہے؟''لوگوں نے آپؐ کو بتایا کہ''ان کا چھوٹا بچہ جسے آپؐ نے دیکھا تھا اس کا انتقال ہو گیا (شاید اسی وجہ سے وہ نہیں آرہے ہیں)''تو نبی ﷺ نے ان سے ملاقات کی اور بچے کے بارے میں دریافت فرمایا، جب انہوں نے بتایا کہ اس بچے کا انتقال ہو گیا ہے تو آپؐ نے انہیں تسلّی دی پھر فرمایا: ''بتاؤ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ کیا یہ بات پسند ہے کہ وہ بچہ زندہ رہے یا یہ پسند ہے کہ وہ بچہ پہلے جائے اور جنت کا دروازہ تمہارے لیے کھولے اور جب تم پہنچو تو وہ تمہارا استقبال کرے۔'' اس شخص نے کہا''اے اللہ کے نبیؐ، مجھے یہی بات پسند ہے کہ وہ مجھ سے پہلے جنت میں جائے اور میرے لیے جنت کا دروازہ کھولے یہ بات مجھے زیادہ پسند ہے۔''تو آپؐ نے فرمایا کہ''یہ بچہ اس لیے تمہاری زندگی میں مرا ہے تاکہ وہ تمہارے لیے جنت کا دروازہ کھولے۔''

نبیؐ سفر میں

〈۳۴۰〉 عَنْ جَابِرٍ قَالَ، كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَخَلَّفُ فِي الْمَسِيْرِ، فَيُزْجِي الضَّعِيْفَ وَ يُرْدِفُ وَ يَدْعُوْ لَهُمْ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، ''رسول اللہ ﷺ سفر میں قافلے کے پیچھے رہتے، کمزوروں کو چلاتے اور انہیں اپنی سواری پر پیچھے بٹھا لیتے اور ان کے لیے دُعا فرماتے۔''

نبیؐ اپنے رفقاء کے درمیان

﴿۳۴۱﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، كُنَّا يَوْمَ بَدْرٍ كُلَّ ثَلَاثَةٍ عَلٰى بَعِيْرٍ، فَكَانَ اَبُو الْبَابَةَ وَ عَلِيُّ بْنُ اَبِىْ طَالِبٍ زَمِيْلَىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فَكَانَتْ اِذَا جَآءَ تْ عُقْبَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَا نَمْشِىْ عَنْكَ، قَالَ مَآ اَنْتُمَا بِاَقْوىٰ مِنِّىْ، وَمَآ اَنَا اَغْنٰى عَنِ الْاَجْرِ مِنْكُمَا۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بدر کی لڑائی کے موقع پر ایک اونٹ پر تین آدمی ہوتے تھے (سواریوں کی قلت تھی) تو ابوالبابہ اور علی بن ابی طالبؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب نبی ﷺ کی باری پیدل چلنے کی آتی تو دونوں کہتے کہ ”آپؐ سوار ہو کر چلیں ہم پیدل چلیں گے۔“ نبی ﷺ فرماتے کہ ”تم دونوں مجھ سے طاقت ور نہیں ہو اور تم دونوں سے زیادہ پیدل چلنے کے اجر کا طالب میں ہوں۔“

﴿۳۴۲﴾ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: تَكَلَّمَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ كَلِمَةً فِيْهَا مَوْجِدَةٌ عَلَى النَّبِىِّ ﷺ فَلَمْ تُقِرَّنِىْ نَفْسِىْ اَنْ اَخْبَرْتُ بِهَا النَّبِىَّ ﷺ فَلَوَدِدْتُّ اَنِّىْ افْتَدَيْتُ مِنْهَا بِكُلِّ اَهْلٍ وَّ مَالٍ، فَقَالَ: قَدْ اٰذُوْ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَصَبَرَ، ثُمَّ اَخْبَرَ اَنْ نَبِيًّا كَذَّبَهٗ قَوْمُهٗ وَ شَجُّوْهُ حِيْنَ جَآءَ هُمْ بِاَمْرِ اللّٰهِ فَقَالَ وَ هُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِىْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، انصار میں سے ایک آدمی نے نبی ﷺ کی شان میں ایک ایسی بات کہی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اُسے نبی ﷺ پر غصہ ہے تو میں برداشت نہیں کر سکا اور جا کر نبی ﷺ کو یہ بات بتائی تو مجھے یہ بات پہنچانے پر بہت افسوس ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ”حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے زیادہ ایذا دی گئی اور انہوں نے صبر کیا۔“ پھر آپؐ نے فرمایا کہ ”ایک نبی تھے جن کو ان کی قوم نے جھٹلایا، اور ان کو پتھر مار کر زخمی کر دیا تو اس نبی نے اپنے چہرے سے خون پونچھتے ہوئے یہ کہا کہ ”اے اللہ، میری قوم کو معاف فرما دیجیے اس لیے کہ وہ نہیں جانتے ہیں۔“

خطرات میں پیش پیش

〈۳۴۳〉 قَالَ الْبَرَآءُ بْنُ عَازِبٍؓ كُنَّا وَاللّٰهِ اِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ نَتَّقِيْ بِهٖ، وَ اِنَّ الشُّجَاعَ مِنَّا لَلَّذِيْ يُحَاذِيْ بِهٖ يَعْنِي النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (بخاری)

ترجمہ: ”حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، بہ خدا جب لڑائی ہوتی تو آپؐ ہم سب کے آگے ہوتے اور ہم آپؐ کے ذریعہ اپنا بچاؤ کرتے، اور ہم میں سب سے زیادہ بہادر وہ سمجھا جاتا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا۔“

تربیت کے لیے اظہارِ عیب

〈۳۴۴〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، مَآ اَظُنُّ فُلَانًا وَّ فُلَانًا يَّعْرِفَانِ مِنْ دِيْنِنَا شَيْئًا۔

(بخاری —— عائشہؓ)

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، دو آدمیوں کے بارے میں فرمایا، ”میرا خیال یہ ہے کہ فلاں اور فلاں شخص ہمارے دین کو کچھ نہیں سمجھتے۔“

تشریح: یعنی یہ دونوں آدمی نہ تو دین سیکھتے ہیں اور نہ یہ جانتے ہیں کہ اس دین کے کیا مطالبات اور کیا تقاضے ہیں، یہ دونوں شخص کون ہیں ان کے نام حضرت عائشہؓ نے نہیں لیے ہیں غالب گمان یہ ہے کہ یہ دونوں منافقین میں سے ہوں گے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نصح و خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ اجتماعی معاملات کے ذمّہ دار لوگ اپنے وابستگان جماعت میں سے کسی کے خلاف اظہار رائے کریں تو یہ غیبت میں شمار نہ ہوگا لیکن یہ راہ بہت پُر خطر ہے اس میں بہت سنبھل کر قدم رکھنا ہوگا۔

رفقاء کار کے ساتھ صحیح تعلق

〈۳۴۵〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، لَا يُبَلِّغُنِيْ اَحَدٌ مِنْ اَصْحَابِيْ عَنْ اَحَدٍ شَيْئًا، فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَيْكُمْ وَ اَنَا سَلِيْمُ الصَّدْرِ۔ (ابوداؤد —— ابن مسعودؓ)

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”میرے

ساتھیوں میں سے کوئی اپنے کسی ساتھی کے بارے میں مجھے کچھ نہ پہنچائے کیوں کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں تم لوگوں کے پاس سے اس حال میں آؤں کہ میرا سینہ پاک وصاف ہو۔"

تشریح: مطلب یہ ہے کہ بلا تحقیق کوئی کسی کے بارے میں آکر مجھ سے کچھ نہ کہے، اس لیے کہ سب میرے ساتھی ہیں اور کسی کے بارے میں اگر کچھ مجھے بتایا جائے گا تو میرے دل پر اس کا اثر پڑے گا اور اس کے خلاف کسی نہ کسی درجے میں بدگمانی قائم ہوگی۔

یہاں یہ بات نوٹ کرنے کی ہے کہ بلا تحقیق بات پہنچانے سے آپؐ نے روکا ہے، اور یہ چیز قرآن میں بصراحت بیان ہوئی ہے۔

﴿۳۴۶﴾ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهٖ وَلَا امْرَأَةً وَّلَا خَادِمًا اِلَّآ اَنْ يُّجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَمَا نِيْلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهٖ اِلَّآ اَنْ يُّنْتَهَكَ شَيْءٌ مِّنْ مَّحَارِمِ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ تَعَالٰى۔ (مسلم)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، نہ کسی بیوی کو مارا نہ کسی خادم کو اور نہ کسی اور کو۔ ہاں البتہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے دین کے دشمنوں کو ضرور مارا ہے۔ اور آپؐ کو کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی گئی کہ آپؐ نے تکلیف پہنچانے والے سے بدلہ لیا ہو۔ البتہ جب کوئی شخص اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرتا تو خدا کی خاطر اس سے بدلہ لیتے (سزا دیتے)۔"

معاملات کی صفائی

﴿۳۴۷﴾ عَنِ الْعَدَّآءِ بْنِ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ قَالَ كَتَبَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كِتَابًا، "هٰذَا مَا اشْتَرَى الْعَدَّاءُ بْنُ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِشْتَرٰى مِنْهُ عَبْدًا اَوْ اَمَةً لَّا دَآءَ وَلَا غَآئِلَةَ وَلَا خُبْثَةَ، بَيْعُ الْمُسْلِمِ لِلْمُسْلِمِ۔" (ترمذی)

ترجمہ: "عداء بن خالد بن ہوذہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے ایک دستاویز لکھی، اس کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے، "عداء بن خالد ابن ہوذہ نے اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک غلام خریدا جس کے اندر نہ تو کوئی بیماری ہے اور نہ کوئی اخلاقی خرابی وخباثت ہے، ایک بیع ہے مسلمان کی مسلمان کے ہاتھ (جس میں کسی طرح کی دھوکے بازی نہیں کی گئی ہے)۔""

﴿۳۴۸﴾ عَنِ السَّآئِبِ بْنِ اَبِی السَّآئِبِ اَنَّہٗ قَالَ لِلنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم، کُنْتَ شَرِیْکِیْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ، فَکُنْتَ خَیْرَ شَرِیْکٍ لَّا تُدَارِیْنِیْ وَلَا تُمَارِیْنِیْ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: سائب بن ابی السائب نے کسی موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، ''ہم آپؐ جاہلیت کے زمانہ میں شرکت میں کاروبار کرتے، لیکن آپؐ نے نہ تو کبھی دھوکہ بازی کی اور نہ جھگڑا کیا (جیسا کہ کاروبار میں شریک لوگ کرتے ہیں)۔''

﴿۳۴۹﴾ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رضی اللہ عنہا اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ فِیْ بَیْتِھَا، فَدَعَا وَصِیْفَۃً لَّہٗ اَوْلَھَا، فَاَبْطَاتْ فَاسْتَبَانَ الْغَضَبُ فِیْ وَجْھِہٖ، فَقَامَتْ اُمُّ سَلَمَۃَ اِلَی الْحِجَابِ فَوَجَدَتِ الْوَصِیْفَۃَ تَلْعَبُ، وَ مَعَہٗ سِوَاکٌ، فَقَالَ لَوْلَا خَشْیَۃُ الْقَوَدِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لَاَوْجَعْتُکِ بِھٰذَا السِّوَاکِ۔ (الادب المفرد)

ترجمہ: ''حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے یہاں تشریف رکھتے تھے، آپؐ نے ایک خادمہ کو بُلایا، یہ اُمّ سلمہؓ کی خادمہ تھیں یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی، اس نے آپؐ کے پاس پہنچنے میں دیر لگائی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ اُمّ سلمہؓ نے اسے محسوس کرلیا تو وہ پردے کے قریب اُٹھ کر گئیں اور خادمہ کو کھیلتے ہوئے پایا، غرض وہ خادمہ آئی، آپؐ نے فرمایا کہ ''اگر قیامت کے دن تیرے بدلہ لینے کا اندیشہ مجھ کو نہ ہوتا تو اس مسواک سے میں تجھے مارتا، اس وقت آپؐ کے ہاتھ میں مسواک تھی۔''

تشریح: یہ غصہ آپؐ کی اپنی ذات کے لیے تھا کہ خادمہ آخر آواز دینے پر آئی کیوں نہیں، اس حالت میں اگر اسے سزا دیتے تو قیامت کے دن باز پرس کا اندیشہ تھا، اس لیے آپؐ نے سزا نہیں دی۔ اس سے پہلے وہ حدیث آچکی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص اپنے غلام کو ظلماً ایک کوڑا مارے گا تو قیامت کے دن اس سے بدلہ لیا جائے گا، اور اسی باب میں وہ حدیث آچکی ہے جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا۔

حقوق العباد کی اہمیت

﴿۳۵۰﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اِتَّخَذْتُ عِنْدَکَ عَھْدًا لَّنْ تُخْلِفَنِیْہِ، فَاِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ، فَاَیُّ الْمُسْلِمِیْنَ اٰذَیْتُہٗ شَتَمْتُہٗ، لَعَنْتُہٗ، جَلَدْتُّہٗ، فَاجْعَلْھَا لَہٗ صَلٰوۃً وَّ زَکٰوۃً وَ قُرْبَۃً تُقَرِّبُہٗ بِھَآ اِلَیْکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ (متفق علیہ — ابوہریرہؓ)

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''اے اللہ، میں نے تجھ سے ایک وعدہ لے لیا ہے (قبولیتِ دعا کا وعدہ) جس کی تو ہرگز خلاف ورزی نہ کرے گا۔ میں انسان ہوں تو جس کسی مسلمان کو میں نے تکلیف دہ بات کہی ہو، برا بھلا کہا ہو، اس پر لعنت کی ہو، اسے کوڑے مار دیئے ہوں تو میرے فعل کو اس مظلوم کے لیے قیامت کے دن سببِ رحمت و مغفرت اور ذریعۂ قربت بنا دے۔''

تشریح: یہ ہے حقوق العباد کی اہمیت کہ اگر کسی کو بالفرض ناحق ایذا دی ہو، مار دیا ہو اور متعین طور پر معلوم نہیں کہ اس سے جا کر معافی مانگی جائے تو اس کے حق میں پیغمبر ﷺ دعا فرماتے ہیں کہ اے اللہ اس کی مظلومیت کو مغفرت کا ذریعہ بنا دے۔

یہاں پر مرض الموت کا واقعہ سننے کے لائق ہے۔ آپؐ کو شدید بخار تھا، سر میں شدید درد تھا۔ درد کی شدت کی وجہ سے آپؐ نے سر پر رومال باندھ رکھا تھا۔ اسی حالت میں فضل بن عباسؓ سے کہتے ہیں، ''مجھے مسجد لے چلو اور لوگوں کو جمع کرو۔''

جب لوگ آ گئے تو آپؐ منبر پر تشریف لے گئے۔ اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر آپؐ نے فرمایا: ''میں تمہارے درمیان سے جلد چلا جانے والا ہوں، پس جس شخص کی پیٹھ پر میں نے کوڑا مارا ہو تو یہ میری پیٹھ حاضر ہے اس کو یہیں مجھ سے بدلہ لے لینا چاہیے۔ اور جس شخص کو میں نے ناحق بُرا بھلا کہا ہو تو میں یہاں موجود ہوں اپنا بدلہ لے لے۔ اور جس شخص کا میرے ذمہ کوئی مال ہو تو مجھ سے وصول کر لے۔ اور میری طرف سے دشمنی کا اندیشہ نہ کرے (کہ میں بعد میں اس کی کسر نکالوں گا) اس لیے کہ یہ میری شان کے منافی ہے۔ تم میں سب سے زیادہ میرا محبوب وہ ہے جو مجھ سے اپنا حق دنیا ہی میں وصول کر لے یا پھر خوشی خوشی معاف کر دے تاکہ میں اپنے رب کے پاس خوش خوش جاؤں۔ اے لوگو، جس نے کسی کا حق دبا لیا ہو وہ صاحبِ حق کو لوٹا دے اور دُنیا میں رُسوائی کا اندیشہ نہ کرے ورنہ پھر آخرت کی رسوائی کے لیے تیار رہے جہاں کی رُسوائی، دُنیا کی رُسوائی سے سخت اور شدید ہوگی۔''

داعیانہ معاشی زندگی

﴿۳۵۱﴾ مَا رَأٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ النَّقِیَّ مِنْ حِیْنِ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ حَتّٰی قَبَضَهُ اللّٰهُ، وَ قَالَ مَا رَأٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُنْخَلًا مِّنْ حِیْنِ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ حَتّٰی قَبَضَهُ اللّٰهُ، قِیْلَ

كَيفَ كُنتُم تَاكُلُونَ الشَّعِيرَ غَيرَ مَنخُولٍ؟ قَالَ كُنَّا نَطحَنُهُ وَ نَنفُخُهُ فَيطِيرُ مَا طَارَ وَمَا بَقِيَ ثَرَّينَاهُ فَاكَلنَاهُ۔ (بخاری ـــــ سہل بن سعدؓ)

ترجمہ: ''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''نبوت کے بعد سے زندگی بھر نبی ﷺ نے میدہ کا آٹا نہیں دیکھا۔'' نیز سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ ''جب سے آپؐ کو اللہ نے نبی بنایا اُس وقت سے لے کر وصال تک چھنا ہوا آٹا نہیں دیکھا۔'' پوچھا گیا کہ بغیر چھنے ہوئے آٹے کو آپ لوگ کیسے کھاتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا ''ہم جو کو پیستے تھے اور آٹے کو منہ سے پھونک مارتے تھے کچھ بھوسی اُڑ جاتی اور بقیہ کی روٹی پکاتے اور کھا لیتے۔''

تشریح: سوال یہ ہے کہ میدہ کا آٹا آپؐ نے کیوں نہیں دیکھا؟ چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کیوں نہیں کھائی؟ کیا آپؐ کو گیہوں نہیں ملتا تھا؟ بات دراصل یہ ہے کہ آپؐ سب کچھ حاصل کر سکتے تھے لیکن آپؐ نے یہ پسند نہیں فرمایا، اس لیے کہ اُمت کو سادگی کی تعلیم دینی مقصود تھی اور عیش کوشی سے بچانا مدّنظر تھا اس لیے آپؐ نے ایسا کیا۔

نیز یہ بات بھی سمجھ لینے کی ہے کہ جو لوگ دین کا کام کرنے اُٹھتے ہیں تو ان پر یہ مرحلہ بھی آتا ہے کہ انہیں اپنی زندگی کے معیار کو گرانا پڑتا ہے اور بھوک پیاس اور دوسرے امتحانوں سے گزرنا پڑتا ہے۔

﴿۳۵۲﴾ ذَكَرَ عُمَرُ بنُ الخَطَّابِؓ مَآ اَصَابَ النَّاسُ مِنَ الدُّنيَا، فَقَالَ لَقَد رَأَيتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَظَلُّ اليَومَ يَلتَوِي مَا يَجِدُ دَقَلاً يَّملأُ بِهٖ بَطنَهُ۔

(مسلم ـــــ نعمان بن بشیرؓ)

ترجمہ: ''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بات یاد آئی کہ آج لوگوں کے پاس کتنی دولت اور جائداد ہے، اس ضمن میں فرمایا کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ پورا دن گزر جاتا بھوک سے تڑپتے ہوئے، ردی کھجور بھی اس مقدار میں نہیں پاتے کہ اس سے اپنی بھوک مٹا لیتے۔''

تشریح: یہ حالت ہر زمانے میں حق کی دعوت دینے والوں کو پیش آسکتی ہے۔

﴿۳۵۳﴾ وَ عَن اَبِي هُرَيرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ قَالَ: اِن كَانَ لَيَمُرُّ بِاٰلِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

اَلْاَهِلَّةُ مَا يُسْرَجُ فِيْ بَيْتِ اَحَدٍ مِّنْهُمْ سِرَاجٌ، وَلَا يُوْقَدُ فِيْهِ نَارٌ اِنْ وَجَدُوْا زَيْتًا ادَّهَنُوْا بِهٖ۔ (ترغیب وترہیب جلد:۴)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ، نبی ﷺ کے گھر والوں پر کئی مہینے اس حال میں گزر جاتے کہ ان میں سے کسی کے یہاں چراغ نہ جلتا، اور نہ آگ جلانے کی نوبت آتی۔ اگر زیتون کا تیل مل جاتا تو سر پر لگا لیتے۔“

تشریح: یہ اس زمانے کا حال بیان ہو رہا ہے جب کہ کفر و اسلام کی کش مکش برپا تھی۔ ساری توجہ دین کو بچانے میں لگی ہوئی تھی۔ صرف پانی اور کھجور پر گزارا کرنا پڑتا تھا، کھانا پکانے کی نوبت نہیں آتی تھی۔

﴿۳۵۴﴾ عَنِ الشِّفَآءِ بِنْتِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَسْأَلُهُ، فَجَعَلَ يَعْتَذِرُ اِلَيَّ، وَ اَنَا اَلُوْمُهُ۔ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَخَرَجْتُ، فَدَخَلْتُ عَلَى ابْنَتِيْ، وَ هِيَ تَحْتَ شُرَحْبِيْلَ بْنِ حَسَنَةَ فَوَجَدْتُّ شُرَحْبِيْلَ فِي الْبَيْتِ، فَقُلْتُ: قَدْ حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، وَ اَنْتَ فِي الْبَيْتِ؟ وَ جَعَلْتُ اَلُوْمُهُ؛ فَقَالَ يَا خَالَةُ، لَا تَلُوْمِيْنِيْ؛ فَاِنَّهُ كَانَ لِيْ ثَوْبٌ فَاسْتَعَارَهُ النَّبِيُّ ﷺ: فَقُلْتُ بِاَبِيْ وَ اُمِّيْ كُنْتُ اَلُوْمُهُ مُنْذُ الْيَوْمَ؛ وَ هٰذِهٖ حَالُهُ، وَلَا اَشْعُرُ؛ فَقَالَ شُرَحْبِيْلُ، مَا كَانَ اِلَّا دِرْعٌ رَقَّعْنَاهُ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ طبرانی وبیہقی)

ترجمہ: ”حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تاکہ کچھ مال حاصل کروں لیکن آپؐ نے معذرت کر دی (اس پر میرا دل مطمئن نہیں ہوا اور میں نے آپؐ پر خفگی کا اظہار کیا) اور جب نمازِ باجماعت کا وقت قریب آیا تو میں نکلی اور اپنی بیٹی کے یہاں گئی تو اس کے شوہر شرحبیل ابن حسنہ کو گھر میں پایا۔ میں نے کہا: ”نماز کا وقت آ گیا اور تم ابھی گھر میں ہو“ اور ان پر خفا ہوتی رہی، تو انہوں نے کہا کہ ”اے خالہ! آپؐ مجھے ملامت نہ کریں میرے پاس ایک ہی کپڑا تھا وہ مجھ سے نبی ﷺ نے اپنے استعمال کے لیے بطورِ عاریت لے لیا ہے (میرے پاس دوسرا کپڑا نہیں ہے اس لیے میں مسجد نہیں گیا)۔“ تو میں نے کہا ”میرے ماں باپ نبیؐ پر قربان، میں آج ان پر خفا ہو رہی تھی اور ان کی اس حالت کا مجھ کو علم نہیں تھا“، شرحبیل کہتے ہیں کہ ”ہمارے پاس ایک ہی پھٹا کرتا تھا جس میں ہم نے پیوند لگا رکھا تھا۔“

﴿۳۵۵﴾ نَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلٰی حَصِیْرٍ، فَقَامَ وَ قَدْ اَثَّرَ فِیْ جَنْبِہٖ، فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوِاتَّخَذْنَا لَکَ وِطَاءً، فَقَالَ مَالِیْ وَ لِلدُّنْیَا؟ مَآ اَنَا فِی الدُّنْیَآ اِلَّا کَرَاکِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَۃٍ ثُمَّ رَاحَ وَ تَرَکَھَا۔ (ترمذی ـــــ ابن مسعودؓ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر سوئے، جب آپؐ اُٹھے تو چٹائی کے نشانات آپؐ کے پہلو میں ہم نے دیکھے تو ہم نے کہا، ''اے اللہ کے رسولؐ! اگر ہم آپؐ کے لیے کوئی گدّا بنادیں تو کیسا رہے گا۔'' آپؐ نے فرمایا ''مجھے دنیا سے کیا مطلب؟ میں تو دنیا میں اس مسافر کی طرح ہوں جس نے کسی درخت کے سائے میں تھوڑی دیر تک آرام کیا پھر درخت اور درخت کے سائے کو چھوڑ کر سفر پر روانہ ہوگیا۔''

تشریح: غالباً یہ اُس دَور کا واقعہ ہے جب عرب میں کفر و اسلام کی کش مکش کا خاتمہ ہو چکا تھا، جاہلیت اور جاہلی نظام کا چراغ بجھ چکا تھا، اور اسلام اور مسلمانوں کے ہاتھ میں سیاسی اقتدار آچکا تھا۔ ایسی حالت میں آپ ﷺ کی سادہ زندگی کا نمونہ بعد میں آنے والے اُمّتیوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ ان کے سوچنے کا انداز کیا ہو۔

﴿۳۵۶﴾ رُوِیَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: حَجَّ النَّبِیُّ ﷺ عَلٰی رَحْلٍ رَثٍّ وَّ قَطِیْفَۃٍ خَلَقَۃٍ تُسَاوِیْ اَرْبَعَۃَ دَرَاھِمَ اَوْلَا تُسَاوِیْ۔ (ترمذی)

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، ''نبی ﷺ نے ایک پھٹے پرانے کجاوے اور پرانی چادر میں حج کیا۔ اس چادر کی قیمت چار درہم رہی ہوگی یا چار درہم کے برابر بھی نہیں رہی ہوگی۔!''

تشریح: یہ آخری حج (حجۃ الوداع) کے موقع پر آپؐ کی سادگی کا حال بیان ہو رہا ہے جب پورا ملک اسلام کے قبضے میں آچکا تھا۔

﴿۳۵۷﴾ مَا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عِنْدَ مَوْتِہٖ دِرْھَمًا وَّلَا دِیْنَارًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَآ اَمَۃً وَّلَا شَیْئًا اِلَّا بَغْلَتَہُ الْبَیْضَآءَ الَّتِیْ کَانَ یَرْکَبُھَا وَ سِلَاحَہٗ وَ اَرْضًا جَعَلَھَا لِابْنِ السَّبِیْلِ صَدَقَۃً۔ (بخاری ـــــ عمرو بن حارثؓ)

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، ''رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے

وقت نہ کوئی درہم چھوڑا نہ کوئی دینار، نہ کوئی غلام نہ باندی اور نہ کوئی دوسری چیز، سوائے اس مادہ خچر کے جس کا رنگ سفید تھا، جس پر آپؐ سواری کرتے تھے، اور بجز اپنے ہتھیار اور کچھ زمین کے اور اسے بھی آپؐ نے خدا کی راہ میں صدقہ کر دیا تھا۔"

〈۳۵۸〉 عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّهٗ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، لَقَدْ اُخِفْتُ فِی اللّٰهِ وَمَا یُخَافُ اَحَدٌ، وَّ لَقَدْ اُوْذِیْتُ فِی اللّٰهِ وَمَا یُؤْذیٰ اَحَدٌ، وَّ لَقَدْ اَتَتْ عَلَیَّ ثَلٰثُوْنَ مِنْ بَیْنِ لَیْلَةٍ وَّ یَوْمٍ، وَ مَالِیَ وَ لِبِلَالٍ طَعَامٌ یَّاْکُلُهٗ ذُوْکَبِدٍ، اِلَّا شَیْءٌ یُّوَارِیْهِ اِبِطُ بِلَالٍ۔
(ترمذی)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مجھے دین کی دعوت دینے کے سلسلے میں جتنا خوف زدہ کیا گیا اتنا کسی اور کو کیا نہیں جا سکتا، اور خدا کے دین کی دعوت کی راہ میں مجھے اتنی اذّیتیں دی گئیں جو کسی دوسرے کو نہیں دی گئیں، تیس دن اور تیس راتیں ایسی گزری ہیں کہ میرے پاس اور میرے رفیقِ سفر بلالؓ کے پاس کوئی بھی کھانے کی چیز نہ تھی، سوائے اس تھوڑی سی چیز کے جس کو بلالؓ اپنی بغل میں دبائے ہوئے تھے۔"

تشریح: غالباً یہ طائف کا دعوتی سفر ہے۔ اس سفر میں بہت سی مشکلات پیش آئی ہیں، اس سفر میں سوائے تھوڑی سی کھجوروں کے اور کوئی غذائی سامان نہ تھا۔

اوپر خوف و ہراس پیدا کرنے اور ایذاء دینے کا ذکر ہے، دہشت انگیزی، ایذاء کوشی اور بھوک سے اس راہ میں سابقہ پڑتا ہے، یہی کچھ اس راہ میں ہمیشہ پیش آئے گا۔

〈۳۵۹〉 وَ عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَرَأَیْتُهٗ مُتَغَیِّرًا، فَقُلْتُ: بِاَبِیْ اَنْتَ، مَالِیْ اَرَاکَ مُتَغَیِّرًا؟ قَالَ: مَا دَخَلَ جَوْفِیْ مَا یَدْخُلُ جَوْفَ ذَاتِ کَبِدٍ مُنْذُ ثَلَاثٍ۔ قَالَ فَذَهَبْتُ فَاِذَا یَهُوْدِیٌّ یَسْقِیْ اِبِلًا لَّهٗ، فَسَقَیْتُ لَهٗ عَلٰی کُلِّ دَلْوٍ بِتَمْرَةٍ، فَجَمَعْتُ تَمْرًا، فَاَتَیْتُ بِهِ النَّبِیَّ ﷺ: فَقَالَ: مِنْ اَیْنَ لَکَ یَا کَعْبُ؟ فَاَخْبَرْتُهٗ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَتُحِبُّنِیْ یَا کَعْبُ؟ قُلْتُ بِاَبِیْ اَنْتَ نَعَمْ: قَالَ: اِنَّ الْفَقْرَ اَسْرَعُ اِلٰی مَنْ یُّحِبُّنِیْ مِنَ السَّیْلِ اِلٰی مَعَادِنِهٖ، وَ اِنَّهٗ سَیُصِیْبُکَ بَلَآءٌ، فَاَعِدَّ لَهٗ تَجْفَافًا۔
(ترغیب وترہیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپؐ کا چہرہ اترا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا "میرا باپ آپؐ پر قربان، آپؐ کا چہرہ کیوں اترا ہوا ہے۔" آپؐ نے بتایا کہ "تین دن ہو گئے پیٹ میں ایک دانہ نہیں گیا ہے۔" کعب بن عجرہؓ کہتے ہیں کہ "میں گیا تاکہ آپؐ کے لیے کچھ انتظام کروں۔ دیکھا کہ ایک یہودی اپنے اونٹوں کو ڈول سے پانی بھر بھر کر پلا رہا ہے، میں اس سے ہر ڈول پر ایک کھجور کا معاملہ کر کے ڈول بھرنے لگا۔ اس طرح میں نے بہت سی کھجوریں اکٹھی کیں، انہیں لے کر حضور ﷺ کے پاس آیا۔" آپؐ نے پوچھا "یہ تمہیں کہاں سے ملیں۔" تو میں نے واقعہ بتایا۔ تب نبی ﷺ نے پوچھا "اے کعب کیا تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟ میں نے کہا "ہاں آپؐ پر میرا باپ قربان ہو۔" آپؐ نے کہا "جو لوگ مجھے محبوب بناتے ہیں ان کی طرف فقر و فاقہ اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ بڑھتا ہے جتنا تیز سیلابی پانی ڈھلوان کی طرف بڑھتا ہے۔ اے کعب، تمہیں بھی امتحان سے دوچار ہونا پڑے گا تو فقر و فاقہ اور معاشی تنگی کا مقابلہ کرنے کے لیے ہتھیار فراہم کر لو۔

تشریح: اقتصادی مار اور معاشی تنگی کا مقابلہ جس ہتھیار سے کیا جا سکتا ہے وہ ہے خدا کی محبت، آخرت کی فکر، حساب کے دن کی یاد، جہنم کا ڈر، جنت کا شوق اور ربِ رحیم سے ملاقات کی بھڑکتی ہوئی تمنا اور ہمہ وقت بے چین رکھنے والی آرزو۔

اُسوۂ صحابہؓ

صحابہؓ کو نمونہ بناؤ

﴿۳۶۰﴾ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا، فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ، فَاِنَّ الْحَيَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ. اُولٰٓئِکَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم، كَانُوْا اَفْضَلَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبَرَّهَا قُلُوْبًا، وَ اَعْمَقَهَا عِلْمًا، وَ اَقَلَّهَا تَكَلُّفًا، اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَلِاِقَامَةِ دِيْنِهٖ، فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ، وَاتَّبِعُوْهُمْ عَلٰى اٰثَرِهِمْ، وَ تَمَسَّكُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ اَخْلَاقِهِمْ وَ سِيَرِهِمْ، فَاِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيْمِ۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص پیروی کرنا چاہے تو ان لوگوں کی پیروی کرنی چاہیے جو وفات پا چکے ہیں اس لیے کہ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے اس وقت تک اس کے فتنہ میں پڑنے اور دینِ حق سے ہٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ وہ لوگ جن کی پیروی کرنی ہے اصحابِ محمدؐ ہیں، یہ لوگ اس اُمّت کے افضل ترین افراد تھے، ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری تھی، وہ دین کا گہرا علم رکھتے تھے اور تکلف سے دور تھے۔ ان لوگوں کو اللہ نے اپنے نبیؐ کا ساتھ دینے کے لیے اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لیے منتخب فرمایا تھا، پس اے مسلمانو! تم ان کا مقام پہچانو، ان کے پیچھے چلو اور اُن کے اخلاق و سیرت کو اپنے امکان بھر مضبوطی سے پکڑو اس لیے کہ یہ لوگ صراطِ مستقیم پر تھے، خدا کی بتائی ہوئی سیدھی راہ پر تھے۔“

تشریح: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے لمبی عمر پائی اور زیادہ تر اصحابِ نبیؐ وفات پا چکے تھے، انہوں نے دیکھا کہ نبوت کا زمانہ جتنا دور ہوتا جاتا ہے اتنا ہی لوگوں کے اندر خرابیاں آتی جارہی ہیں اور مختلف گروہ مختلف لوگوں کو اپنا پیشوا بنا رہے ہیں۔ اس لیے انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ اصحابِ نبیؐ کی پیروی کرو، ان کو اپنا مقتدیٰ اور پیشوا بناؤ اور ان کی سیرت و اخلاق کو اپناؤ۔

ہر کام خدا کی خوش نودی کے لیے کرو

〈۳۶۱〉 وَ عَنْ اَبِیْ اِدْرِیْسَ الْخَوْلَانِیِّ قَالَ: دَخَلْتُ مَسْجِدَ دِمَشْقَ فَاِذَا فَتًی بَرَّاقُ الثَّنَایَا وَ اِذَا النَّاسُ مَعَهٗ فَاِذَا اخْتَلَفُوْا فِیْ شَیْءٍ اَسْنَدُوْهُ اِلَیْهِ، وَ صَدَرُوْ عَنْ رَّأْیِهٖ، فَسَأَلْتُ عَنْهُ فَقِیْلَ: هٰذَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، فَلَمَّا کَانَ مِنَ الْغَدِ هَجَّرْتُ فَوَجَدْتُّهٗ قَدْ سَبَقَنِیْ بِالتَّهْجِیْرِ، وَ وَجَدْتُّهٗ یُصَلِّیْ فَانْتَظَرْتُهٗ حَتّٰی قَضٰی صَلَاتَهٗ، ثُمَّ جِئْتُهٗ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهٖ، فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ، ثُمَّ قُلْتُ لَهٗ: وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ لِلّٰهِ، فَقَالَ: آللّٰهِ. فَقُلْتُ: آللّٰهِ. فَقَالَ: آللّٰهِ. فَقُلْتُ: آللّٰهِ. فَاَخَذَ بِحُبْوَةِ رِدَائِیْ، فَجَذَبَنِیْ اِلَیْهِ، فَقَالَ: اَبْشِرْ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی: وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ، وَ لِلْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ، وَ لِلْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ مؤطا امام مالکؒ)

ترجمہ: ابوادریس خولانی کہتے ہیں کہ میں دمشق کی جامع مسجد میں گیا، وہاں میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جن کے دانت بہت زیادہ چمک دار اور سفید تھے اور بہت سے لوگ ان کے گرد بیٹھے تھے یہ لوگ آپس میں بحث و مذاکرہ کرتے اور جب رایوں کا اختلاف ہوتا تو شخص مذکور کی طرف رجوع کرتے اور جو کچھ وہ فرماتے اسے قبول کر لیتے۔ میں نے پوچھا کہ "یہ کون شخص ہیں۔" مجھے بتایا گیا کہ یہ معاذ بن جبلؓ ہیں۔ جب دوسرا دن آیا تو میں ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے اوّل وقت مسجد میں پہنچا تو دیکھا کہ معاذ بن جبلؓ مجھ سے پہلے پہنچ چکے ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے انتظار کیا اور جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ان کے سامنے آیا، انہیں سلام کیا۔ پھر میں نے کہا "بہ خدا میں اللہ کے لیے آپ سے محبت رکھتا ہوں۔" انہوں نے کہا، "ہاں کیا اللہ کے لیے؟" میں نے کہا "ہاں اللہ کے لیے۔" یہ بات انہوں نے دوبارہ کہی اور میں نے دوبارہ جواب دیا۔ تو انہوں نے میری چادر پکڑ کر اپنی طرف کھینچی اور کہا "تمہیں بشارت ہو، میں نے

نبی ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ ’’ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے، میں اُن لوگوں سے لازماً محبت رکھتا ہوں جو محض میرے لیے محبت رکھتے ہوں گے، اور محض میرے لیے ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہوں گے، اور محض میری خاطر ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہوں۔‘‘

ایمان پر شیطانی حملہ

〈۳۶۲〉 اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ جَآءَہٗ رَجُلٌ، فَقَالَ اِنِّیْ اُحَدِّثُ نَفْسِیْ بِالشَّیْءِ لَاَنْ اَکُوْنَ حُمَمَۃً اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَتَکَلَّمَ بِہٖ، قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَدَّ اَمْرَہٗ اِلَی الْوَسْوَسَۃِ۔ (ابوداؤد، ابن عباسؓ)

ترجمہ: ’’حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا ’’اے اللہ کے رسولؐ، میرے جی میں اتنے بُرے بُرے خیالات آتے ہیں کہ اُن کو زبان پر لانے سے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں جل کر کوئلہ ہو جاؤں۔‘‘ تو آپؐ نے فرمایا ’’شکر ہے اللہ کا جس نے مومن کے اس طرح کے خیالات کو وسوسہ کی طرف پھیر دیا۔‘‘

تشریح: اس شخص کے دل میں ایمان واسلام کے خلاف باتیں آرہی تھیں، اس لیے وہ پریشان ہو کر نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپؐ نے اس کو تسلّی دی اور فرمایا کہ گھبرانے اور پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے، مومن کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے شیطان اس طرح کی وسوسہ اندازیاں کرتا ہے تو شیطان تو اپنا کام ضرور کرے گا اور مومن کا کام یہ ہے کہ اس طرح کے خیالات جب آئیں تو ان کو ہٹانے کی کوشش کرے۔ اس طرح کے خیالات کا آنا بُری بات نہیں ہے وہ تو آئیں گے ہی، البتہ بُرے خیالات کے لیے دل اور ذہن ودماغ کے دروازے کھولے رکھنا اور اُن کی پرورش کرنا یہ بُری بات ہے۔

بُرے خیالات کا دل میں گزر

〈۳۶۳〉 جَآءَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ، فَسَأَلُوْہُ اِنَّا نَجِدُ فِیْٓ اَنْفُسِنَا مَا یَتَعَاظَمُ اَحَدُنَآ اَنْ یَّتَکَلَّمَ بِہٖ، فَقَالَ اَوَقَدْ وَجَدْتُّمُوْہُ؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ ذَاکَ صَرِیْحُ الْاِیْمَانِ۔ (مسلم ــــــ ابوہریرہؓ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپؐ کے کچھ صحابہؓ حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ”ہمارے دلوں میں بعض اوقات اتنے بُرے خیالات آتے ہیں جنہیں ہم بیان نہیں کر سکتے۔“ آپؐ نے فرمایا ”کیا واقعی اس طرح کے خیالات آتے ہیں؟“ انہوں نے کہا ”کہ ہاں!“ اس پر آپؐ نے فرمایا ”یہ تو تمہارے ایمانِ خالص کی دلیل ہے۔“

تشریح: مطلب یہ ہے کہ تمہارے دلوں میں بُرے خیالات کا آنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تمہارے پاس ایمان کا خزانہ ہے، شیطان اس طرح وسوسہ اندازی کر کے اس خزانے کو لوٹ لینا چاہتا ہے، تو یہ پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے، تمہیں اپنا کام کرنا ہے اور شیطان کو اپنا کام کرنا ہے، تم شیطانی وساوس سے پیہم کشاکش کرتے رہو بس یہ کافی ہے۔

خدائی احکام آسان ہیں

〈۳۶۴〉 عَنْ اُمَیْمَةَ بِنْتِ رُقَیْقَةَ قَالَتْ بَایَعْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ نِسْوَةٍ، فَقَالَ ”فِیْمَا اسْتَطَعْتُنَّ وَ اَطَقْتُنَّ، قُلْتُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَرْحَمُ بِنَا مِنَّا بِاَنْفُسِنَا۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ”امیمہ بنت رقیقہؓ فرماتی ہیں، میں نے کچھ عورتوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دین اور دینی احکام پر عمل کرنے کا عہد کیا، تو آپؐ نے ہم سے عہد لیتے وقت فرمایا: ”جتنا تمہارے بس میں ہو اور جہاں تک تم سے ہو سکے۔“ میں نے کہا: ”اللہ اور اس کا رسولؐ ہم پر اس سے زیادہ مہربان ہیں جتنا ہم اپنے اوپر مہربان ہو سکتے ہیں۔“

تشریح: حضرت امیمہؓ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اللہ و رسولؐ ہم سے زیادہ ہمارے خیر خواہ و مہربان ہیں۔ ان کی طرف سے آئی ہوئی ہدایات کبھی بھی ہماری استطاعت اور طاقت سے باہر ہو نہیں سکتی ہیں، لہٰذا اس شرط اور قید کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ یہ ہے اصحاب اور صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سوچنے کا انداز۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کتنی سچی بات فرمائی تھی ”یہ گہرا علم رکھنے والے لوگ تھے!“

نفاق کیا ہے؟

〈۳۶۵〉 عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَیْدٍ اَنَّ نَاسًا قَالُوْا لِجَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ

عَنۡهُمۡ: اِنَّنَا نَدۡخُلُ عَلٰى سُلۡطَانِنَا فَنَقُوۡلُ بِخِلَافِ مَا نَتَكَلَّمُ اِذَا خَرَجۡنَا مِنۡ عِنۡدِهٖ، فَقَالَ، كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا نِفَاقًا عَلٰى عَهۡدِ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ترغیب وترہیب بحوالۂ بخاری شریف)

ترجمہ: ''محمد بن زید کہتے ہیں کہ کچھ لوگ میرے دادا عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا کہ ''بادشاہ کی مجلس میں ہم کچھ اور کہتے ہیں، اور وہاں سے ہٹنے کے بعد کچھ اور کہتے ہیں (تو کیسا ہے)؟'' حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے جواب دیا کہ ''ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں اس کو منافقت کہتے تھے۔''

تشریح: ''سلطان'' سے بنو اُمیہ کی حکومت کے سربراہ مراد ہیں، عبداللہ بن عمرؓ یزید وغیرہ اموی بادشاہوں کے زمانے تک زندہ رہے، اموی دورِ حکومت پورے طور پر خلافتِ راشدہ کے ڈھنگ پر نہ تھا، بہت کچھ بگاڑ آچکا تھا۔

〈۳۶۶〉 سُئِلَ ابۡنُ عُمَرَؓ هَلۡ كَانَ اَصۡحَابُ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَضۡحَكُوۡنَ؟ قَالَ نَعَمۡ، وَالۡاِيۡمَانُ فِيۡ قُلُوۡبِهِمۡ اَعۡظَمُ مِنَ الۡجَبَلِ، وَ قَالَ بِلَالُ بۡنُ سَعۡدٍ اَدۡرَكۡتُهُمۡ يَشۡتَدُّوۡنَ بَيۡنَ الۡاَغۡرَاضِ وَ يَضۡحَكُ بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ، فَاِذَا كَانَ اللَّيۡلُ كَانُوۡا رُهۡبَانًا۔ (مشکوٰۃ ــــ قتادہؒ)

ترجمہ: ''حضرت قتادہؒ (تابعی) کہتے ہیں، کسی نے عبداللہ بن عمرؓ سے سوال کیا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ہنستے بھی تھے؟'' انہوں نے جواب دیا کہ ''ہاں وہ ہنستے تھے، اور ایمان ان کے دلوں میں اتنی مضبوطی سے جما ہوا تھا جتنا پہاڑ مضبوط ہوتا ہے۔'' اور بلال بن سعد کہتے ہیں کہ ''میں نے صحابۂ کرام کو دن میں دوڑ میں مقابلہ کرتے دیکھا ہے، اور انہیں ایک دوسرے سے ہنستے ہوئے بھی پایا ہے، لیکن جب رات ہوتی تو وہ راہب بن جاتے تھے۔''

تشریح: عام طور پر سمجھا یہ جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کو نہ ہنسنا چاہیے اور نہ دوڑ میں مقابلہ یا اسی طرح کا کوئی اور کام کرنا چاہیے کیوں کہ اسے دنیا کا کام سمجھا جاتا ہے، اسی لیے پوچھنے والوں نے یہ بات پوچھی۔ انہوں نے بتایا کہ ہنسنا اور دوڑ میں مقابلہ کرنا اور تیر اور نیزوں کی مشقیں یہ سب دنیا داری نہیں ہے بلکہ یہ دین کے کام ہیں۔ چناں چہ صحابہؓ یہ سب کام دن میں

کرتے تھے، البتہ رات کی تاریکی میں وہ صرف اپنے خدا سے دعا و مناجات کرتے اور نوافل اور تلاوت میں مشغول ہوتے۔ دن کے یہ شہسوار اور غازی رات کے راہب بن جاتے تھے۔

غیرتِ حق

﴿۳۶۷﴾ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ لَمْ یَکُنْ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مُتَحَزِّقِیْنَ وَلَا مُتَمَاوِتِیْنَ، وَ کَانُوْا یَتَنَاشَدُوْنَ الشِّعْرَ فِیْ مَجَالِسِھِمْ وَ یَذْکُرُوْنَ اَمْرَ جَاھِلِیَّتِھِمْ، فَاِذَا اُرِیْدَ اَحَدٌ مِّنْھُمْ عَلٰی شَیْءٍ مِّنْ اَمْرِ اللّٰہِ، دَارَتْ حَمَالِیْقُ عَیْنَیْہِ کَاَنَّہٗ مَجْنُوْنٌ۔ (الادب المفرد)

ترجمہ: ”حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرات تنگ دل اور تنگ ذہنیت نہیں رکھتے تھے، اور نہ ہی وہ اپنے آپ کو بہ تکلف مُردہ بنائے رکھتے، وہ لوگ تو اپنی مجلسوں میں شعر سنتے اور پڑھتے اور جاہلی زندگی اور اس کی تاریخ بیان کرتے۔ البتہ جب اُن سے خدا کے دین کے سلسلے میں کوئی نامناسب مطالبہ کیا جاتا تو ان کی آنکھوں کی پُتلیاں غصّہ کی وجہ سے اس طرح ناچنے لگتیں جیسے کہ وہ پاگل ہوگئے ہوں۔“

تشریح: مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ دوسرے مذاہب کے بزرگوں اور پیشواؤں کی طرح اپنے آپ کو لیے دیئے نہیں رہتے تھے کہ نہ کسی سے بولیں، نہ کسی کے پاس بیٹھیں اور ہر وقت مراقبے میں سر جھکائے پڑے رہیں۔ بلکہ وہ نہایت کشادہ ذہن کے لوگ تھے، ملتے جلتے تھے اور کسی گوشے میں سر جھکائے بیٹھے نہیں رہتے تھے۔ وہ موقع ہوتا تو اپنی مجلسوں میں شعر سنتے اور شعر پڑھتے اور جاہلیت کے دین اور اس کے طور طریق اور خرابیوں کا ذکر کرتے، البتہ ان کی سب سے زیادہ اُبھری ہوئی صفت یہ تھی کہ وہ اپنے اندر دین کے لیے شدید غیرت اور محبت رکھتے تھے۔ وہ دین میں رواداری اور مداہنت سے نا آشنا لوگ تھے، اگر کوئی خلافِ حق بات کرانے کی خواہش کرتا یا مطالبہ کرتا تو اُس وقت اُن کا پارہ چڑھ جاتا، پُتلیاں ناچنے لگتیں، گویا کہ وہ دیوانے ہوگئے ہیں۔

صحابہ کی معاشرت

‹۳۶۸› عَنْ بَکْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ کَانَ اَصْحَابُ النَّبِیِّ ﷺ یَتَبَادَحُوْنَ بِالْبِطِّیْخِ، فَاِذَا کَانَتِ الْحَقَائِقُ کَانُوْا ھُمُ الرِّجَالُ۔ (الادب المفرد)

ترجمہ: ”بکر بن عبد اللہ رحمہ اللہ کہتے ہیں، ”نبی ﷺ کے صحابی حضرات رضی اللہ عنہم خربوزے کے چھلکے ایک دوسرے پر پھینکتے تھے، لیکن جب اسلام کی مدافعت کا موقع آتا تو یہ نہایت سنجیدہ ہو جاتے تھے۔“

تشریح: مطلب یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین انسان تھے اور انسانوں کی طرح آپس میں کبھی خوش طبعی بھی کرتے تھے، البتہ جب دین وملت کے دفاع اور حفاظت کا سوال سامنے آجاتا تو یہ لوگ نہایت درجہ سنجیدہ اور حددرجہ بہادر ہوتے۔

اتباع رسول ﷺ

‹۳۶۹› شَکَا اَھْلُ الْکُوْفَةِ سَعْدًا، یَعْنِیْ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہ، اِلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ فَعَزَلَهٗ وَاسْتَعْمَلَ عَلَیْھِمْ عَمَّارًا، فَشَکَوْا حَتّٰی ذَکَرُوْٓا اَنَّهٗ لَا یُحْسِنُ یُصَلِّیْ، فَقَالَ یَآ اَبَا اِسْحَاقَ اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ یَزْعُمُوْنَ اَنَّکَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّیْ، فَقَالَ اَمَّآ اَنَا وَاللّٰہِ فَاِنِّیْ کُنْتُ اُصَلِّیْ بِھِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ لَآ اَخْرِمُ عَنْھَآ، اُصَلِّیْ صَلٰوتَیِ الْعِشَآءِ فَاَرْکُدُ فِی الْاُوْلَیَیْنِ وَ اُخِفُّ فِی الْاُخْرَیَیْنِ، قَالَ ذٰلِکَ الظَّنُّ بِکَ یَآ اَبَا اِسْحَاقَ، وَاَرْسَلَ مَعَهٗ رَجُلًا اَوْ رِجَالًا اِلَی الْکُوْفَةِ یَسْأَلُ عَنْهُ اَھْلَ الْکُوْفَةِ، فَلَمْ یَدَعْ مَسْجِدًا اِلَّا سَأَلَ عَنْهُ یُثْنُوْنَ مَعْرُوْفًا۔ (ترغیب)

ترجمہ: ”اہلِ کوفہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کی تو انہوں نے ان کو ہٹا کر ان کی جگہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو گورنر بنا کر بھیجا، اہلِ کوفہ نے ان کی بھی شکایت کی اور یہ کہا کہ وہ ٹھیک سے نماز نہیں پڑھتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ ”اے ابو اسحاق، (حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم ٹھیک سے نماز نہیں پڑھتے، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا“ بہ خدا میں انہیں اس طرح نماز پڑھاتا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ

پڑھایا کرتے تھے۔ میں عشاء اور مغرب کی نمازوں میں پہلی دو رکعتوں میں سکون کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر نماز پڑھتا ہوں اور تیسری اور چوتھی رکعت عشاء میں ہلکی پڑھتا ہوں۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ ''اے ابو اسحاق، تمہارے بارے میں میرا گمان پہلے ہی سے یہ ہے کہ تم سنت کے مطابق نماز پڑھتے ہو'' اور عمار رضی اللہ عنہ کے ساتھ کچھ آدمیوں کو کوفہ بھیجا تاکہ وہ جا کر عمارؓ کے سلسلے میں اہل کوفہ سے پوچھیں۔ ان لوگوں نے ہر مسجد میں جا کر دریافت کیا تو تمام لوگوں کو ان کی تعریف کرتے ہوئے پایا۔''

﴿۳۷۰﴾ قَالَ ابْنُ الْحَنْظَلِيَّةِ رضؓ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمُ الْاُسَيْدِيُّ لَوْلَا طُوْلُ جُمَّتِهٖ وَ اِسْبَالُ اِزَارِهٖ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ خُرَيْمًا، فَاَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهٗٓ اِلٰى اُذُنَيْهِ وَ رَفَعَ اِزَارَهٗ اِلٰى اَنْصَافِ سَاقَيْهِ۔ (ریاض الصالحین)

ترجمہ: ''ابن الحنظلیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا 'خریم اسیدی' بہت اچھے آدمی ہیں اگر ان کے سر پر بڑے بڑے بال نہ ہوتے اور ان کا تہہ بند ٹخنوں سے نیچے نہ ہوتا۔'' جب خریم کو حضور ﷺ کا یہ ارشاد معلوم ہوا تو انہوں نے استرا اٹھایا اور اپنے بڑھے ہوئے بالوں کو کانوں تک کاٹ دیا اور اس کے بعد اپنے تہہ بند کو نصف پنڈلی تک کر لیا۔

﴿۳۷۱﴾ وَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَتٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ يَّوْمَ الْاَرْبَعَاءِ، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ اِلٰى اَنْ قَالَ: يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ، قَالُوْا: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ: كُنْتُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اِذْ لَا تَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ تَحْمِلُوْنَ الْكَلَّ وَ تَفْعَلُوْنَ فِيْٓ اَمْوَالِكُمُ الْمَعْرُوْفَ، وَ تَفْعَلُوْنَ اِلَى ابْنِ السَّبِيْلِ حَتّٰٓى اِذَا مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ بِالْاِسْلَامِ وَ بِنَبِيِّهٖٓ اِذَآ اَنْتُمْ تُحْصِنُوْنَ اَمْوَالَكُمْ: فِيْمَا يَاْكُلُ ابْنُ اٰدَمَ اَجْرٌ، وَ فِيْمَا يَاْكُلُ السَّبُعُ وَالطَّيْرُ اَجْرٌ۔ قَالَ: فَرَجَعَ الْقَوْمُ فَمَا مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا هَدَمَ مِنْ حَدِيْقَتِهٖ ثَلَاثِيْنَ بَابًا۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ حاکم)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ بنی عمرو ابن عوف کے محلّہ میں پہنچے، بدھ کا دن تھا، وہاں حضور ﷺ نے فرمایا، ''اے گروہِ انصار'' لوگوں نے جواب دیا ''اے اللہ کے رسولؐ ہم حاضر ہیں ارشاد فرمائیں'' آپؐ نے ان سے کہا ''جاہلیت کے زمانے

میں جب کہ تم لوگ اللہ کی پرستش نہیں کرتے تھے، کم زوروں اور بے سہارا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے تھے، تم اپنا مال غریبوں کو دیتے تھے، تم مسافروں کی مدد کرتے تھے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اسلام اور نبیؐ پر ایمان لانے کی توفیق دی اور احسان فرمایا، تو اب تم لوگ باغوں کی حفاظت کی خاطر ان کے گرد دیواریں اٹھاتے ہو۔ دیکھو، آدمی تمہارے باغ کا پھل کھالے تو اس پر تمہیں اجر ملے گا اور درندے اور پرندے کھالیں تو اس پر بھی تم اجر کے مستحق ہوگے۔'' حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''حضور ﷺ کی یہ بات سُن کر لوگوں نے اپنے کھجور کے باغوں کے دروازے ڈھا دیئے، یہ تیس دروازے تھے جو ڈھائے گئے تھے۔''

﴿۳۷۲﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھُمَا قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُعْطِیْنِی الْعَطَآءَ، فَاَقُوْلُ اَعْطِہٖ مَنْ ھُوَ اِلَیْہِ اَفْقَرُ مِنِّیْ، قَالَ فَقَالَ خُذْہُ، اِذَا جَآءَکَ مِنْ ھٰذَا الْمَالِ شَیْءٌ وَ اَنْتَ غَیْرُ مُشْرِفٍ وَّلَا سَآئِلٍ، فَخُذْہُ فَتَمَوَّلْہُ، فَاِنْ شِئْتَ فَکُلْہُ، وَ اِنْ شِئْتَ تَصَدَّقْ بِہٖ، وَ مَالَا، فَلَا تُتْبِعْہُ نَفْسَکَ، قَالَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ فَلِأَجْلِ ذٰلِکَ کَانَ عَبْدُ اللّٰہِ لَا یَسْأَلُ اَحَدًا شَیْئًا وَلَا یَرُدُّ شَیْئًا اُعْطِیَہٗ۔

(بخاری، مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، کہ ''نبی ﷺ مجھے مال دیتے تو میں آپؐ سے عرض کرتا کہ جو مجھ سے زیادہ محتاج ہوں انہیں دے دیجیے۔ حضورؐ فرماتے کہ ''اس مال کو لے لو، جب تمہارے پاس کوئی مقدار مال کی آئے اور اس طرح آئے کہ تم نے مانگا بھی نہیں اور پانے کے متوقع بھی نہیں تھے تو اس طرح کے مال کو لے لیا کرو اور اس کو ذخیرہ کرو اور اگر تمہیں ضرورت ہو تو استعمال کرو اور جی چاہے تو اس کو صدقہ کرو۔ اور جو مال تمہیں نہ ملے اس کی حرص بھی مت کرو۔'' حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے صاحب زادے حضرت سالمؒ کہتے ہیں کہ ''اسی وجہ سے والد صاحب کسی سے کچھ نہیں مانگتے تھے اور کوئی بے طلب دیتا تھا تو اسے واپس نہیں کرتے تھے۔''

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بغیر طلب اور بغیر لالچ کے کوئی مال ملے تو انکار نہ کرنا چاہیے اور اگر اس بات کی توقع اور دل میں خواہش ہو کہ فلاں مجھے مال دے تو ایسی صورت میں اگر اس کی طرف سے مال آئے تو نہیں لینا چاہیے۔

سلام بچوں کو

﴿۳۷۳﴾ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ مَرَّ عَلٰی صِبْیَانٍ فَسَلَّمَ عَلَیْهِمْ وَ قَالَ "كَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یَفْعَلُهٗ." (متفق علیہ)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بچوں کے پاس سے گزرتے تو ان کو سلام کرتے اور فرماتے "نبی صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو سلام کرتے تھے۔"

رسولؐ کی پیروی

﴿۳۷۴﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَآ اَنَّهٗ كَانَ یَأْتِیْ شَجَرَةً بَیْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ فَیَقِیْلُ تَحْتَهَا، وَ یُخْبِرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَفْعَلُ ذٰلِكَ.

(ترغیب للمنذری بحوالہ مسند بزار)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں راوی کا بیان ہے کہ وہ مکہ و مدینہ کے درمیان ایک درخت کے پاس جب پہنچتے تو اس کے نیچے قیلولہ فرماتے اور لوگوں کو بتاتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے۔"

تشریح: ایسا نہیں تھا کہ دن کو وہاں پہنچتے تو درخت کے نیچے آرام فرماتے بلکہ رات میں، دن میں کسی بھی وقت درخت کے پاس پہنچتے تو تھوڑی دیر کے لیے درخت کے نیچے آرام فرماتے، ایسا نہیں تھا کہ وہ بات کو نہ سمجھتے رہے ہوں، اتباع کے معنی نہ جانتے ہوں گے، بلکہ وہ محبتِ رسولؐ کی وجہ سے ایسا کرتے، اور محبت — جیسا کہ سب کو معلوم ہے — عقل سے اونچی شے ہے۔

﴿۳۷۵﴾ عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِیْ سَفَرٍ. فَمَرَّ بِمَكَانٍ فَحَادَ عَنْهُ، فَسُئِلَ عَنْهُ لِمَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ؟ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَعَلَ هٰذَا فَفَعَلْتُ. (مسند احمد، ترغیب)

ترجمہ: "مشہور تابعی حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، ہم ایک سفر میں عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ تھے۔ جب ایک مقام پر ہم لوگ پہنچے تو عبداللہ بن عمرؓ ایک طرف کو مڑ کر چلے گئے، ان سے پوچھا گیا کہ "آپ نے ایسا کیوں کیا؟" تو انہوں نے کہا کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے اس لیے میں نے بھی ایسا ہی کیا۔"

〈۳۷۶〉 عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ: کُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ بِعَرَفَاتٍ فَلَمَّا کَانَ حِیْنَ رَاحَ رُحْتُ مَعَهٗ حَتّٰی اَتَی الْاِمَامُ فَصَلّٰی مَعَهُ الْاُوْلٰی وَالْعَصْرَ، ثُمَّ وَقَفَ وَ اَنَا وَاَصْحَابٌ لِّیْ حَتّٰی اَفَاضَ الْاِمَامُ فَاَفَضْنَا مَعَهٗ حَتّٰی انْتَهٰی اِلَی الْمَضِیْقِ دُوْنَ الْمَأْزِمَیْنِ، فَاَنَاخَ وَ اَنَخْنَا، وَ نَحْنُ نَحْسَبُ اَنَّهٗ یُرِیْدُ اَنْ یُّصَلِّیَ، فَقَالَ غُلَامُهُ الَّذِیْ یُمْسِکُ رَاحِلَتَهٗ اَنَّهٗ لَیْسَ یُرِیْدُ الصَّلٰوةَ وَ لٰکِنَّهٗ ذَکَرَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَمَّا انْتَهٰی اِلٰی هٰذَا الْمَکَانِ قَضٰی حَاجَتَهٗ فَهُوَ یُحِبُّ اَنْ یَّقْضِیَ حَاجَتَهٗ۔

(مسند احمد —— ترغیب)

ترجمہ: ”مشہور تابعی ابن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ عرفات میں تھا۔ جب وہ سہ پہر کو مسجد نمرہ چلے تو میں بھی ساتھ ہولیا یہاں تک کہ امام آیا اور انہوں نے امام کے ساتھ ظہر اور عصر ایک ساتھ پڑھی۔ پھر عرفات میں ہم سب لوگ ٹھہرے رہے یہاں تک کہ امیر الحج مزدلفہ کے لیے روانہ ہوا تو اس کے ساتھ ہم لوگ بھی روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک تنگ درّہ پر جب عبداللہ بن عمرؓ پہنچے وہاں انہوں نے اپنی اونٹنی بٹھا دی اور ہم لوگوں نے بھی بٹھا دی۔ ہمیں خیال ہوا کہ وہ یہاں نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ ان کے خادم نے جوان کی اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے تھا، کہا کہ ”ان کا ارادہ یہاں پر نماز پڑھنے کا نہیں ہے بلکہ انہیں یہ بات یاد آئی ہے کہ حضور ﷺ اپنے سفرِ حج میں جب اس جگہ پہنچے تھے تو اونٹنی کو روک کر قضائے حاجت کو تشریف لے گئے تھے، اس لیے ابن عمرؓ بھی نبی ﷺ کی محبت میں ایسا کرنا چاہتے ہیں۔“

〈۳۷۷〉 عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُشَیْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِیْ مُعَاوِیَةُ بْنُ قُرَّةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ: اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِیْ رَهْطٍ مِّنْ مُزَیْنَةَ فَبَایَعْنَاهُ وَ اِنَّهٗ لَمُطْلَقُ الْاَزْرَارِ، فَاَدْخَلْتُ یَدِیْ فِیْ جَنْبِ قَمِیْصِهٖ فَمَسِسْتُ الْخَاتَمَ۔ قَالَ عُرْوَةُ فَمَا رَأَیْتُ مُعَاوِیَةَ وَلَا ابْنَهٗ قَطُّ فِیْ شِتَآءٍ وَلَا صَیْفٍ اِلَّا مُطْلَقِی الْاَزْرَارِ۔ (ابن ماجہ، ابن حبان، ترغیب)

ترجمہ: ”حضرت عروہ بن عبداللہ کہتے ہیں مجھ سے معاویہؓ بن قرۃ نے اپنے باپ کے حوالے سے بیان کیا کہ ”میں (قرۃ معاویہ کے باپ) حضور ﷺ کی خدمت میں قبیلہ مزینہ کی ایک جماعت کے ساتھ حاضر ہوا اور ہم لوگ آپؐ پر ایمان لائے۔ اس وقت حضور ﷺ کے پیراہن مبارک کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ (قرہ کہتے ہیں) کہ میں اپنا ہاتھ نبی ﷺ کے کرتے کے اندر

لے گیا اور مہر نبوّت کو چھوا۔ عروہ جو اس حدیث کے راوی ہیں کہتے ہیں کہ "اسی وجہ سے ہمیشہ معاویہ اور ان کے لڑکے کو میں نے اس حال میں پایا کہ ان کے بٹن کھلے رہتے تھے، جاڑے کے موسم میں بھی اور گرمی کے موسم میں بھی۔"

تشریح: یہ حدیث بتاتی ہے کہ صحابۂ کرامؓ اپنے رسولؐ کے طریقوں کی کتنی شدت کے ساتھ پابندی کرتے تھے۔ وہ منطق اور فلسفہ نہیں جانتے تھے، انہیں صرف اس سے غرض ہے کہ ان کا محبوب کیا کرتا ہے ورنہ وہ خوب جانتے تھے کہ آدمی کے بٹن کسی وقت کھلے رہتے ہیں اور کسی وقت بند رہتے ہیں۔ ہمارے ملک کے مشہور شاعر جگر مراد آبادی نے اس مفہوم کو نہایت خوبی سے ادا کیا ہے:ؔ

"دیکھنا پڑتا ہے انداز نگاہِ یار کو"

﴿۳۷۸﴾ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّيْ مَحْلُوْلاً اِزْرَارُهٗ فَسَأَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُهٗ۔ (صحیح ابن خزیمہ، ترغیب)

ترجمہ: "زید بن اسلمؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اس حال میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ ان کے کرتے کے بٹن کھلے ہوئے تھے میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے فرمایا، "میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔"

رفقائے سفر کی خدمت

﴿۳۷۹﴾ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ فِيْ سَفَرٍ فَكَانَ يَخْدُمُنِيْ فَقُلْتُ لَهٗ لَا تَفْعَلْ، فَقَالَ اِنِّيْ قَدْ رَأَيْتُ الْاَنْصَارَ تَصْنَعُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا فَاٰلَيْتُ اَنْ لَّآ اَصْحَبَ اَحَدًا مِّنْهُمْ اِلَّا خَدَمْتُهٗ۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ: "حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، "میں جریر ابن عبداللہ بجلی کے ساتھ ایک سفر میں نکلا، سفر کے دوران وہ میری خدمت کرتے، میں نے ان سے کہا کہ آپ ایسا نہ کریں، انہوں نے جواب دیا کہ "میں نے انصار کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتے دیکھا ہے اس لیے میں نے قسم کھالی ہے کہ انصار میں سے جس کے ساتھ سفر کروں گا اس کی خدمت کروں گا۔"

قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک

﴿۳۸۰﴾ عَنْ اَبِیْ عَزِیْزِ بْنِ عُمَیْرٍ اَخِیْ مُصْعَبِ بْنِ عُمَیْرٍ قَالَ کُنْتُ فِی الْأَسَارٰی یَوْمَ بَدْرٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِسْتَوْصُوْا بِالْأَسَارٰی خَیْرًا، وَ کُنْتُ فِیْ نَفَرٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ، فَکَانُوْا اِذَا قَدَّمُوْا غَدَآءَ ھُمْ اَوْ عَشَآءَ ھُمْ اَکَلُوا التَّمْرَ وَ اَطْعَمُوْنِی الْخُبْزَ بِوَصِیَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (معجم طبرانی)

ترجمہ: ''حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے بھائی ابوعزیز بن عمیرؓ کہتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں میں بھی مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا تھا، قیدیوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر سلوک کرنے کی ہدایت دی، میں انصار کے کچھ لوگوں کے یہاں تھا تو ان لوگوں کا حال یہ تھا کہ دوپہر اور شام کا کھانا جب لاتے تو خود کھجور کھا لیتے اور مجھے روٹی کھلاتے، کیوں کہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں سے اچھے برتاؤ کی وصیت کی تھی۔''

اطاعتِ رسولؐ

﴿۳۸۱﴾ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ اِلٰی مَکَّۃَ فِیْ رَمَضَانَ حَتّٰی بَلَغَ کُرَاعَ الْغُمَیْمِ فَصَامَ وَ صَامَ النَّاسُ، ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ مِّنْ مَّآءٍ فَرَفَعَہٗ حَتّٰی نَظَرَ النَّاسُ اِلَیْہِ ثُمَّ شَرِبَ، فَقِیْلَ لَہٗ بَعْدَ ذٰلِکَ اِنَّ بَعْضَ النَّاسِ قَدْ صَامَ، فَقَالَ اُولٰٓئِکَ الْعُصَاۃُ۔ (مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال رمضان کے مہینے میں مکہ کو روانہ ہوئے، یہاں تک کہ ''کراع الغمیم'' (ایک مقام کا نام ہے) پہنچ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مجاہدین روزے سے تھے۔ جب اس مذکورہ مقام پر پہنچے تو آپؐ نے پانی کا ایک پیالہ منگایا پھر اس کو اونچا اٹھایا یہاں تک کہ لوگوں نے دیکھا، اس کے بعد آپؐ نے پی لیا (روزہ توڑ دیا کیوں کہ مسافر تھے اور جہاد کی مہم درپیش تھی) بعد میں آپؐ کو اطلاع دی گئی کہ بعض لوگ روزے سے ہیں، انہوں نے اپنا روزہ نہیں توڑا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ ''یہ لوگ نافرمان ہیں۔''

تشریح: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے اور کہا ہے کہ جو لوگ رمضان میں سفر کی حالت میں ہوں وہ دوسرے دنوں میں اس کی قضا کرلیں، اور یہ سفر رمضان میں ہوا ہے۔ اور چوں کہ یہ کوئی عام تجارتی سفر نہیں تھا بلکہ مکہ کو فتح کرنے اور کفار سے لڑنے نکلے تھے، اگر روزہ نہ توڑتے تو جہاد و قتال پر ناخوش گوار اثر پڑ سکتا تھا اس لیے حضور ﷺ نے قصداً روزہ توڑا اور لوگوں نے دیکھا، پھر روزہ رکھنے کے کیا معنی؟ —— یہ تو نبی ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی ہوئی اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ نافرمان ہیں۔ ظاہر ہے کہ رسولؐ کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔

اس حدیث سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ اصل چیز رسولؐ کی اطاعت ہے، سنت سے ہٹ کر کوئی شخص چاہے کتنی ہی زیادہ عبادت کرے اس کا خدا کے یہاں کوئی وزن نہیں ہے۔

〈۳۸۲〉 اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ شَاوَرَ حِیْنَ بَلَغَنَا اِقْبَالُ اَبِیْ سُفْیَانَ، فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نُخِیْضَهَا الْبَحْرَ لَاَخَضْنَاهَا، وَ لَوْ اَمَرْتَنَآ اَنْ نَضْرِبَ اَکْبَادَهَا اِلٰی بَرْکِ الْغُمَادِ لَفَعَلْنَا۔

(مسلم —— انسؓ)

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، جب آپؐ کو یہ اطلاع ملی کہ ابوسفیان کا قافلہ جدید اسلحہ اور غذائی رسد کے ساتھ شام سے مکہ کے لیے چل پڑا ہے تو آپؐ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا تو سعد بن عبادہ اٹھے اور انہوں نے کہا، ”اے اللہ کے رسولؐ، قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر آپؐ ہم کو سمندر میں گھسنے کا حکم دیں گے تو ہم سمندر میں گھس جائیں گے، اور اگر آپؐ ہمیں حکم دیں گے کہ دشمن سے لڑنے کے لیے **بَرْکُ الْغُمَاد** تک جاؤ تو ہم بہ خوشی جائیں گے۔“

تشریح: برک الغماد ایک مقام ہے مدینہ سے بہت دُور!

〈۳۸۳〉 عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ یَّقُوْلُ لَقَدْ شَهِدْتُّ مِنَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ مَشْهَدًا لِاَنْ اَکُوْنَ اَنَا صَاحِبَهٗ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا عُدِلَ بِهٖ، اَتَی النَّبِیَّ ﷺ وَ هُوَ یَدْعُوْا عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ فَقَالَ، لَا نَقُوْلُ لَکَ کَمَا

قَالَ قَوْمُ مُوْسٰی اِذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَا وَ لٰكِنْ نُقَاتِلُ عَنْ يَمِينِكَ وَ عَنْ شِمَالِكَ وَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْكَ وَ مِنْ خَلْفِكَ، فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَشْرَقَ وَجْهُهُ وَ سَرَّهُ ذَاكَ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: ''حضرت طارق بن شہاب رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو سنا، وہ فرماتے تھے کہ میں نے مقداد بن اسودؓ کا ایک ایسا کارنامہ دیکھا ہے کہ کاش وہ کارنامہ مجھ سے انجام پاتا جو اس جیسے ہر دوسرے کام سے مجھے عزیز تر تھا مقداد بن اسودؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت جب کہ آپؐ مشرکین مکہ سے لڑنے کی لوگوں کو دعوت دے رہے تھے، تو اس وقت مقداد نے کہا، کہ ''ہم لوگ آپؐ سے اس طرح نہیں کہیں گے جیسا کہ موسیٰؑ کی قوم نے موسیٰؑ سے کہا تھا کہ 'اے موسیٰؑ، تم اور تمہارا رب جا کے لڑو۔ نہیں، بلکہ ہم آپؐ کے دائیں ہو کر جنگ کریں گے، بائیں سے لڑیں گے، آپؐ کے آگے ہو کر ان سے لڑیں گے، آپؐ کے پیچھے رہ کر ان سے لڑیں گے۔ جب مقدادؓ نے یہ بات کہی تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ مبارک خوشی سے چمک اٹھا۔''

تشریح: مشرکین سے لڑنے کی دعوت کا جو واقعہ اس حدیث میں بیان ہوا ہے وہ بدر کے موقع کا ہے، پہلے آپؐ کو یہ اطلاع ملی کہ ابوسفیان کا چالیس نفری قافلہ جدید فوجی سامان اور رسد کے ساتھ شام سے آ رہا ہے۔ ابھی آپؐ اس کو روکنے کے سلسلے میں مشورہ کر ہی رہے تھے کہ اچانک یہ اطلاع ملی کہ مکہ کے مشرکین کی ایک ہزار فوج اسلام اور مسلمانوں کو فنا کرنے کے لیے چل پڑی ہے۔ یہ بات جو مقداد بن اسود نے کہی، اسی موقع کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم بھگوڑی ذہنیت نہیں رکھتے، ہم آپ کے ہر حکم پر لبیک کہیں گے اور ہر طرح کی جاں نثاری کے لیے تیار رہیں گے، ہر طرح فداکاری کا ثبوت پیش کریں گے۔

تجدیدِ ایمان کی دعوت

〈۳۸۴〉 عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ اِذَا لَقِيَ الرَّجُلَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ، تَعَالَ نُؤْمِنْ بِرَبِّنَا سَاعَةً، فَقَالَ ذَاتَ يَوْمٍ لِّرَجُلٍ فَغَضِبَ الرَّجُلُ، فَجَآءَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ

اللّٰہِ، اَلاَ تَریٰٓ اِلَی ابْنِ رَوَاحَۃَ یَرْغَبُ عَنْ اِیْمَانِکَ اِلٰی اِیْمَانِ سَاعَۃٍ؟ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ یَرْحَمُ اللّٰہُ ابْنَ رَوَاحَۃَ اِنَّہٗ یُحِبُّ الْمَجَالِسَ الَّتِیْ تَتَبَاھٰی بِھَا الْمَلٰٓئِکَۃُ۔
(مسند احمد)

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، ''عبد اللہ بن رواحہؓ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے کسی سے ملتے تو فرماتے کہ' آؤ تھوڑی دیر ہم اپنے رب پر ایمان لائیں۔' ایک دن انہوں نے کسی آدمی سے یہی جملہ کہا تو وہ بہت غضب ناک ہوا اور حضور ﷺ کے پاس آکر بطورِ شکایت کہا کہ'' اے اللہ کے رسولؐ! ذرا ابن رواحہؓ کو دیکھیے یہ لوگوں کو زندگی بھر ایمان رکھنے کے بجائے تھوڑی دیر کے ایمان کی دعوت دیتے ہیں۔'' تو نبی ﷺ نے فرمایا'' اللہ ابن رواحہؓ پر رحمت نازل فرمائے وہ دینی اجتماع کی تم کو دعوت دے رہے تھے، انہیں ان مجالس سے محبت ہے جن پر ملائکہ فخر کرتے ہیں۔''

تشریح: عبد اللہ بن رواحہؓ نے جو بات کہی اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ آؤ تھوڑی دیر بیٹھ کر ہم اپنے رب پر ایمان کو تازہ کریں جس کی شکل یہ ہے کہ خدا کا ذکر کیا جائے، اس کے احسانات یاد کیے جائیں، دینی معلومات بڑھائیں، دوسرے لفظوں میں دینی اجتماع کریں جس میں خدا و رسولؐ کی باتیں پڑھی پڑھائی جائیں، مگر وہ عبد اللہ بن رواحہؓ کا مطلب نہ سمجھ سکا اور حضور ﷺ سے شکایت کی اور آپؐ نے اسے بتایا کہ ابن رواحہؓ کا کیا مطلب ہے۔

یہاں ایک اور بات ہے جس پر غور کرنا ضروری ہے، سوال یہ ہے کہ اُس آدمی نے حضور ﷺ سے جا کر کیا شکایت کی؟ کیا یہ کہا کہ دیکھیے یہ صاف سیدھی زبان استعمال کرنے کے بہ جائے اشارتی زبان میں بات کرتے ہیں؟ نہیں، بلکہ یہ کہا کہ حضورؐ آپ کی ایمانی دعوت تو ہمہ وقتی ہے، زندگی بھر مومن بنے رہنے کی دعوت ہے، اور یہ تھوڑی دیر کے ایمان کی دعوت دیتے ہیں، یہ ایک نئی انوکھی دعوت دے رہے ہیں، —— دیکھیے اُس دَور کا معمولی مسلمان بھی اس حقیقت سے باخبر اور اس کے لیے غیرت مند تھا کہ نبی ﷺ کی دعوت ہمہ وقتی تھی، زندگی بھر کی تھی!—— معمولی مسلمان اُس دَور کے مسلمانوں کے لحاظ سے میں نے کہا ورنہ ہمارے لحاظ سے تو ان میں کا ہر ایک صحابی شہری ہو یا دیہاتی ہمارا امام اور پیشوا ہے، اللہ ان سے راضی ہو۔

دینی اجتماع کی عظمت

﴿۳۸۵﴾ عَنْ مُّعَاوِیَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ عَلٰی حَلْقَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ، فَقَالَ مَا اَجْلَسَکُمْ؟ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللّٰهَ وَ نَحْمَدُهٗ عَلٰی مَا هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَ مَنَّ عَلَیْنَا، قَالَ آللّٰهِ مَا اَجْلَسَکُمْ اِلَّا ذٰلِکَ؟ قَالُوْا آللّٰهِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذٰلِکَ، قَالَ اَمَآ اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفُکُمْ تُهْمَةً لَّکُمْ، وَ لٰکِنَّهٗ اَتَانِیْ جِبْرَآئِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یُبَاهِیْ بِکُمُ الْمَلَآئِکَةَ۔ (مسلم، ترمذی، نسائی)

ترجمہ: ”حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحابؓ کی ایک جماعت کے پاس آئے۔ یہ لوگ حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے، تو آپؐ نے ان سے پوچھا کہ ”تم لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟“ لوگوں نے جواب دیا کہ ”ہم یہاں بیٹھ کر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اس کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کا راستہ دکھایا اور اس طرح ہم پر احسان کیا۔“ تو نبی ﷺ نے فرمایا، ”کیا بہ خدا تم اسی کام سے یہاں بیٹھے ہو؟“ لوگوں نے کہا، ”ہاں، بہ خدا ہم یہاں اسی لیے بیٹھے ہیں۔“ حضور ﷺ نے فرمایا ”میں نے تم کو قسم اس وجہ سے نہیں دلائی کہ میں تمہیں جھوٹا سمجھتا ہوں بلکہ جبریلؑ ابھی میرے پاس آئے اور انہوں نے بتایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ملائکہ کی مجلس میں تم پر فخر کرتا ہے۔“

تشریح: اس حدیث میں ذکر اللہ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی اللہ کو یاد کرنے کے ہیں اور یہ لفظ قرآن اور حدیث دونوں میں جامع لفظ کی حیثیت سے استعمال ہوا ہے۔ اس میں ذکر و دعا اور اوراد و وظائف بھی شامل ہیں اور دین سیکھنے سکھانے اور دینی دعوت کو بڑھانے اور اس سے متعلق سارے کام ذکر اللہ کی فہرست میں داخل ہیں۔ اس حدیث میں ذکر کی تشریح آگے والا جملہ کر رہا ہے۔ یعنی یہ بیٹھے ہوئے خدا کے احسانات اور اس کے فضل وعنایات کا چرچا کر رہے تھے کہ ہم لوگ اس نبیؐ کی بعثت سے پہلے نہیں جانتے تھے کہ خدا کی بندگی کا صحیح راستہ کیا ہے، اس نے ہم پر یہ فضل فرمایا کہ ہمیں میں سے ایک آدمی کے ذریعہ اپنا دین دے کر بھیجا اور پھر ہم پر مزید کرم یہ ہوا کہ ہم کو ایمان لانے کی توفیق بخشی۔

ملائکہ پر فخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے کہتا ہے کہ دیکھو ہمارے یہ

بندے، ہم کو یاد کرتے ہیں، دینی کام میں لگے ہوئے ہیں، اِن کو دیکھو اور ان کی دینی فکر کو دیکھو، یہ اپنے دُنیا کے کاروبار اور مشغولیات چھوڑ کر یہ کچھ کر رہے ہیں۔

تبلیغ اور شوقِ علم

〈۳۸۶〉 اَخرَجَ الْبَیْهَقِیُّ عَنِ الْبَرَآءِ، قَالَ لَیْسَ کُلُّنَا کَانَ یَسْمَعُ حَدِیْثَ النَّبِیِّ ﷺ فَقَدْ کَانَتْ لَنَا ضَیْعَةٌ وَّ اَشْغَالٌ، وَّ لٰکِنْ کَانَ النَّاسُ لَا یَکْذِبُوْنَ، فَیُحَدِّثُ الشَّاهِدُ الْغَآئِبَ۔

ترجمہ: ''حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں، کہ ''ہم میں سے ہر شخص نبی ﷺ کی باتیں نہیں سنتا تھا، اس لیے کہ ہمارے پاس زمین و جائداد تھی جس میں مشغول رہتے تھے۔ البتہ جو لوگ نبی ﷺ کی بات سنتے وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ اس طرح نبی ﷺ کی مجلس میں حاضر ہو کر آپؐ کی باتیں سننے والے، اُن لوگوں کو بتا دیا کرتے جو موجود نہ ہوتے'' (اِن میں دین سیکھنے کی پیاس تھی اور اُن میں دین سکھانے کی تڑپ تھی)۔''

جھوٹے کی بات پر اعتماد نہ کرنا

〈۳۸۷〉 اَخرَجَ الْبَیْهَقِیُّ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَ بِحَدِیْثٍ، فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اَسَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ نَعَمْ، اَوْ حَدَّثَنِیْ مَنْ لَّمْ یَکْذِبْ، وَاللّٰهِ مَا کُنَّا نَکْذِبُ وَلَا نَدْرِیْ مَا الْکَذِبُ۔

ترجمہ: ''حضرت قتادہؒ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان فرمائی۔ ان سے ایک آدمی نے پوچھا'' کیا آپ نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟'' انہوں نے کہا کہ'' ہاں، یا یہ فرمایا کہ مجھ سے یہ حدیث بیان کی اُس شخص نے جو جھوٹ نہیں بولتا۔ بہ خدا ہم لوگ جھوٹ نہیں بولتے تھے اور ہم نہیں جانتے تھے کہ جھوٹ کیا ہوتا ہے۔''

تشریح: اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ لوگ حدیثوں کے بیان کرنے میں کس درجہ احتیاط کرتے تھے، وہ کبھی جھوٹی روایت نہیں کرتے تھے، اور سننے والے بھی پوری تحقیق کرتے تھے۔ اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ جو لوگ جھوٹ بولتے ہوں ان سے سنی ہوئی بات پر یقین نہ کرنا چاہیے اور نہ ان کی بات کو سچ سمجھ کر دوسرے لوگوں سے بیان کرنا چاہیے۔

〈۳۸۸〉 جاءَ تِ امْرَأَۃٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ، فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ذَھَبَ الرِّجَالُ بِحَدِیْثِکَ، فَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ نَفْسِکَ یَوْمًا نَّاتِیْکَ فِیْہِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَکَ اللّٰہُ، قَالَ اجْتَمِعْنَ یَوْمَ کَذَا وَ کَذَا، فَاجْتَمَعْنَ فَعَلَّمَھُنَّ مِمَّا عَلَّمَہُ اللّٰہُ، ثُمَّ قَالَ مَا مِنْکُنَّ مِنِ امْرَأَۃٍ تُقَدِّمُ ثَلٰثَۃً مِّنَ الْوَلَدِ اِلَّا کَانُوْا لَھَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ، فَقَالَتِ امْرَأَۃٌ وَاثْنَیْنِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَاثْنَیْنِ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: ”ایک خاتون نبی ﷺ کے پاس آئیں اور کہا ”اے اللہ کے رسولؐ، آپؐ کی ساری تعلیم وتربیت ان مردوں کے حصے میں آ گئی، ہمارے لیے بھی تو ایک دن مقرر فرمائیں جس میں آپؐ ہمیں اللہ کی ہدایات سے واقف کرائیں، تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”فلاں دن تم سب اکٹھی ہوجانا،“ چناں چہ وہ جمع ہوئیں اور نبی ﷺ نے انہیں اللہ کی باتیں بتائیں اور اس میں یہ بھی بتایا، کہ ”جس عورت کے تین بچے مر جائیں اور وہ صبر کرے تو یہ بچے اس کو جہنم سے بچانے کا ذریعہ بن جائیں گے۔“ تو ایک عورت نے پوچھا، ”اگر کسی کے دو بچے مرے ہوں تو؟“ آپؐ نے فرمایا ”دو بچوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔“

تشریح: یہ نمونہ ہے نبی ﷺ کے زمانے کی عورتوں کا، انہیں دین سیکھنے کی فکر تھی اس لیے انہوں نے ایک خاتون کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا کیوں کہ وہ جانتی تھیں کہ دین جس طرح مردوں کے لیے ہے اسی طرح ہمارے لیے بھی آیا ہے اور مردوں کی نیکی اور دین داری عورتوں کو بچا نہیں سکتی اور یہ کہ ہر ایک سے الگ الگ پوچھ ہوگی —— نہ مرد عورتوں کا بوجھ اٹھائیں گے اور نہ عورتیں مردوں کا۔

زبان کی حفاظت

〈۳۸۹〉 اِنَّ عُمَرَ دَخَلَ یَوْمًا عَلٰی اَبِیْ بَکْرِ ۣالصِّدِّیْقِ وَ ھُوَ یَجْبِذُ لِسَانَہٗ، فَقَالَ عُمَرُ مَہْ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ، فَقَالَ لَہٗ اَبُوْ بَکْرٍ اِنَّ ھٰذَا اَوْرَدَنِی الْمَوَارِدَ۔

(مشکوٰۃ۔ اسلم۔ مولیٰ عمر)

ترجمہ: ”حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام اسلم کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کے یہاں پہنچے، دیکھا کہ وہ اپنی زبان کو ہاتھ سے کھینچ رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا ’’آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ اللہ آپ کی مغفرت کرے۔‘‘ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ’’اس زبان نے مجھے ہلاکتوں میں ڈال دیا۔‘‘

تشریح: زبان سے بہت زیادہ غلطیاں سرزد ہوتی ہیں، کسی کی غیبت ہو جاتی ہے، کبھی ناشائستہ الفاظ زبان سے نکل جاتے ہیں، غرض کہ زبان اس معاملے میں بہت زیادہ بے باک واقع ہوئی ہے، بہت زیادہ غلطیوں کا صدور اسی زبان کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اگر آدمی کے دل میں ایمان ہو تو اس پر بہت زیادہ پچھتاتا ہے، کچھ ایسی قلبی کیفیات میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی زبان کو وہ سزا دے رہے تھے جس کا ذکر اس حدیث میں ہے۔

〈۳۹۰〉 عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِاَبِيْ بَكْرٍ وَّ هُوَ يَلْعَنُ بَعْضَ رَقِيْقِهٖ، فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ، فَقَالَ لَعَّانِيْنَ وَ صِدِّيْقِيْنَ؟ كَلَّا وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ، فَاَعْتَقَ اَبُوْ بَكْرٍ يَّوْمَئِذٍ بَعْضَ رَقِيْقِهٖ، ثُمَّ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ لَآ اَعُوْدُ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ’’حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دن اس حال میں پہنچے کہ وہ اپنے کچھ غلاموں پر لعن طعن کر رہے تھے۔ حضور ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، ’’صدیق‘‘ ہو کر لعن طعن؟‘‘ (یعنی یہ حرکت تمہاری صدّیقیت سے میل نہیں کھاتی) قسم ہے ربِ کعبہ کی! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ صدیق کا لقب پانے والا مومن لعنت کرے۔‘‘ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان تمام غلاموں کو آزاد کر دیا جن پر لعن طعن کر رہے تھے، پھر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا، ’’توبہ کرتا ہوں اب مجھ سے یہ غلطی پھر نہ ہوگی۔‘‘

سلام

〈۳۹۱〉 وَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا اِذَا كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَتُفَرِّقُ بَيْنَنَا شَجَرَةٌ فَاِذَا الْتَقَيْنَا يُسَلِّمُ بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ. (ترغیب وترہیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: ’’انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ’’جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں ہوتے تو ہم میں سے کوئی شخص تھوڑی دیر کے لیے غائب ہوتا اور آتا تو سلام کرتا۔ یہی حال ہم سب کا تھا۔ دو آدمیوں کے درمیان ایک درخت بھی حائل ہو جاتا پھر وہ ملتے تو سلام کا تبادلہ کرتے۔‘‘

عفوودرگزر

〈۳۹۲〉 قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ فَنَزَلَ عَلَى ابْنِ اَخِيْهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسٍ، وَّ كَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِيْنَ يُدْنِيْهِمْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَ كَانَ الْقُرَّآءُ اَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَؓ وَ مُشَاوَرَتِهٖ كُهُوْلاً كَانُوْا اَوْ شُبَّانًا، فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ اَخِيْهِ يَابْنَ اَخِىْ لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هٰذَا الْاَمِيْرِ فَاسْتَأْذِنْ لِّىْ عَلَيْهِ، فَاَذِنَ لَهٗ عُمَرُ، فَلَمَّا دَخَلَ، قَالَ، هِىَ يَابْنَ الْخَطَّابِ فَوَ اللّٰهِ مَا تُعْطِيْنَا الْجَزْلَ وَلَا تَحْكُمُ فِيْنَا بِالْعَدْلِ، فَغَضِبَ عُمَرُ حَتّٰى هَمَّ اَنْ يُّوْقِعَ بِهٖ، فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِنَبِيِّهٖ ﷺ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ، وَ اِنَّ هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِيْنَ، وَاللّٰهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِيْنَ تَلَاهَا، وَ كَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ (بخاری، ابن عباسؓ)

ترجمہ: ”عیینہ ابن حصن اپنے بھتیجے حر بن قیس کے مہمان ہوئے۔اور حر بن قیس اُن لوگوں میں سے ہیں جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بہت زیادہ قرب حاصل تھا، اور قرآن کے علماء حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہم نشین اور ان کے مشیر تھے خواہ وہ ادھیڑ عمر کے لوگ ہوں خواہ جوان ہوں، (حر بن قیس قرآن کے علماء میں سے تھے اور حضرت عمرؓ کے مشیر تھے)۔تو عیینہ نے اپنے بھتیجے (حر بن قیس) سے کہا کہ ”اے بھتیجے، تمہیں امیر المومنین عمرؓ کا قرب حاصل ہے تو میرے لیے ان سے باریابی کی اجازت طلب کرو“ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عیینہ کو اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔ جب عیینہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے دورانِ گفتگو حضرت عمرؓ سے کہا، ”اے ابنِ خطاب، تم بہ خدا ہم کو زیادہ مال نہیں دیتے اور نہ ہمارے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے ہو۔“ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سن کر غصہ آ گیا اور عیینہ کو سزا دینے کا ارادہ کیا، تو حر بن قیس نے کہا کہ ”اے امیر المومنین، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو خطاب کرتے ہوئے کہا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ۔“ عفو و درگزر کی روش اختیار کرو، نیکی اور احسان کا حکم دو اور جہالت برتنے والوں کی جہالت کو نظر انداز کر دو۔ (سورۂ اعراف آیت: ۱۹۹) اور یہ صاحب جاہل ہیں۔ لہٰذا ان کی غلطی معاف کر دیجیے۔“ یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا

سارا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، جب انہوں نے یہ آیت پڑھی تو اس پر عمل کرتے ہوئے معاف کر دیا۔ اور حضرت عمرؓ اللہ کی کتاب کے پاس رُک جانے والے آدمی تھے، (یعنی خدا کی ہدایات سے نہیں ہٹتے تھے)۔"

〈۳۹۳〉 عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِؓ قَالَ كَانَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍؓ كَلَامٌ، فَاَغْلَظْتُ لَهٗ فِي الْقَوْلِ، فَانْطَلَقَ عَمَّارٌ يَشْكُوْنِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَجَآءَ خَالِدٌ وَّ هُوَ يَشْكُوْنِيْ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ فَجَعَلَ يُغْلِظُ لَهٗ وَلَا يَزِيْدُهٗ اِلَّا غِلْظَةً، وَّالنَّبِيُّ ﷺ سَاكِتٌ لَّا يَتَكَلَّمُ، فَبَكٰى عَمَّارٌ وَّ قَالَ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَرَاهُ؟ فَرَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ رَأْسَهٗ وَ قَالَ، مَنْ عَادٰى عَمَّارًا عَادَاهُ اللّٰهُ وَ مَنْ اَبْغَضَ عَمَّارًا اَبْغَضَهُ اللّٰهُ۔قَالَ خَالِدٌ فَخَرَجْتُ فَمَا كَانَ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ رِّضٰى عَمَّارٍ فَلَقِيْتُهٗ بِمَا رَضِيَ فَرَضِيَ۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: "حضرت خالد بن ولیدؓ کہتے ہیں کہ میرے اور عمار بن یاسرؓ کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی تو میں نے انہیں سخت سست کہہ دیا تو عمارؓ میری شکایت کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے، پیچھے سے خالدؓ بھی آ گئے اور انہوں نے عمارؓ کو رسول اللہ ﷺ سے اپنی شکایت کرتے ہوئے سُن لیا تو حضور ﷺ کی موجودگی میں انہوں نے سخت سست کہنا شروع کیا اور برابر ان کی سخت کلامی بڑھتی ہی گئی اور نبی ﷺ خاموش تھے، کچھ نہیں کہہ رہے تھے تو عمارؓ رو پڑے اور کہا "اے اللہ کے رسولؐ، کیا آپؐ خالد کو نہیں دیکھتے؟" تب نبی ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا "جو عمار سے دشمنی کرے گا اللہ اس کا دشمن ہوگا اور جو عمار سے بغض رکھے گا تو خدا اس سے بغض رکھے گا۔" خالدؓ کہتے ہیں کہ آپؐ کا یہ ارشاد سُن کر مجلس سے میں باہر نکلا تو سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک یہ تھی کہ کسی طرح عمار مجھ سے خوش ہو جائیں۔ چناں چہ میں نے ان سے مل کر اپنی سخت کلامی کی معافی مانگی تو انہوں نے معاف کر دیا اور خوش ہو گئے۔"

عفو و درگزر کی تعلیم

〈۳۹۴〉 اِنَّ رَجُلًا شَتَمَ اَبَا بَكْرٍ وَالنَّبِيُّ جَالِسٌ يَتَعَجَّبُ وَ يَتَبَسَّمُ۔ فَلَمَّآ اَكْثَرَ رَدَّ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ، فَغَضِبَ النَّبِيُّ ﷺ وَ قَامَ۔ فَلَحِقَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ وَّ قَالَ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

كَانَ يَشْتِمُنِىْ وَ اَنْتَ جَالِسٌ، فَلَمَّا رَدَدْتُّ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ غَضِبْتَ وَ قُمْتَ، قَالَ كَانَ مَعَكَ مَلَكٌ يَّرُدُّ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَدَدْتَّ عَلَيْهِ وَقَعَ الشَّيْطَانُ۔

(مشکوٰۃ۔ابوہریرہؓ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہا اور نبی ﷺ بیٹھے تھے، تعجب کے ساتھ مسکرا رہے تھے۔ جب اس شخص نے بہت کچھ کہہ لیا تو ابوبکرؓ نے اس کی ایک آدھ بات کا جواب دیا۔ تب نبی ﷺ کو غصہ آیا اور مجلس سے اٹھ گئے۔ تو ابوبکرؓ آپؐ سے ملے اور کہا ''اے اللہ کے رسولؐ، وہ آپؐ کی موجودگی میں مجھے بُرا بھلا کہہ رہا تھا تب آپؐ مسکرا رہے تھے لیکن جب میں نے جواب دیا تو آپؐ غصہ ہو گئے۔'' آپؐ نے فرمایا ''جب وہ گالی دے رہا تھا اور تم خاموش تھے تو خدا کا ایک فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا لیکن جب تم نے اس کو الٹ کر جواب دیا تو فرشتہ چلا گیا اور شیطان آ گیا۔''

صبر

〈۳۹۵〉 عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ، كَانَ ابْنٌ لِّاَبِىْ طَلْحَةَؓ يَشْتَكِىْ، فَخَرَجَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقُبِضَ الصَّبِىُّ۔ فَلَمَّا رَجَعَ اَبُوْ طَلْحَةَ قَالَ مَا فَعَلَ ابْنِىْ؟ قَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ۔ وَ هِىَ اُمُّ الصَّبِىِّ هُوَ اَسْكَنُ مَا كَانَ، فَقَرَّبَتْ لَهُ الْعَشَآءَ فَتَعَشّٰى، ثُمَّ اَصَابَ مِنْهَا، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَتْ وَارُوْا الصَّبِىَّ، وَ فِىْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ، ''مَّاتَ ابْنٌ لِّاَبِىْ طَلْحَةَ مِنْ اُمِّ سُلَيْمٍ، فَقَالَتْ لِاَهْلِهَا، لَا تُحَدِّثُوْا اَبَا طَلْحَةَ بِابْنِهٖ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا اُحَدِّثُهٗ، فَجَآءَ فَقَرَّبَتْ اِلَيْهِ عَشَآءً فَاَكَلَ وَ شَرِبَ ثُمَّ تَصَنَّعَتْ لَهٗ اَحْسَنَ مَا كَانَتْ تَصَنَّعُ قَبْلَ ذٰلِكَ فَوَقَعَ بِهَا، فَلَمَّآ اَنْ رَّأَتْ اَنَّهٗ قَدْ شَبِعَ وَ اَصَابَ مِنْهَا قَالَتْ، يَا اَبَا طَلْحَةَ اَرَأَيْتَ لَوْ اَنَّ قَوْمًا اَعَارُوْا عَارِيَتَهُمْ اَهْلَ بَيْتٍ فَطَلَبُوْا عَارِيَتَهُمْ اَلَهُمْ اَنْ يَّمْنَعُوْهُمْ؟ قَالَ لَا، قَالَتْ فَاحْتَسِبِ ابْنَكَ۔ (ریاض الصالحین)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، ابوطلحہؓ کا ایک بچہ بیمار تھا، اسی دوران میں ابوطلحہؓ سفر پر گئے اور ادھر بچہ وفات پا گیا۔ جب ابوطلحہؓ سفر سے واپس آئے تو انہوں نے پوچھا کہ ''میرے بچے کا کیا حال ہے'' تو بچے کی ماں امِ سلیم نے کہا کہ ''وہ پہلے سے زیادہ سکون کی حالت

میں ہے،'' پھر انہوں نے ابوطلحہؓ کے سامنے کھانا چنا، انہوں نے کھایا اور پھر اُم سلیم کے پاس رہے۔ تب انہوں نے ابوطلحہؓ سے کہا کہ'' لے جایئے بچے کو دفن کیجیے'' (امام بخاریؒ کی روایت میں اتنا ہی ہے)۔ اور امام مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے، کہ ابوطلحہؓ کا ایک بچہ جو ام سلیم سے پیدا ہوا تھا، مر گیا (اور ابوطلحہؓ سفر پر تھے) ام سلیم نے گھر کے لوگوں سے کہا کہ'' تم لوگ بچے کی وفات کی خبر ابوطلحہ کو مت دینا میں خود دوں گی۔'' اور جب وہ آئے تو سب سے پہلے ان کے سامنے رات کو کھانا چنا، انہوں نے کھایا پھر اپنا بناؤ سنگار کیا پہلے سے زیادہ، اور ابوطلحہؓ ان کے پاس رہے۔ جب وہ پر سکون حالت میں ہوئے تب ان کی اہلیہ نے کہا'' ذرا بتایئے اگر کچھ لوگوں نے کسی کو کوئی چیز بطور منگنی دی ہو اور وہ اپنی منگنی دی ہوئی چیز کا مطالبہ کریں تو کیا ان لوگوں کو حق ہے کہ انکار کر دیں؟'' ابوطلحہؓ نے جواب دیا'' نہیں، اُن کو منگنی کی چیز کو روک رکھنے کا اختیار نہیں ہے۔'' تب ام سلیم نے کہا کہ'' آپ کا بچہ جو آپ کے پاس امانت تھا اللہ نے لے لیا۔ آپ کو چاہیے کہ صبر کریں تا کہ آخرت میں اجر کے مستحق ہوں۔''

آدابِ مجلس

〈۳۹۶〉عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنَّآ اِذَآ اَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ اَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِيْ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ:'' حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ'' ہم میں ہر شخص کا معمول تھا کہ جب حضور ﷺ کی مجلس میں پہنچتا تو سب کے پیچھے بیٹھ جاتا'' (ہم میں کوئی یہ حرکت نہ کرتا کہ آتا تو دیر سے اور لوگوں کو پھلانگتے ہوئے حضور ﷺ کے قریب بیٹھنے کی کوشش کرتا)۔

عہد کی پابندی

〈۳۹۷〉 عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ، خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثَلَاثًا اَوْ اَرْبَعًا، ثُمَّ يَجِيْٓءُ قَوْمٌ يَّسْبِقُ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ يَمِيْنَهٗ وَ يَمِيْنُهٗ شَهَادَتَهٗ، قَالَ وَ كَانَ اَصْحَابُنَا يَضْرِبُوْنَنَا وَ نَحْنُ صِبْيَانٌ عَلَى الشَّهَادَةِ وَالْعَهْدِ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں (یعنی صحابہؓ) پھر وہ لوگ بہتر ہیں جو میرے زمانے کے لوگوں کے بعد آئیں گے (یعنی تابعین) پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے (یعنی تبع تابعین) آپؐ نے یہ بات تین چار بار دُہرائی ـــ پھر کچھ ایسے لوگ آئیں گے جن کی گواہی قسم سے سبقت لے جائے گی اور ان کی قسم گواہی پر سبقت لے جائے گی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ''ہمارے سرپرست حضرات ہم بچوں کو جھوٹی قسم کھانے اور جھوٹی گواہی دینے اور عہد کر کے پورا نہ کرنے پر مارتے تھے۔''

تشریح: مطلب یہ کہ بعد کے لوگوں کی نظر میں گواہی اور عہد کی کوئی قدر و قیمت نہ رہ جائے گی، جھوٹی گواہی دیں گے، عہد کو پورا نہ کریں گے۔

سادگی

〈۳۹۸〉 عَنْ عَبْدِ الرُّوْمِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ طَلْقٍ، فَقُلْتُ، مَآ اَقْصَرَ سَقْفَ بَيْتِكِ هٰذَا۔ قَالَتْ يَا بُنَيَّ اِنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَتَبَ اِلٰى عُمَّالِهٖ اَنْ لَّا تُطِيْلُوْا بِنَآءَ كُمْ فَاِنَّهٗ مِنْ شَرِّ اَيَّامِكُمْ۔ (الادب المفرد)

ترجمہ: ''عبدالرومی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں ام طلقؓ کے پاس گیا، ان کے گھر کی چھتیں بہت نیچی تھیں۔ میں نے کہا'' آپ کے اس گھر کی چھت کتنی نیچی ہے۔'' انہوں نے کہا کہ ''اے بیٹے، امیر المومنین عمر بن الخطابؓ نے اپنے گورنروں کو یہ ہدایت لکھ کر بھیجی تھی کہ تم لوگ اونچی عمارتیں نہ بنانا اس لیے کہ اگر ایسا کرو گے تو وہ بُرا دَور ہوگا۔'' (یعنی دولت کی نمائش، شان دار اونچی عمارتوں کی صورت میں کی جائے گی، ظاہر ہے یہ امت کی دُنیا پرستی کا دَور ہوگا، آخرت پسندی کا رجحان مرچکا ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ امت کی اسی دینی پستی کو روکنے کے لیے بند باندھ رہے تھے)۔

جانوروں پر رحم

〈۳۹۹〉 عَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّآ اِذَا نَزَلْنَا مَنْزِلاً لَّا نُسَبِّحُ حَتّٰى نَحُلَّ الرِّحَالَ۔ (ابوداوٗد)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں،'' جب ہم سفر میں کسی منزل میں قیام کرتے تھے تو

ذکر و تسبیح اور نماز میں مشغول نہ ہوتے جب تک کہ اپنی سواریوں کے اوپر سے بوجھ نہ اتار لیتے۔“

تشریح: اسلام جانوروں پر رحم کرنے کی جو تعلیم دیتا ہے یہ اس کا ثمرہ ہے۔

مہمان نوازی

﴿۴۰۰﴾ وَ عَنْ شِهَابِ بْنِ عِبَادٍ اَنَّهٗ سَمِعَ وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ وَ هُمْ يَقُوْلُوْنَ: قَدِمْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاشْتَدَّ فَرَحُهُمْ، فَلَمَّا انْتَهَيْنَآ اِلَى الْقَوْمِ اَوْسَعُوْا لَنَا، فَقَعَدْنَا، فَرَحَّبَ بِنَا النَّبِيُّ ﷺ، وَ دَعَا لَنَا، ثُمَّ نَظَرَ اِلَيْنَا، فَقَالَ مَنْ سَيِّدُكُمْ وَ زَعِيْمُكُمْ؟ فَاَشَرْنَا جَمِيْعًا اِلَى الْمُنْذِرِ بْنِ عَآئِذٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَهٰذَا الْاَشَجُّ؟ فَكَانَ اَوَّلَ يَوْمٍ وُضِعَ عَلَيْهِ الْاِسْمُ لِضَرْبَةٍ كَانَتْ بِوَجْهِهٖ بِحَافِرِ حِمَارٍ، قُلْنَا، نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. فَتَخَلَّفَ بَعْدَ الْقَوْمِ، فَعَقَلَ رَوَاحِلَهُمْ وَ ضَمَّ مَتَاعَهُمْ، ثُمَّ اَخْرَجَ عَيْبَتَهٗ، فَاَلْقٰى عَنْهُ ثِيَابَ السَّفَرِ، وَ لَبِسَ مِنْ صَالِحِ ثِيَابِهٖ، ثُمَّ اَقْبَلَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَ قَدْ بَسَطَ النَّبِيُّ ﷺ رِجْلَهٗ، وَاتَّكَاَ فَلَمَّا دَنَا مِنْهُ الْاَشَجُّ اَوْسَعَ الْقَوْمُ لَهٗ، وَ قَالُوْا هٰهُنَا يَآ اَشَجُّ، فَقَعَدَ عَنْ يَّمِيْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَرَحَّبَ بِهٖ وَالْطَفَهٗ وَ سَاَلَهٗ عَنْ بِلَادِهِمْ، وَ سَمّٰى لَهُمْ قَرْيَةً قَرْيَةَ الصَّفَا وَالْمُشَقَّرِ، وَغَيْرَ ذٰلِكَ مِنْ قُرَى هَجَرٍ، فَقَالَ بِاَبِيْ وَ اُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَاَنْتَ اَعْلَمُ بِاَسْمَآءِ قُرَانَا مِنَّا، فَقَالَ: اِنِّيْ وَطِئْتُ بِلَادَكُمْ، وَ فُسِحَ لِيْ فِيْهَا. قَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَكْرِمُوْٓا اِخْوَانَكُمْ، فَاِنَّهُمْ اَشْبَاهُكُمْ فِي الْاِسْلَامِ اَشْبَهُ شَيْءٍ بِكُمْ اَشْعَارًا وَّ اَبْشَارًا، اَسْلَمُوْا طَآئِعِيْنَ غَيْرَ مُكْرَهِيْنَ وَلَا مَوْتُوْرِيْنَ اِذْ اَبٰى قَوْمٌ اَنْ يُّسْلِمُوْا حَتّٰى قُتِلُوْا: قَالَ: فَلَمَّآ اَصْبَحُوْا، قَالَ: كَيْفَ رَاَيْتُمْ كَرَامَةَ اِخْوَانِكُمْ لَكُمْ وَ ضِيَافَتَهُمْ اِيَّاكُمْ. قَالُوْا: خَيْرُ اِخْوَانٍ اَلَانُوْا فُرُشَنَا وَ اَطَابُوْا مَطْعَمَنَا، وَ بَاتُوْا وَ اَصْبَحُوْا يُعَلِّمُوْنَّا كِتَابَ رَبِّنَا تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى وَ سُنَّةَ نَبِيِّنَا ﷺ، فَاُعْجِبَ النَّبِيُّ ﷺ وَ فَرِحَ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ مسند احمد)

ترجمہ: ”شہاب بن عباد کہتے ہیں، قبیلۂ عبدالقیس کا جو وفد حضور ﷺ کی خدمت میں مدینہ

(اسلام لانے کے مقصد سے ۹ھ میں) گیا تھا، اس کے بعض ارکان نے بیان کیا کہ جب ہم لوگ مدینہ پہنچے تو مسلمان بہت خوش ہوئے۔ (انہوں نے ہمیں اچھی جگہ دی، خوب خاطر کی۔ حضور ﷺ نے بھی ہمیں خوش آمدید کہا، ہمارے لیے دُعا فرمائی، ہم کو دیکھا تو پوچھا ''تمہارا سردار اور لیڈر کون ہے''تو جملہ ارکانِ وفد نے منذِر بن عائذ کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہمارے لیڈر ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کیا ''یہی صاحب جن کے چہرے میں زخموں کا نشان ہے؟''ہم لوگوں نے عرض کیا کہ ''ہاں اے اللہ کے رسولؐ، یہی ہمارے لیڈر ہیں''منذر بن عائذ کے چہرے پر کبھی کسی گدھے نے لات ماری تھی جس کی وجہ سے اُن کے چہرے پر نشان پڑ گئے تھے، اشج کا لقب اسی وجہ سے حضور ﷺ نے استعمال کیا، ہم لوگ اس سے پہلے ان کو اشج کے لقب سے یاد نہیں کرتے تھے) وفد کے دوسرے لوگ نبی ﷺ سے ملاقات کے شوق میں پہلے ہی پہنچ گئے (نہ اپنا سامان قرینے سے رکھا اور نہ کپڑے بدلے) لیکن وفد کے لیڈر منذر نے پہلے سواریوں کو باندھا اور لوگوں کے سامان کو ایک جگہ قرینے سے لگایا، پھر اپنا بیگ نکالا، نئے کپڑے پہنے اور میلے کپڑے بیگ میں ڈالے۔ اس کے وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت نبی ﷺ اپنے پیر پھیلائے ہوئے اور ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ جب یہ حضورؐ کی مجلس میں پہنچے تو لوگ ان کو جگہ دینے کے لیے سمٹ گئے اور کہا کہ آپ یہاں تشریف لائیں۔ چناں چہ وہ نبی ﷺ کے دائیں پہلو میں بیٹھے۔ آپؐ نے انہیں خوش آمدید کہا، اور شفقت بھرے لہجے میں گفتگو کی، ان کے ملک کے ایک ایک گاؤں کا نام لے کر پوچھا۔ مثلاً صفا، مشقّر اور دوسری بستیاں۔ منذر ابن عائذؓ نے کہا ''میرے ماں باپ آپؐ پر قربان اے اللہ کے رسولؐ، آپؐ تو ہمارے علاقے سے ہم سے زیادہ واقف معلوم ہوتے ہیں۔'' آپؐ نے فرمایا ''ہاں، میں تمہارے ملک میں بسلسلۂ تجارت گیا ہوں، وہاں کے لوگوں نے میری بڑی خاطر کی۔''پھر آپؐ نے انصار کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ''اپنے ان بھائیوں کی خاطر تواضع کرو۔ یہ اسلام لانے میں بھی تمہارے مشابہ ہیں اور چہرے بشرے کے لحاظ سے بھی تم سے ملتے جلتے ہیں۔ یہ لوگ بغیر کسی جبر اور دباؤ کے خوشی خوشی ایمان لائے ہیں جب کہ دوسرے لوگوں نے اسلام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ میدان جنگ میں مارے گئے۔'' دوسرے دن صبح کو نبی ﷺ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ ''تمہارے

انصاری بھائیوں نے تمہاری ضیافت اور خاطر تواضع کیسی کی؟" انہوں نے کہا "یہ بہترین بھائی ہیں۔ انہوں نے ہمارے لیے آرام دہ بستر فراہم کیا، بہترین کھانا کھلایا، اور رات میں اور صبح کو یہ لوگ ہمیں ہمارے رب کی کتاب اور نبیؐ کے طریقے کی تعلیم دیتے رہے" یہ سن کر حضور ﷺ بہت خوش ہوئے۔

اجتماعی معاملات

〈۴۰۱〉 وَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ اَنَّ نَاسًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ قَدِمُوْا یُثْنُوْنَ عَلٰی صَاحِبٍ لَّهُمْ خَیْرًا۔ قَالُوْا: مَا رَأَیْنَا مِثْلَ فُلَانٍ هٰذَا قَطُّ مَا کَانَ فِیْ مَسِیْرٍ اِلَّا کَانَ فِیْ قِرَآءَ ةٍ، وَّلَا نَزَلْنَا فِیْ مَنْزِلٍ اِلَّا کَانَ فِیْ صَلَاةٍ۔ قَالَ: فَمَنْ کَانَ یَکْفِیْهِ ضَیْعَتَهٗ حَتّٰی ذَکَرَ وَ مَنْ کَانَ یَعْلِفُ جَمَلَهٗ اَوْ دَآبَّتَهٗ؟ قَالُوْا، نَحْنُ۔ قَالَ فَکُلُّکُمْ خَیْرٌ مِّنْهُ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ ابوداؤد)

ترجمہ: "حضرت ابوقلابہؒ کہتے ہیں کہ کچھ لوگ صحابہؓ کرام میں سے حضور ﷺ کے پاس پہنچے اور اپنے ایک ساتھی کی تعریف کرنے لگے۔ انہوں نے کہا، کہ "ہم نے اس فلاں ساتھی کی طرح کسی آدمی کو نہیں دیکھا۔ سفر کے دوران یہ شخص برابر قرآن پڑھتا رہتا۔ اور جب کسی جگہ ہم پڑاؤ ڈالتے تو یہ شخص نفل پڑھنے میں مشغول ہوجاتا۔" حضور ﷺ نے فرمایا "تو پھر اس کے سامانوں کی حفاظت کون کرتا اور اس کے اونٹ کو کون کھلاتا تھا؟" لوگوں نے کہا کہ "ہم اس کے سامانوں کی حفاظت کرتے اور اس کے اونٹ کو چارہ دیتے۔" آپؐ نے فرمایا "تب تو تم لوگ اس سے بہتر ہو۔"

تشریح: اجتماعی معاملات میں تمام متعلقہ افراد کو حصہ لینا چاہیے۔

اجتماعی طعام

〈۴۰۲〉 عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَیْمٍ قَالَ اَصَابَنَا عَامُ سَنَةٍ مَّعَ ابْنِ الزُّبَیْرِ، فَرُزِقْنَا تَمْرًا فَکَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ یَمُرُّ بِنَا وَ نَحْنُ نَاْکُلُ، فَیَقُوْلُ لَا تُقَارِنُوْا، فَاِنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهٰی عَنِ الْقِرَانِ، ثُمَّ یَقُوْلُ اِلَّآ اَنْ یَّسْتَاْذِنَ الرَّجُلُ اَخَاهُ۔ (بخاری، مسلم)

ترجمہ: ''جبلہ ابن سحیمؒ کہتے ہیں، قحط کے سال میں ہم ابنِ زبیرؓ کے ساتھ تھے، تو ہم کو کھجوریں ملیں اور اسے بیٹھے ہوئے کھا رہے تھے کہ عبداللہ بن عمرؓ ہمارے پاس سے گزرے، تو فرمایا ''تم میں سے کوئی شخص ایک لقمے میں دو کھجوریں اٹھا کر نہ کھائے اس لیے کہ نبی ﷺ نے اس طرح کھانے سے منع فرمایا ہے،'' ''ہاں اس صورت میں دو دو کھجوریں کھائی جا سکتی ہیں جب کہ ساتھ کھانے والے لوگوں کی طرف سے اس کی اجازت ہو۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جب قحط کا زمانہ ہو اور کھانا تھوڑا ہو تو ایک ساتھ بیٹھ کر کھانے والوں کی یہ ذہنیت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے پیٹ میں اتارنے کی کوشش کریں کیوں کہ یہ خود غرضی کی بات ہوگی جو اسلامی اخوت اور ایثار سے میل نہیں کھاتی ہاں! اگر ساتھیوں کو بُرا نہ معلوم ہو تو اس طرح کھایا جا سکتا ہے، اپنے ساتھیوں سے اجازت لینی ضروری ہے۔

﴿۴۰۳﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ الْاَشْعَرِیِّیْنَ اِذَا اَرْمَلُوْا فِی الْغَزْوِ اَوْ قَلَّ طَعَامُ عِیَالِھِمْ بِالْمَدِیْنَۃِ، جَمَعُوْا مَا کَانَ عِنْدَھُمْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ اقْتَسَمُوْہُ بَیْنَھُمْ فِیْ اِنَآءٍ وَّاحِدٍ بِالسَّوِیَّۃِ، فَھُمْ مِّنِّیْ وَ اَنَا مِنْھُمْ۔ (متفق علیہ ابوموسیٰ اشعریؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''قبیلۂ اشعر کے لوگ جب جہاد میں جاتے ہیں اور کھانا کم ہوتا ہے یا مدینہ میں ان کے یہاں غذائی قلت ہو جاتی ہے تو جو کچھ جس کے پاس ہوتا ہے لا کر ایک جگہ جمع کرتے ہیں،'' آپؐ نے اُن کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ ''یہ لوگ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں!''

جماعتی نظم وضبط

﴿۴۰۴﴾ قَالَ کَعْبُ بْنُ مَالِکٍ، ''نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ کَلَامِنَا اَیُّھَا الثَّلَاثَۃَ مِنْ بَیْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْہُ، قَالَ، فَاجْتَنَبَنَا النَّاسُ، اَوْ قَالَ تَغَیَّرُوْا لَنَا، حَتّٰی تَنَکَّرَتْ لِیْ فِیْ نَفْسِیَ الْاَرْضُ، فَمَا ھِیَ بِالْاَرْضِ الَّتِیْٓ اَعْرِفُ، فَلَبِثْنَا عَلٰی ذٰلِکَ خَمْسِیْنَ لَیْلَۃً۔ فَاَمَّا صَاحِبَایَ، فَاسْتَکَانَا وَ قَعَدَا فِیْ بُیُوْتِھِمَا یَبْکِیَانِ، وَ اَمَّآ اَنَا، فَکُنْتُ اَشَبَّ الْقَوْمِ وَ اَجْلَدَھُمْ، فَکُنْتُ اَخْرُجُ فَاَشْھَدُ الصَّلٰوۃَ مَعَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ اَطُوْفُ فِی الْاَسْوَاقِ وَلَا یُکَلِّمُنِیْٓ اَحَدٌ، وَ اٰتِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ

فَاُسَلِّمُ عَلَیْہِ وَ ھُوَ فِیْ مَجْلِسِہٖ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ، فَاَقُوْلُ فِیْ نَفْسِیْ ھَلْ حَرَّکَ شَفَتَیْہِ اَمْ لَا؟ ثُمَّ اُصَلِّیْ قَرِیْبًا مِّنْہُ وَ اُسَارِقُہُ النَّظَرَ، فَاِذَآ اَقْبَلْتُ عَلٰی صَلٰوتِیْ نَظَرَ اِلَیَّ، وَ اِذَ الْتَفَتُّ نَحْوَہٗ اَعْرَضَ عَنِّیْ، حَتّٰٓی اِذَا طَالَ ذٰلِکَ عَلَیَّ مِنْ جَفْوَۃِ الْمُسْلِمِیْنَ، مَشَیْتُ حَتّٰی تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ اَبِیْ قَتَادَۃَ، وَ ھُوَ ابْنُ عَمِّیْ وَ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ، فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ، فَوَ اللّٰہِ مَا رَدَّ عَلَیَّ السَّلَامَ، فَقُلْتُ لَہٗ یَآ اَبَا قَتَادَۃَ اَنْشُدُکَ بِاللّٰہِ ھَلْ تَعْلَمُنِیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ؟ فَسَکَتَ۔ فَعُدْتُّ فَنَا شَدْتُّہٗ، فَسَکَتَ، فَعُدْتُّ فَنَا شَدْتُّہٗ، فَقَالَ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗٓ اَعْلَمُ، فَفَاضَتْ عَیْنَایَ وَ تَوَلَّیْتُ حَتّٰی تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ۔ (متفق علیہ۔عبداللہ بن کعب)

ترجمہ: حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں: ’’نبی ﷺ نے لوگوں کو ہم تینوں (یعنی مجھ سے اور ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع) سے گفتگو اور بات چیت کرنے سے روک دیا، کیوں کہ ہم تبوک کی مہم پر اپنی سستی کی وجہ سے نہیں جا سکے تھے، تو لوگوں نے ہم سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اور ایسے بدل گئے گویا ہم کو پہچانتے نہیں، یہاں تک کہ مدینے کی سرزمین ہمارے لیے بالکل اجنبی بن گئی۔ اب مدینہ وہ مدینہ نہیں تھا جس کو ہم جانتے تھے، تو اسی حالت پر ہم پر پچاس راتیں گزریں۔ میرے دونوں ساتھیوں (ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع) پر اس بائیکاٹ کا بڑا اثر ہوا، یہ دونوں اپنے گھر میں بیٹھے روتے رہتے، اور میں چوں کہ جوان تھا اور دل کا مضبوط، اس لیے میں گھر سے نکلتا، مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا، اور بازاروں میں گھومتا لیکن کوئی بھی ہم سے بولتا نہیں تھا۔ اور حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوکر جب مسجدِ نبوی میں بیٹھتے تو میں آپؐ کے پاس جاتا اور سلام کرتا، پھر میں اپنے جی میں سوچتا کہ نبی ﷺ نے میرے سلام کا جواب دیا یا نہیں؟ پھر میں آپؐ سے قریب ہوکر نماز پڑھتا اور چپکے سے آپؐ کی طرف دیکھتا، تو جب میں اپنی نماز میں لگ جاتا تو آپؐ میری طرف نظر فرماتے اور جب میں آپؐ کی طرف مڑ کر دیکھتا تو آپؐ اپنا چہرۂ مبارک پھیر لیتے۔ یہاں تک کہ جب مسلمانوں کی بے رُخی مجھ پر بہت زیادہ شاق گزری تو ابوقتادہ کے باغ کی دیوار پھاند کر ابوقتادہ کے پاس پہنچا، یہ میرے چچازاد بھائی اور میرے محبوب ترین دوستوں میں ہیں تو میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے بھی جواب نہ دیا۔ میں

نے ان سے کہا ’’ اے ابوقتادہ! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ میں اللہ اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں،‘‘ وہ بدستور خاموش رہے۔ پھر میں نے دوبارہ انہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا تب بھی وہ خاموش رہے، پھر تیسری بار اللہ کا واسطہ دے کر اپنی بات دُہرائی، تب انہوں نے کہا ’’ اللہ اور رسولؐ ہی واقف ہیں‘‘ (کہ تمہیں اللہ و رسولؐ سے محبت ہے کہ نہیں، انہیں سے اس کی سند لو: اس پر میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ میں اُلٹے پاؤں دیوار پھاند کر واپس آ گیا۔

تشریح: یہ جماعتی نظم و ڈسپلن کا نہایت اعلیٰ نمونہ ہے، جب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق نبی ﷺ نے کعب بن مالک اور ان کے دونوں مندرجہ بالا ساتھیوں کے بائیکاٹ کا اعلان کیا اور لوگوں کو ان سے بات چیت کرنے سے روک دیا تو پورا مدینہ ان کے لیے ایک اجنبی شہر بن گیا، یہاں تک کہ ان کے عزیز ترین دوست اور چچازاد بھائی ابوقتادہ تنہائی میں بھی اللہ کا واسطہ دینے کے باوجود ان سے نہیں بولے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع کر دیا تھا۔ اس جماعتی نظم و ڈسپلن سے متعلق مزید تفصیل تفہیم القرآن جلد دوم سورہ توبہ حاشیہ نمبر ۱۱۹ ملاحظہ کیجیے۔

انفاق

﴿۴۰۵﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زُبَيْرٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ امْرَأَتَيْنِ اَجْوَدَيْنِ مِنْ عَآئِشَةَ وَ اَسْمَآءَ، وُجُوْدُهُمَا مُخْتَلِفٌ، اَمَّا عَآئِشَةُ فَكَانَتْ تَجْمَعُ الشَّیْءَ اِلَی الشَّیْءِ، حَتّٰی اِذَا كَانَ اجْتَمَعَ عِنْدَهَا قَسَّمَتْ، وَ اَمَّآ اَسْمَآءُ فَكَانَتْ لَا تُمْسِكُ شَيْئًا لِغَدٍ۔ (الادب المفرد)

ترجمہ: ’’حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں، ’’میں نے عائشہؓ اور اسماءؓ (عبداللہ بن زبیرؓ کی خالہ اور ماں) سے زیادہ سخاوت کرنے والی عورتیں نہیں دیکھیں۔ ان دونوں کی سخاوت اور فیّاضی کی نوعیت مختلف تھی۔ عائشہؓ کا حال یہ تھا کہ وہ روزانہ کچھ نہ کچھ جمع کرتی جاتیں اور جب قابلِ لحاظ مقدار میں مال جمع ہو جاتا تو غریبوں میں تقسیم کر دیتیں، اور اسماءؓ کا حال یہ تھا کہ وہ روزانہ جو کچھ ان کے ہاتھ میں آتا ضرورت مندوں تک پہنچا دیتیں اور کل کے لیے کچھ نہ رکھتیں۔‘‘

﴿۴۰۶﴾ اِنَّ رَجُلاً مِّنَ الْاَنْصَارِ كَانَ يُصَلِّىْ فِىْ حَآئِطٍ لَّهُ بِالْقُفِّ وَادٍ مِنْ اَوْدِيَةِ الْمَدِيْنَةِ، وَالنَّخْلُ قَدْ ظُلِّلَتْ وَ هِىَ مُطَوَّقَةٌ بِثَمَرِهَا، فَنظَرَ اِلَيْهَا فَاَعْجَبَتْهُ، ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى صَلاَتِهٖ، فَاِذَا هُوَ لاَ يَدْرِىْ كَمْ صَلّٰى، فَقَالَ لَقَدْ اَصَابَنِىْ فِىْ مَالِىْ هٰذَا فِتْنَةٌ، فَجَآءَ عُثْمَانَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ هُوَ يَوْمَئِذٍ خَلِيْفَةٌ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ وَ قَالَ هُوَ صَدَقَةٌ فَاجْعَلْهُ فِىْ سَبِيْلِ الْخَيْرِ، فَبَاعَهُ بِخَمْسِيْنَ اَلْفًا فَسَمّٰى ذٰلِكَ الْمَالَ الْخَمْسِيْنَ۔ (موطا، مالک، ترغیب)

ترجمہ: ”ایک انصاری آدمی اپنے کسی باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ باغ مدینہ کی مشہور وادی ”قُف“ میں تھا، اور کھجوروں کے درخت پھل سے لدے ہوئے تھے۔ نماز پڑھتے میں اُن کی نظر اُن پھلوں کی طرف گئی اور اس سے خوش ہوئے۔ پھر اپنی نماز میں متوجہ ہوئے اور انہیں یاد نہیں کہ کتنی رکعتیں پڑھیں، اب انہوں نے سوچا کہ میری یہ جائداد تو میرے لیے فتنہ بن گئی تو وہ خلیفۂ وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے پورا ماجرا بیان کیا اور کہا کہ میں نے یہ باغ وقف کر دیا آپ اسے نیکی کے کاموں میں صَرف کیجیے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے ۵۰ ہزار درہم میں بیچا اور اس باغ کا نام ”خمسین“ رکھا۔

تشریح: درہم کم و بیش ساڑھے چار آنے کے برابر ہوتا ہے، اور درہم آج کا نہیں بلکہ اُس تمدنی دَور کا جب ایک درہم میں چھ آدمیوں کا کنبہ دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھاتا تھا۔

﴿۴۰۷﴾ عَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَكْثَرَ الْاَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالاً مِنْ نَّخْلٍ، وَ كَانَ اَحَبَّ اَمْوَالِهٖ اِلَيْهِ بَيْرُحَآءَ، وَ كَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدْخُلُهَا وَ يَشْرَبُ مِنْ مَّآءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ، قَالَ اَنَسٌ، فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ، قَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى يَقُوْلُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ وَ اِنَّ اَحَبَّ اَمْوَالِىْٓ اِلَىَّ بَيْرُحَآءُ وَ اِنَّهَا صَدَقَةٌ اَرْجُوْ بِرَّهَا وَ ذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ، قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَخٍ، ذٰلِكَ مَالٌ رَّابِحٌ، ذٰلِكَ مَالٌ رَّابِحٌ۔ (بخاری، مسلم)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، ''ابوطلحہؓ انصار مدینہ کے سب سے زیادہ مال دار آدمی تھے، جتنے کھجوروں کے باغات ان کے پاس تھے، کسی کے پاس نہیں تھے۔ اور سب سے اچھا اور محبوب باغ اُن کے نزدیک ''بیرحاء'' کا باغ تھا۔ یہ باغ مسجدِ نبوی کے سامنے تھا اور نبی ﷺ اس باغ میں تشریف لے جاتے اور پانی پیتے، اس باغ کے کنوئیں کا پانی نہایت عمدہ تھا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ''لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ[1]'' تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا ''کہ اللہ کے رسول (ﷺ)! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''لَن تَنَالُوا الْبِرَّ... الخ'' اور ''بیرحاء'' میرا سب سے زیادہ محبوب مال ہے میں نے اس کو راہِ خدا میں وقف کیا تاکہ یہ اللہ کے یہاں میرے کام آئے۔ تو آپؐ، جہاں آپؐ کا رب بتائے وہاں صرف کیجیے۔'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''شاباش! تم نے اچھا کیا، یہ نفع بخش تجارت ہے، نفع بخش تجارت ہے!''

﴿۴۰۸﴾ عَنْ قَیْسِ بْنِ سِلعِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، اَنَّ اِخْوَتَہٗ شَکَوْہُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالُوْا اِنَّہٗ یُبَذِّرُ مَالَہٗ وَ یَنْبَسِطُ فِیْہِ۔ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اٰخُذُ نَصِیْبِیْ مِنَ التَّمْرَۃِ فَاُنْفِقُہٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ عَلٰی مَنْ صَحِبَنِیْ۔ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ صَدْرَہٗ وَ قَالَ اَنْفِقْ یُنْفِقِ اللّٰہُ عَلَیْکَ ثَلاثَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا کَانَ بَعْدَ ذٰلِکَ خَرَجْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ مَعِیَ رَاحِلَۃٌ وَّ اَنَا اَکْثَرُ اَھْلِ بَیْتِی الْیَوْمَ وَ اَیْسَرُہٗ۔ (ترغیب بحوالۂ طبرانی)

ترجمہ: ''حضرت قیس بن سلع انصاریؓ سے روایت ہے کہ ''ان کے بھائیوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ان کی شکایت کی کہ قیس اپنے مال کو لٹاتا ہے اور خوب خرچ کرتا ہے۔ میں نے کہا ''اے اللہ کے رسولؐ'' میں اپنے حصے کے کھجور لے لیتا ہوں اور اسے اللہ کی راہ میں اور اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہوں۔ تو نبی ﷺ نے شاباشی کے ساتھ اپنا ہاتھ میرے سینے پر مارا اور فرمایا کہ، ''خرچ کرو اللہ تعالیٰ تمہیں دے گا۔ یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ کہی'' چناں چہ اس کے بعد اب میں اللہ کی راہ میں اپنی ذاتی اونٹنی پر جہاد کرنے کے لیے نکلتا ہوں اور آج میں اپنے کنبے والوں میں سب سے زیادہ مال دار اور خوش حال ہوں۔''

(۱) تم لوگ خدا کے وفادار ہرگز نہیں بن سکتے جب تک کہ اپنے محبوب مال کو خدا کی راہ میں نہ دو۔ (آل عمران: ۹۲)

〈۴۰۹〉عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ الْمُھَاجِرُوْنَ ذَھَبَ الْاَنْصَارُ بِالْاَجْرِ کُلِّہٖ، مَا رَأَیْنَا قَوْمًا اَحْسَنَ بَذْلًا لِّکَثِیْرٍ، وَّلَا اَحْسَنَ مُوَاسَاۃً فِیْ قَلِیْلٍ مِّنْھُمْ، وَ لَقَدْ کَفَوْنَا الْمُؤْنَۃَ۔ قَالَ اَلَیْسَ تُثْنُوْنَ عَلَیْھِمْ بِہٖ وَ تَدْعُوْنَ لَھُمْ قَالُوْا بَلٰی، قَالَ فَذَاکَ بِذَاکَ۔ (ابوداؤد، نسائی)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ مہاجرین نے ایک دفعہ نبی ﷺ سے کہا کہ ''انصار سارا اجر سمیٹ لے گئے۔ یہ لوگ اپنی بہت سی دولت خرچ کررہے ہیں اور جن کے پاس تھوڑا ہوتا ہے وہ بھی اپنے تھوڑے میں غریبوں کو شریک کرکے اپنے برابر کرلیتے ہیں اور ہمارا تو سارا خرچہ انہوں نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔'' تو آپؐ نے فرمایا کہ'' کیا تم لوگ ان کے لیے شکر کے جذبات نہیں رکھتے ہو؟ کیا تم ان کے لیے دعا نہیں کرتے ہو؟'' مہاجرین نے کہا'' ہاں'' ہم ان کا شکر ادا کرتے ہیں اور ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔'' آپؐ نے فرمایا'' تو یہ اس کا بدلہ ہوگیا'' (وہ تمہارے ساتھ احسان کرتے ہیں تم ان کے ساتھ احسان کرتے ہو۔ تم بھی اجر کے مستحق وہ بھی اجر کے مستحق)۔

معاشرت ومعاملات

والدین کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک

﴿۴۱۰﴾ وَ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِیْنَۃَ فَاَتَانِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ: أَتَدْرِیْ لِمَ اَتَیْتُکَ؟ قَالَ: قُلْتُ لَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّصِلَ اَبَاہُ فِیْ قَبْرِہٖ فَلْیَصِلْ اِخْوَانَ اَبِیْہِ بَعْدَہٗ، وَ اِنَّہٗ کَانَ بَیْنَ اَبِیْ عُمَرَ وَ بَیْنَ اَبِیْکَ اِخَآءٌ وَ وُدٌّ فَأَحْبَبْتُ اَنْ اَصِلَ ذَاکَ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ ابن حبان)

ترجمہ: ”حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ جب میں مدینہ پہنچا تو عبداللہ بن عمرؓ مجھ سے ملنے کے لیے تشریف لائے۔ کہا ”تمہیں معلوم ہے میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں؟“ میں نے کہا ”نہیں،“ انہوں نے فرمایا ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے، کہ ”جو شخص یہ چاہے کہ اپنے باپ کے انتقال کے بعد، باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اسے چاہیے کہ اپنے باپ کے دوستوں سے اچھا سلوک کرے،“ اور میرے والد (عمرؓ) اور تمہارے والد (ابو موسیٰ اشعریؓ) کے درمیان گہری دوستی اور محبت تھی، میں نے چاہا کہ اپنے باپ کے ساتھ اچھا سلوک کروں، اس لیے میں تمہاری ملاقات کو آیا۔“

﴿۴۱۱﴾ وَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَعْرَابِ لَقِیَہٗ بِطَرِیْقِ مَکَّۃَ، فَسَلَّمَ عَلَیْہِ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ، وَ حَمَلَہٗ عَلٰی حِمَارٍ کَانَ یَرْکَبُہٗ وَ اَعْطَاہُ عِمَامَۃً کَانَتْ عَلٰی رَأْسِہٖ۔ قَالَ ابْنُ دِیْنَارٍ: فَقُلْنَا لَہٗ

اَصلَحکَ اللّٰہُ اِنَّھُمُ الاَعرَابُ وَ ھُم یَرضَونَ بِالیَسِیرِ، فَقَالَ عَبدُ اللّٰہِ بنُ عُمَرَ: اِنَّ اَبَا ھٰذَا کَانَ وُدًّا لِعُمَرَ بنِ الخَطَّابِ وَ اِنِّی سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُولُ: اِنَّ اَبَرَّ البِرِّ صِلَۃُ الوَلَدِ اَھلَ وُدِّ اَبِیہِ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن دینارؒ سے روایت ہے کہ مکہ کے راستے میں عبد اللہ بن عمرؓ کی (جب کہ وہ حج کو جارہے تھے) ایک بدّو سے ملاقات ہوئی، عبد اللہ بن عمرؓ نے اس کو سلام کیا، اور جس خچر پر وہ سوار تھے اس پر اسے بھی بٹھالیا اور اپنے سر کا عمامہ اسے دے دیا۔ ابن دینار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ”ہم نے کہا کہ اللہ آپ کا بھلا کرے، یہ تو بدو لوگ ہیں۔ تھوڑی چیز پر بھی راضی اور مطمئن ہو جاتے ہیں پھر آپ نے یہ سب کیوں کیا؟“ عبد اللہ بن عمرؓ نے جواب دیا کہ ”اس کا باپ میرے باپ عمر بن خطابؓ کا دوست تھا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے،“ یہ بہت بڑی نیکی ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔“

غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک

﴿۴۱۲﴾ وَ عَن اَبِی مَسعُودِ البَدرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ قَالَ: کُنتُ اَضرِبُ غُلَامًا لِّی بِالسَّوطِ فَسَمِعتُ صَوتًا مِّن خَلفِی: ”اِعلَم اَبَا مَسعُودٍ،“ فَلَم اَفھَمِ الصَّوتَ مِنَ الغَضَبِ، فَلَمَّا دَنَا مِنِّی اِذَا ھُوَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَاِذَا ھُوَ یَقُولُ: اِعلَم اَبَا مَسعُودٍ اَنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اَقدَرُ عَلَیکَ مِنکَ عَلٰی ھٰذَا الغُلَامِ، فَقُلتُ: لَآ اَضرِبُ مَملُوکًا بَعدَہٗ اَبَدًا۔ وَ فِی رِوَایَۃٍ: فَقُلتُ یَا رَسُولَ اللّٰہِ ھُوَ حُرٌّ لِوَجہِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ فَقَالَ: اَمَا لَو لَم تَفعَل لَلَفَحَتکَ النَّارُ، اَو لَمَسَّتکَ النَّارُ۔

(ترغیب وترہیب بحوالہ مسلم وابوداؤد وترمذی)

ترجمہ: ”حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ ”میں اپنے ایک غلام کو کوڑے سے مار رہا تھا تو پیچھے سے کسی نے آواز دی کہ ”اے ابومسعود! جان لو!“ تو غصّے کی وجہ سے میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ یہ کون کہہ رہا ہے، جب وہ شخص قریب آیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ فرما رہے ہیں، کہ ”جان لو اے ابومسعود، کہ تم کو جتنی قدرت اس غلام پر حاصل ہے اس سے

زیادہ قدرت اللہ کو تم پر ہے۔‘‘میں نے عرض کیا اب کبھی بھی کسی غلام کو نہیں ماروں گا۔‘‘ (اور ایک روایت کے مطابق اسے آزاد کردیا تاکہ غلطی کا کفّارہ ہو جائے، غصّے میں بے دردی سے اور وہ بھی کوڑے سے مار رہے تھے، اتنی سخت سزا کا وہ مستحق نہ تھا، اسی لیے حضور ﷺ نے انہیں سختی سے ٹوکا) اور فرمایا ’’اگر تم نے اسے آزاد نہ کیا ہوتا تو جہنم کی لپٹ تم کو پہنچتی۔‘‘

یتیموں کا خیال

〈۴۱۳〉 قَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ لَقَدْ عَهِدْتُّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ اِنَّ الرَّجُلَ مِنْهُمْ يُصْبِحُ فَيَقُوْلُ يَآ اَهْلِيَهْ يَآ اَهْلِيَهْ يَتِيْمَكُمْ يَتِيْمَكُمْ۔ (صحیفۃ الحق)

ترجمہ: ’’حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں،’’میں نے مسلمانوں کو (یعنی صحابۂ کرامؓ کو) اس حال میں دیکھا ہے کہ وہ صبح کو اپنے گھر والوں سے کہتے کہ سب سے پہلے یتیم کو کھلاؤ، سب سے پہلے اس کو دو۔‘‘

ایثار

〈۴۱۴〉 عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، اُهْدِيَ لِرَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَأْسُ شَاةٍ فَقَالَ فُلَانٌ اَحْوَجُ مِنِّيْٓ اِلَيْهِ فَبَعَثَ بِهٖٓ اِلَيْهِ فَبَعَثَ ذٰلِكَ الْاِنْسَانُ اِلٰی اٰخَرَ فَلَمْ يَزَلْ يَبْعَثُ بِهٖ وَاحِدٌ اِلٰی اٰخَرَ حَتّٰی رَجَعَ اِلَی الْاَوَّلِ بَعْدَ اَنْ تَدَاوَلَتْهُ سَبْعَةٌ۔ (صحیفۃ الحق)

ترجمہ: ’’حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:’’اصحابِ نبی ﷺ میں سے ایک آدمی کو بکری کا سر بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔ انہوں نے کہا میرا فلاں ساتھی مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے، چناں چہ اس کے پاس بھیجا گیا۔ اس نے ایک دوسرے آدمی کے بارے میں کہا کہ اسے دے آؤ وہ زیادہ ضرورت مند ہے، اسی طرح سات آدمیوں کے پاس بھیجا گیا بالآخر وہ لوٹ کے پہلے آدمی کے پاس آیا۔‘‘

حلال روزی

〈۴۱۵〉 عَنْ عَآئِشَةَؓ قَالَتْ، كَانَ لِاَبِيْ بَكْرِ ںالصِّدِّيْقِؓ غُلَامٌ يُّخْرِجُ لَهُ الْخَرَاجَ،

وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يَّأْكُلُ مِنْهُ، فَجَآءَ يَوْمًا بِشَیْءٍ فَاَكَلَ مِنْهُ اَبُوْ بَكْرٍ، فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ تَدْرِیْ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّمَا هُوَ؟ فَقَالَ كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِاِنْسَانٍ فِی الْجَاهِلِيَّةِ وَمَآ اُحْسِنُ الْكِهَانَةَ اِلَّآ اَنِّیْ خَدَعْتُهُ، فَلَقِيَنِیْ فَاَعْطَانِیْ لِذٰلِكَ هٰذَا الَّذِیْ اَكَلْتَ مِنْهُ، فَاَدْخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ يَّدَهُ فَقَآءَ كُلَّ شَیْءٍ فِیْ بَطْنِهٖ۔ (بخاری)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ کا ایک غلام تھا جو کما کر ایک مقررہ رقم انہیں دیتا، اور ابوبکرؓ اسے اپنے کام میں لاتے۔ ایک دن اس نے کوئی چیز لا کر دی اور ابوبکرؓ نے اسے کھایا، تو غلام نے کہا'' آپ کو علم ہے کہ یہ کیا ہے اور کہاں سے ملی ہے؟'' انہوں نے پوچھا'' بتاؤ یہ کیا ہے اور کہاں سے لائے؟'' اس نے کہا'' اسلام کے آنے سے پہلے میں نے ایک آدمی کو اس کی تقدیر بتائی تھی (آئندہ ہونے والی باتیں بتائی تھیں) میں اِس علم سے واقف نہیں تھا، میں نے اسے دھوکا دیا تھا، تو اب اس سے ملاقات ہوئی اور اس نے اس کی اجرت دی جس کو آپ نے کھایا۔'' یہ سُن کر حضرت ابوبکرؓ نے حلق میں انگلیاں ڈال کر پیٹ میں جو کچھ تھا باہر نکال دیا۔''

حسنِ معاملہ

﴿۴۱۶﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ لَمَّا وَقَفَ الزُّبَيْرُ يَوْمَ الْجَمَلِ دَعَانِیْ، فَقُمْتُ اِلٰی جَنْبِهٖ، فَقَالَ يَا بُنَیَّ اِنَّهٗ لَا يُقْتَلُ الْيَوْمَ اِلَّا ظَالِمٌ اَوْ مَظْلُوْمٌ وَّ اِنِّیْ لَا اُرَانِیْ اِلَّا سَاُقْتَلُ الْيَوْمَ مَظْلُوْمًا، وَ اِنَّ مِنْ اَكْبَرِ هَمِّیْ لَدَيْنِیْ، اَفَتَرٰی دَيْنَنَا يُبْقِیْ مِنْ مَّالِنَا شَيْئًا ثُمَّ قَالَ يَا بُنَیَّ بِعْ مَالَنَا وَاقْضِ دَيْنِیْ...قَالَ وَ اِنَّمَا كَانَ دَيْنُهُ الَّذِیْ كَانَ عَلَيْهِ اَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَاْتِيْهِ بِالْمَالِ فَيَسْتَوْدِعُهٗ اِيَّاهُ فَيَقُوْلُ الزُّبَيْرُ لَا، وَ لٰكِنْ هُوَ سَلَفٌ اَخْشٰی عَلَيْهِ الضَّيْعَةَ۔ (بخاری)

ترجمہ: ''عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں'' میرے والد حضرت زبیرؓ نے جنگِ جمل'' کے موقع پر مجھے بلایا۔ میں جا کر ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا تو انہوں نے کہا'' اے عزیز بیٹے، آج یا تو آدمی

ظالم کی حیثیت میں قتل کیا جائے گا یا مظلوم کی حیثیت میں قتل کیا جائے گا۔ اور میں اپنے بارے میں سمجھتا ہوں کہ مظلوم کی حیثیت میں مارا جاؤں گا، اور آج مجھے فکر ہے تو لوگوں کے قرض کی فکر ہے کہ وہ کسی طرح ادا ہو جائے۔ تمہارا کیا خیال ہے، قرض چکانے کے بعد کچھ مال بچ رہے گا؟ —— پھر فرمایا ''اے بیٹے! ہماری جائداد بیچ کر قرض ادا کر دینا''... عبداللہؓ کہتے ہیں کہ ان کے ذمہ جو بھی قرض تھا اس کی نوعیت یہ نہیں کہ اپنے اور گھر والوں پر خرچ کرنے کے سلسلے میں لیا ہو، بلکہ شکل یہ تھی کہ لوگ ان پر اعتماد کر کے اپنی رقم بطورِ امانت رکھنے آتے تو اُن سے کہتے کہ امانت کے طور پر نہ رکھو بلکہ یہ رقم میرے پاس بطورِ قرض رہے گی تاکہ تمہاری نہ ماری جائے۔ امانت کے طور پر رکھو گے اور ضائع ہوگئی تو قانوناً تم لے نہیں سکتے، اس لیے اس کو قرض جانو کہ اگر میرے یہاں تلف ہو جائے تو تمہارا نقصان نہ ہو۔''

تنگ دست قرض دار کے ساتھ نرمی

﴿۴۱۷﴾ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، اَنَّہٗ طَلَبَ غَرِیْمًا لَّہٗ فَتَوَارٰی عَنْہُ ثُمَّ وَجَدَہٗ، فَقَالَ اِنِّیْ مُعْسِرٌ، قَالَ آللّٰہِ؟ قَالَ آللّٰہُ! قَالَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ، مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُّنَجِّیَہُ اللّٰہُ مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ فَلْیُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ اَوْ یَضَعْ عَنْہُ۔ (مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے قرض دار کو بلایا تو وہ چھپ گیا پھر اس سے ملاقات ہوگئی اور قرض کا مطالبہ کیا تو اس نے کہا ''میرے ہاتھ بہت تنگ ہیں۔'' تو انہوں نے کہا ''کیا بہ خدا تم نہیں دے سکتے؟'' تو اس نے خدا کی قسم کھا کے کہا کہ ''وہ اس وقت قرض ادا کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔'' تو فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ، ''جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ قیامت کے غموں سے اُسے نجات ملے تو اسے چاہیے کہ تنگ دست قرض دار کو مہلت دے یا معاف کر دے۔''

تشریح: اس حدیث میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اسے مزید

مہلت دی یا قرض معاف کر دیا، لیکن حدیث جس ڈھنگ سے بیان ہوئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنا قرض معاف کر دیا۔

اقامتِ دین کی راہ میں

〈۴۱۸〉 وَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ: اَقَمْتُ مَعَ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالْمَدِيْنَةِ سَنَةً فَقَالَ لِىْ ذَاتَ يَوْمٍ وَّ نَحْنُ عِنْدَ حُجْرَةِ عَآئِشَةَ: لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا لَنَا ثِيَابٌ اِلَّا الْاَبْرَادُ الْخَشِنَةُ وَ اِنَّهُ لَيَأْتِىْ عَلٰى اَحَدِنَا الْاَيَّامُ مَا يَجِدُ طَعَامًا يُّقِيْمُ بِهٖ صُلْبَهٗ حَتّٰى اِنْ كَانَ اَحَدُنَا لَيَأْخُذَ الْحَجَرَ فَيَشُدُّ بِهٖ عَلٰى اَخْمُصِ بَطْنِهٖ ثُمَّ يَشُدُّهٗ بِثَوْبِهٖ لِيُقِيْمَ صُلْبَهٗ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ احمدؒ)

ترجمہ: ''عبداللہ بن شقیقؒ کہتے ہیں: ''میں حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ مدینہ منورہ میں سال بھر رہا۔ ایک دن جب کہ ہم حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے قریب بیٹھے تھے انہوں نے فرمایا، ''ہم نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ ہمارے جسم پر کھردری موٹی چادروں کے سوا نرم کپڑے نہیں تھے۔ اور ایسا بھی ہوتا رہا کہ کئی دن گزر جاتے اتنا کھانا میسّر نہ ہوتا کہ جس سے آدمی اپنی پیٹھ کو سیدھا کر سکے۔ ہم لوگوں کا حال یہ تھا کہ پتھر اٹھاتے، اپنے پیٹ پر رکھتے اور کپڑے سے اسے باندھ دیتے تا کہ جسم سیدھا رہے۔''

〈۴۱۹〉 عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ اَمَّرَ عَلَيْنَا اَبَا عُبَيْدَةَ يُعْطِيْنَا تَمْرَةً تَمْرَةً، فَقِيْلَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ بِهَا؟ قَالَ نَمُصُّهَا كَمَا يَمُصُّ الصَّبِىُّ ثُمَّ نَشْرَبُ عَلَيْهَا مِنَ الْمَآءِ فَتَكْفِيْنَا يَوْمَنَا اِلَى اللَّيْلِ، وَ كُنَّا نَضْرِبُ بِعِصِيِّنَا الْخَبَطَ ثُمَّ نَبُلُّهٗ بِالْمَآءِ فَنَاْكُلُهٗ۔ (مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں، نبی ﷺ نے ہم کو، ابوعبیدہؓ کی سرکردگی میں، مشرکین مکہ کے ایک قافلے کا راستہ روکنے کے لیے بھیجا اور کھجوروں کا ایک تھیلہ ہمارے ساتھ کر دیا، اس کے سوا کوئی اور چیز حضور ﷺ فراہم نہ کر سکے، تو ابوعبیدہؓ ہم کو روز ایک ایک کھجور

دیتے، جابرؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ لوگ کھجور لے کر کیا کرتے تھے، انہوں نے کہا کہ ”ہم وہ کھجور منہ میں ڈال کر دیر تک بچوں کی طرح چوستے پھر اس پر پانی پی لیتے تھے، تو یہ ایک کھجور شام تک کے لیے کافی ہو جاتا تھا اور اپنی لاٹھی سے پتے جھاڑتے پھر پانی میں ان کو بھگوتے اور کھا لیتے۔“

﴿۴۲۰﴾ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ: اِنِّیْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَقَدْ کُنَّا نَغْزُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَالَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقَ الْحُبْلَةِ وَ هٰذَا السَّمُرَ حَتّٰی اِنْ کَانَ اَحَدُنَا لَیَضَعُ کَمَا تَضَعُ الشَّاةُ مَالَهٗ خِلْطٌ۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: ”حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں، ”میں سب سے پہلا عرب آدمی ہوں جس نے اللہ کی راہ میں مشرکین پر تیروں سے حملہ کیا اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا کر کافروں سے جہاد کرتے اور حال یہ ہوتا تھا کہ ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہ ہوتا، بس یہی کانٹے دار جھاڑیوں کے پتے اور ببول کے پتے ہوتے، یہاں تک کہ ہم میں سے ہر ایک کا حال یہ تھا کہ اجابت بکری کی مینگنیوں کی طرح ہوتی جس میں ذرا بھی تری نہیں ہوتی تھی۔“

﴿۴۲۱﴾ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰی مُصْعَبِ بْنِ عُمَیْرٍ مُّقْبِلًا عَلَیْهِ اِهَابُ کَبْشٍ قَدْ تَنَطَّقَ بِهٖ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اُنْظُرُوْا اِلٰی هٰذَا الَّذِیْ نَوَّرَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ.“ لَقَدْ رَأَیْتُهٗ بَیْنَ اَبَوَیْنِ یَغْذُوَانِهٖ بِأَطْیَبِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ، وَ لَقَدْ رَأَیْتُ عَلَیْهِ حُلَّةً شَرَاهَا اَوْ شُرِیَتْ بِمِائَتَیْ دِرْهَمٍ، فَدَعَاهُ حُبُّ اللّٰهِ، وَ حُبُّ رَسُوْلِهٖ اِلٰی مَا تَرَوْنَ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: ”حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مصعب بن عمیرؓ کو دیکھا کہ حضور ﷺ کے پاس آرہے ہیں اور حال یہ ہے کہ مینڈھے کا چمڑا تہہ بند کی جگہ لپیٹے ہوئے ہیں۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا، ”اس شخص کو دیکھو جس کے دل کو اللہ نے اسلام کی روشنی سے منوّر کر دیا۔ آج اس کو اس حال میں دیکھ رہا ہوں اور کل اسلام لانے سے پہلے اس حال میں دیکھا ہے کہ اس کے والدین اس کو بہترین غذا دیتے تھے اور ان کے جسم پر دوسو درہم کی پوشاک ہوتی (خیال رہے اس زمانے کے دوسو درہم) لیکن اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت میں آج اس کا یہ حال

ہوا ہے۔'' (وہ اسلام کی دولت پاکر خوش ہیں کبھی گزشتہ دور کی عیش و آرام کی زندگی بھولے سے بھی ان کو یاد نہیں آتی۔ اگرچہ پیغمبر ﷺ اور انؓ کے ساتھی انہیں اس حال میں دیکھ کر رو پڑتے ہیں)۔

〈۴۲۲〉 وَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْتُ فِیْ غَدَاةٍ شَاتِيَةٍ جَآئِعًا وَ قَدْ اَوْ بَقَنِیَ الْبَرْدُ، فَاَخَذْتُ ثَوْبًا مِّنْ صُوْفٍ قَدْ كَانَ عِنْدَنَا، ثُمَّ اَدْخَلْتُهٗ فِیْ عُنُقِیْ، وَ حَزَمْتُهٗ عَلٰی صَدْرِیْ اَسْتَدْفِئُ بِهٖ، وَاللّٰهِ مَا كَانَ فِیْ بَيْتِیْ شَیْءٌ اٰكُلُ مِنْهُ، وَ لَوْ كَانَ فِیْ بَيْتِ النَّبِیِّ ﷺ شَیْءٌ لَبَلَغَنِیْ، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ اِلٰی اَنْ قَالَ ثُمَّ جِئْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَجَلَسْتُ اِلَيْهِ فِی الْمَسْجِدِ، وَ هُوَ مَعَ عِصَابَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ، فَطَلَعَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ فِیْ بُرْدَةٍ مَرْقُوْعَةٍ بِفَرْوَةٍ، وَ كَانَ اَنْعَمَ غُلَامٍ بِمَكَّةَ وَ اَرْفَهَهٗ عَيْشًا، فَلَمَّا رَاٰهُ النَّبِیُّ ﷺ ذَكَرَ مَا كَانَ فِيْهِ مِنَ النَّعِيْمِ، وَ رَاٰی حَالَهُ الَّتِیْ هُوَ عَلَيْهَا، فَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ فَبَكٰی، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ''اَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ اَمْ اِذَا غُدِیَ عَلٰی اَحَدِكُمْ بِجَفْنَةٍ مِّنْ خُبْزٍ وَّ لَحْمٍ، وَّ رِيْحَ عَلَيْهِ بِاُخْرٰی وَ غَدَا فِیْ حُلَّةٍ، وَّ رَاحَ فِیْ اُخْرٰی وَ سَتَرْتُمْ بُيُوْتَكُمْ كَمَا تُسْتَرُ الْكَعْبَةُ، قُلْنَا: بَلْ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ نَّتَفَرَّغُ لِلْعِبَادَةِ۔ قَالَ، بَلْ اَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ ابویعلٰی)

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ '' جاڑے کی ایک صبح کو میں بھوکا اپنے گھر سے نکلا، ٹھنڈک مجھ کو ہلاک کیے دے رہی تھی، تو میں نے ایک اونی کپڑا جو ہمارے گھر پر تھا، لیا اور اُس کو اپنی گردن میں ڈالا، اور گرمی حاصل کرنے کے لیے اپنے سینے پر اسے باندھ لیا، بہ خدا ہمارے گھر میں کھانے کی کوئی چیز بھی نہیں تھی، اور اگر نبی ﷺ کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز ہوتی تو مجھے آپؐ ضرور بھیجتے۔ حدیث بیان کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ اسی حالت میں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس مسجد میں پہنچا، وہاں آپؐ کے صحابہؓ کی ایک جماعت پہلے سے بیٹھی ہوئی تھی کہ اتنے میں مصعب بن عمیرؓ آ گئے۔ وہ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے جس میں چمڑے کا پیوند تھا۔ وہ اسلام لانے سے پہلے مکہ کے بہت زیادہ خوش حال نوجوان

تھے، عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ جب ان کو نبی ﷺ نے اس حال میں دیکھا تو آپؐ کو ان کی اسلام لانے سے پہلے کی خوش حال زندگی یاد آئی، تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو برسنے لگے، پھر لوگوں سے پوچھا کہ، ”تم لوگ آج بہتر حالت میں ہو یا اس وقت بہتر حالت میں ہوگے جب کہ صبح کو تمہارے پاس روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا طباق پیش ہوگا اور شام کو ایک دوسرا طباق اور صبح کو تم ایک لباس میں ہوگے اور شام کو ایک دوسرے لباس میں ہوگے اور اپنے گھروں پر پردے لٹکاؤ گے جس طرح کعبہ پر پردہ پڑا ہوتا ہے۔“ تو ہم نے آپؐ کے سوال کا جواب یہ دیا کہ ”ہم لوگ اس خوش حالی کے دَور میں بہتر ہوں گے کیوں کہ یکسوئی کے ساتھ خوب عبادت کریں گے۔“ آپؐ نے فرمایا: ”نہیں، بلکہ تم لوگ اس فقر و فاقہ کے زمانے میں اچھے ہو۔“ (کیوں کہ اقتدار اور خوش حالی میں آدمی اللہ اور اس کے دین سے غافل ہو جاتا ہے، دنیا پرستی کی بیماری آ گھیرتی ہے، آخرت سے زندگی کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے)۔

اقامتِ دین کی راہ میں قربانیوں کا پہلا انعام

〈۴۲۳〉 اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ یَوْمَ بَدْرٍ فِیْ ثَلٰثِ مِائَةٍ وَّ خَمْسَةَ عَشَرَ وَ قَالَ، اَللّٰھُمَّ اِنَّھُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْھُمْ، اَللّٰھُمَّ اِنَّھُمْ عُرَاةٌ فَاکْسُھُمْ، اَللّٰھُمَّ اِنَّھُمْ جِیَاعٌ فَاَشْبِعْھُمْ، فَفَتَحَ اللّٰهُ لَھُمْ، فَانْقَلَبُوْا وَمَا مِنْھُمْ رَجُلٌ اِلَّا وَ قَدْ رَجَعَ بِجَمَلٍ اَوْ جَمَلَیْنِ وَ اکْتَسَوْا وَ شَبِعُوْا۔ (ابوداؤد، عبداللہ بن عمروؓ)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جنگِ بدر کے موقع پر ۳۱۵ آدمی لے کر مدینہ سے نکلے اور یہ دعا کی، ”اے اللہ، یہ لوگ پیدل چل رہے ہیں ان کو سواری دے، اے اللہ، ان کے جسم پر کپڑے نہیں ہیں انہیں پوشاک عطا فرما، اے اللہ، یہ لوگ بھوکے ہیں انہیں آسودہ کر۔“ تو اللہ نے بدر میں مسلمانوں کو فتح سے نوازا اور وہ اس حال میں مدینہ لوٹے کہ ہر آدمی کے پاس ایک یا دو اونٹ تھے اور ہر ایک کو کھانا اور کپڑا میسر ہوا۔“

تشریح: یعنی اللہ سے جو عہدِ بندگی انہوں نے باندھا، اور کمال درجہ صبر و رضا کے ساتھ تیرہ چودہ سال تک ہر طرح کی قربانیاں دیتے رہے، اور جب خدا نے دیکھ لیا کہ انہوں نے جان و مال جو

خدا کے ہاتھ بیچا تھا اس میں یہ پورے اترے، تب ان کے لیے فتح ونصرت کا دروازہ کھلا اور بدر میں انہیں دنیاوی انعام کی پہلی قسط ملی، اور پھر ملتی رہی اور آخرت میں انہیں جو انعام ملنے والا ہے اس کا اندازہ دنیا میں رہتے ہوئے کیوں کر کیا جا سکتا ہے، ان کے رب نے تبوک کے آخری سخت امتحان میں پاس ہونے کے بعد فرمایا:

''یقیناً اللہ نے مومنین سے ان کی جان اور ان کے مال (اب) جنت کے بدلے خرید لیے (کیوں کہ یہ اپنی بیع میں سچے ثابت ہوئے، ہر امتحان میں کامیاب ہوئے) دیکھو جان سے پیاری کوئی چیز نہیں ہوتی اور یہ لوگ برسوں سے اپنی جان ہتھیلیوں پر لیے دین کے دشمنوں سے لڑتے رہے ہیں، مارتے بھی رہے اور مرتے بھی رہے لیکن پیچھے نہیں ہٹے، ان سے جنت کا وعدہ پکّا وعدہ ہے جسے پورا کرنا اللہ نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے تورات میں بھی، انجیل میں بھی اور قرآن میں بھی اُس وعدے کا ذکر ہے اور اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے؟ تو اے اہلِ ایمان، خوش ہو جاؤ اپنی جان و مال کی بیع پر کہ خریدار نے جنت کے عوض خرید لیا، اب بیع مکمل ہوگئی۔'' (سورۂ توبہ آیت ۱۱۱ کا توضیحی ترجمہ)

(اوپر جس وعدے کا حوالہ دیا گیا ہے وہ سورۂ صف پارہ ۲۸ کے دوسرے رکوع میں پڑھیے)

داعیانہ زندگی اور تنگ دستی

﴿۴۲۴﴾ عَنِ بْنِ عُمَرؓ قَالَ مَا شَبِعْنَا مِنْ تَمْرٍ حَتّٰی فَتَحْنَا خَیْبَرَ۔ (بخاری)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، ''ہم پیٹ بھر کھجور بھی نہیں پاتے تھے جب تک خیبر فتح نہیں ہوا۔''

تشریح: اس لیے کہ ابھی امتحان ہو رہا تھا اور مسلمانوں نے اپنا سب کچھ اسلام کو بچانے اور غالب کرنے میں لگا رکھا تھا، اُس وقت معاش کی فکر کہاں تھی، کیسے پیٹ بھر کھجور کھاتے، کہاں کھجور ملتی کہ پیٹ بھرتے، کھجوروں کے باغات کو پانی دینے کی، کھاد ڈالنے کی فرصت کہاں تھی، ابھی تو وہ اسلام کے باغ کی سینچائی میں لگے ہوئے تھے، البتہ خیبر کی فتح کے بعد یہودیوں کا زور بھی ٹوٹ گیا اور مکی مشرکین بھی تھک کر چور ہو گئے تھے، خیبر کے بعد ان کی جنگی پوزیشن ایسی نہیں رہ گئی تھی کہ حملہ کر سکتے، اب تو مسلمانوں کے حملے کا وقت آپہنچا تھا۔

﴿۴۲۵﴾ وَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ: کُنَّا عِنْدَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ عَلَیْهِ ثَوْبَانِ مُمَشَّقَانِ مِنْ کَتَّانٍ فَمَخَطَ فِیْ اَحَدِهِمَا، ثُمَّ قَالَ، "بَخٍ بَخٍ یَمْتَخِطُ اَبُوْ هُرَیْرَةَ فِی الْکَتَّانِ، لَقَدْ رَأَیْتُنِیْ وَ اِنِّیْ لَاَجِرُّ فِیْمَا بَیْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا مِنَ الْجُوْعِ مَغْشِیًّا عَلَیَّ، فَیَجِیْءُ الْجَآئِیْ، فَیَضَعُ رِجْلَهٗ عَلٰی عُنُقِیْ یَرٰی اَنَّ بِیَ الْجُنُوْنَ، وَمَا هُوَ اِلَّا الْجُوْعُ. (ترغیب وترہیب بحوالۂ بخاری وترمذی)

ترجمہ: "محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ، "ہم ابوہریرہؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے کتّان کے دو باریک کپڑے پہن رکھے تھے، تو ان میں سے ایک کپڑے سے ناک پونچھی پھر فرمایا۔" واہ واہ، ابوہریرہ کتان سے ناک پونچھتا ہے! (پھر پہلے کی معاشی تنگی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا) حالاں کہ اس سے پہلے میں نے اپنے آپ کو اِس حال میں دیکھا ہے کہ بھوک سے بے ہوش ہو جاتا اور نبی ﷺ کے منبر اور حجرۂ عائشہؓ کے بیچ میں گھسیٹا جاتا، آنے والے آتے اور اپنا پیر میری گردن پر رکھ دیتے، وہ سمجھتے کہ میری عقل میں فتور آ گیا ہے، حالاں کہ یہ بات نہ تھی بلکہ بھوک کی وجہ سے میرا یہ حال ہو جاتا۔"

﴿۴۲۶﴾ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِؓ قَالَ: اَرْسَلَ اِلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنِ اجْمَعْ عَلَیْکَ سِلَاحَکَ وَ ثِیَابَکَ ثُمَّ ائْتِنِیْ. قَالَ فَأَتَیْتُهٗ وَ هُوَ یَتَوَضَّأُ، فَقَالَ یَا عَمْرُو اِنِّیْ اَرْسَلْتُ اِلَیْکَ لِاَبْعَثَکَ فِیْ وَجْهٍ یُّسَلِّمُکَ اللّٰهُ وَ یُغَنِّمُکَ وَ اَزْعَبُ لَکَ زَعْبَةً مِّنَ الْمَالِ، فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا کَانَتْ هِجْرَتِیْ لِلْمَالِ وَمَا کَانَتْ اِلَّا لِلّٰهِ وَ لِرَسُوْلِهٖ، قَالَ نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: "حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، "میرے پاس نبی ﷺ نے یہ حکم بھیجا کہ تم اپنے ہتھیار لے کر اور زرہ پہن کر میرے پاس آؤ، جب میں مسلح ہو کر آپؐ کے پاس حاضر ہوا تو اس وقت آپؐ وضو فرما رہے تھے، آپؐ نے مجھ سے فرمایا، "میں نے تمہیں اس غرض سے بلایا ہے کہ میں تمہیں ایک جنگی مہم پر بھیجنا چاہتا ہوں، اس مہم سے تمہیں اللہ بہ خیریت واپس

لائے گا اور مالِ غنیمت دے گا اور میں تمہیں مال کی ایک مقدار بطورِ انعام دوں گا۔ میں نے کہا، ''اے اللہ کے رسولؐ، میں نے مال حاصل کرنے کے لیے ہجرت نہیں کی تھی، میری ہجرت تو صرف خدا اور اس کے رسولؐ کے لیے ہوئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا، '' اچھا مال نیک آدمی کے لیے بہت اچھی چیز ہے۔''

تشریح: صرف حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا ہی یہ حال نہ تھا، اُس پاکیزہ گروہ کے ہر فرد کا یہی حال وقال تھا۔ انہوں نے جو بھی کام کیا خدا کی خوش نودی کے لیے کیا، انہوں نے جو بھی قربانی دی اللہ کے لیے دی، کوئی اور مقصد ان کے سامنے سرے سے رہا ہی نہیں اور ہر عمل کا محرک اخروی انعام رہا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو خدا کی مدد —— شان دار نتائج کی حامل مدد —— حاصل نہ ہوتی اور یہی چیز ہے جس نے سیاسی اقتدار حاصل ہونے کے بعد بہکنے نہیں دیا۔ امیری کے دور میں بھی فقیری زندگی پر قائم رہے۔

〈۴۲۷〉 عَنْ خَالِدِ بْنِ عُمَيْرِ ؒ الْعَدَوِيِّ قَالَ: خَطَبَنَا عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ كَانَ اَمِيْرًا بِالْبَصْرَةِ، وَ لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ سَابِعَ سَبْعَةٍ مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَالَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتّٰى قَرِحَتْ اَشْدَاقُنَا فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَشَقَقْتُهَا بَيْنِيْ وَ بَيْنَ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ، فَاتَّزَرْتُ بِنِصْفِهَا، وَاتَّزَرَ سَعْدٌ بِنِصْفِهَا، فَمَآ اَصْبَحَ الْيَوْمَ مِنَّآ اَحَدٌ اِلَّآ اَصْبَحَ اَمِيْرًا عَلٰى مِصْرٍ مِّنَ الْاَمْصَارِ، وَ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ فِيْ نَفْسِيْ عَظِيْمًا وَ عِنْدَ اللّٰهِ صَغِيْرًا۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ مسلم)

ترجمہ: ''خالد بن عمیر عدویؒ کہتے ہیں، کہ ''عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے جو بصرہ کے گورنر تھے تقریر فرمائی (اس تقریر میں انہوں نے اور بہت سی باتوں کے علاوہ یہ بھی فرمایا) کہ ''میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس حال میں دیکھا ہے کہ میں ساتواں شخص تھا اور چھ اور آدمی تھے۔ معاشی تنگی کا یہ حال تھا کہ ببول کے درخت کی پتیوں کے سوا ہمارے پاس کچھ بھی نہیں تھا، یہاں تک کہ پتیاں کھانے کی وجہ سے ہمارے منہ میں چھالے پڑ گئے تھے۔ اور کپڑے کی قلت کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ ایک چادر مجھے ملی تو اس کے میں نے دو ٹکڑے کر دیئے۔ آدھی سعد

بن مالکؓ نے پہنی اور آدھی میں نے، لیکن آج ہم ساتوں میں سے ہر شخص کسی نہ کسی علاقے کا گورنر ہے۔ اور اس بات سے خدا کی پناہ، کہ میں اپنے آپ کو اس عہدے پر ہونے کی وجہ سے بڑا جانوں اور اللہ کے نزدیک حقیر بنوں۔''

﴿۴۲۸﴾ وَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَیْتُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ هُوَ یَوْمَئِذٍ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ، وَ قَدْ رَقَّعَ بَیْنَ کَتِفَیْهِ بِرِقَاعٍ ثَلَاثٍ لُبِّدَ بَعْضُهَا عَلٰی بَعْضٍ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ مؤطا امام مالک)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں،'' میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زمانۂ خلافت میں بھی اس حال میں دیکھا ہے کہ ان کے کرتے میں دونوں شانوں کے اوپر تین پیوند لگے ہوئے ہیں، ایک پر ایک سلے ہوئے۔''

تشریح: یعنی ایک پیوند پھٹا تو اس پر دوسرا پیوند لگا اور دوسرا پھٹا تو تیسرا پیوند لگا۔

﴿۴۲۹﴾ وَ عَنْ طَارِقٍ قَالَ: خَرَجَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلَی الشَّامِ، وَ مَعَنَا اَبُوْ عُبَیْدَةَ۔ فَاَتَوْا عَلٰی مَخَاضَةٍ، وَّ عُمَرُ عَلٰی نَاقَةٍ لَّهٗ، فَنَزَلَ وَ خَلَعَ خُفَّیْهِ، فَوَضَعَهُمَا عَلٰی عَاتِقِهٖ وَ اَخَذَ بِزِمَامِ نَاقَتِهٖ فَخَاضَ، فَقَالَ: اَبُوْ عُبَیْدَةَ: یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْتَ تَفْعَلُ هٰذَا، مَا یَسُرُّنِیْٓ اَنَّ اَهْلَ الْبَلَدِ اسْتَشْرَفُوْکَ، فَقَالَ: اَوَّهْ، وَ لَوْ یَقُلْ ذَا غَیْرُکَ اَبَا عُبَیْدَةَ جَعَلْتُهٗ نَکَالًا لِّاُمَّةِ مُحَمَّدٍ۔ اِنَّا کُنَّا اَذَلَّ قَوْمٍ فَاَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ، فَمَهْمَا نَطْلُبُ الْعِزَّ بِغَیْرِ مَا اَعَزَّنَا اللّٰهُ بِهٖٓ اَذَلَّنَا اللّٰهُ۔

(ترغیب وترہیب بحوالۂ حاکم)

ترجمہ: طارق کہتے ہیں کہ'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفۂ وقت کی حیثیت میں، اونٹنی پر سوار، ملک شام کے سرکاری دورے پر نکلے، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ساتھ تھے، راستے میں کسی مقام پر ندی پار کرنی تھی، پانی کم تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونٹنی سے اترے، اپنا چمڑے کا موزہ اتار کر کندھے پر رکھا اور اونٹنی کی نکیل ہاتھ میں لی اور پانی میں گھسے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا'' آپ امیر المومنین اور خلیفہ ہو کر ایسا کرتے ہیں؟ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ شہر کے (عیسائی) باشندے اِس

حال میں آپ کو دیکھیں،" (مطلب یہ کہ اونٹنی چھوڑ کر کسی زرق برق گھوڑے پر سوار ہوں تا کہ فلسطین کے عیسائی باشندے آپ کو حقیر نہ جانیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا" آہ اے ابو عبیدہ! تم یہ کہتے ہو، تم اس طرح سوچتے ہو، کوئی دوسرا یہ بات کہتا تو میں اسے دنیا پرستانہ کلام پر عبرت ناک سزا دیتا، لیکن میں تم کو جانتا ہوں تم خدا پرست ہو اس لیے ایسی بات شاید بے سوچے سمجھے نکل گئی، دیکھو ابو عبیدہ، ہم لوگ ذلیل ترین قوم تھے، لیکن اللہ نے اپنے دین کی بدولت ہمیں عزت بخشی، تو جب بھی اسلام کے سوا کسی بھی دوسری چیز کے ذریعہ عزت کے طالب بنیں گے اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل کر دے گا، (عزت و اقتدار ہم سے چھن جائے گا، کفر و شرک کی غلامی اور محکومی ہمارے حصے میں آئے گی)۔"

فکرِ آخرت اور شوقِ جنت

اُسوۂ صحابہؓ کے باب کی بہت سی حدیثیں آپ کی نظر سے گزر چکی ہیں جنہیں پڑھ کر آپ نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ صحابۂ کرام کو کتنے سخت امتحانوں سے گزرنا پڑا ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ کیا چیز تھی جس کی وجہ سے مصائب کے طوفان انہیں اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکے؟ کیا چیز تھی جس نے ان کو اتنے سخت حالات میں اپنی جگہ پر جمائے رکھا؟ سب سے بڑی مار معاشی مار ہوتی ہے، اس میں بھی ان کے قدم نہیں لڑکھڑائے۔ اور اسی کے ساتھ دوسرا سوال یہ ہے کہ سیاسی اقتدار حاصل ہونے کے بعد دنیا کی طرف لپکنے سے کس چیز نے انہیں باز رکھا؟ یہ اور اس طرح کے سوالوں کا جواب وہ حدیثیں دیں گی جو آپ کے سامنے آرہی ہیں۔

﴿۴۳۰﴾ عَنْ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا وَقَفَ عَلٰى قَبْرٍ بَكٰى حَتّٰى يَبُلَّ لِحْيَتَهٗ فَقِيْلَ لَهٗ تَذْكُرُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ فَلَا تَبْكِیْ وَ تَبْكِیْ مِنْ هٰذَا، فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ، اِنَّ الْقَبْرَ اَوَّلُ مُنْزِلٍ مِّنْ مَنَازِلِ الْاٰخِرَةِ، فَاِنْ نَّجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَيْسَرُ مِنْهُ، وَ اِنْ لَّمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَشَدُّ مِنْهُ، قَالَ وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، مَا رَأَيْتُ مَنْظَرًا قَطُّ اِلَّا وَالْقَبْرُ اَفْظَعُ مِنْهُ. (ترمذی)

ترجمہ: ”حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ ان کی داڑھی تر ہو جاتی۔ ان سے پوچھا گیا کہ ”جنت اور جہنم کے ذکر سے آپ کو رونا نہیں آتا اور قبر دیکھ کر روتے ہیں، اس کی وجہ کیا ہے؟“ انہوں نے جواب دیا

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”قبر آخرت کے مرحلوں میں سے پہلا مرحلہ ہے اگر یہاں کسی کو نجات مل گئی تو بعد کے مراحل میں اس کے لیے آسانی ہی آسانی ہے۔ اور اگر یہاں نجات نہ ملی تو بعد کے مراحل اس سے زیادہ سخت ہوں گے۔“ اس کے بعد انہوں نے ایک اور حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”قبر کے منظر سے زیادہ ہولناک اور کوئی منظر نہیں ہے۔“

﴿۴۳۱﴾ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَتْ، قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَطِیْبًا فَذَکَرَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ الَّتِیْ یُفْتَنُ فِیْهَا الْمَرْءُ فَلَمَّا ذَکَرَ ذٰلِکَ ضَجَّ الْمُسْلِمُوْنَ ضَجَّةً۔

(بخاری)

ترجمہ: ”حضرت اسماء رضی اللہ عنہا (ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی) بیان کرتی ہیں کہ ”ایک دن حضور ﷺ نے تقریر فرمائی جس میں قبر کے عذاب کا ذکر کیا۔ تو مسلمان پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔“

تشریح: وہ اس لیے رونے لگے کہ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے اور لوگوں کو اپنی نجات کی فکر ہے۔ معلوم نہیں کہ قبر میں فرشتوں کے تینوں امتحانی سوالوں کا صحیح جواب دے سکیں گے یا نہیں؟

﴿۴۳۲﴾ عَنِ النَّضْرِ قَالَ کَانَتْ ظُلْمَةٌ عَلٰی عَهْدِ اَنَسٍ، فَاَتَیْتُهٗ فَقُلْتُ یَا اَبَا حَمْزَةَ هَلْ کَانَ هٰذَا یُصِیْبُکُمْ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ فَقَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ۔ اِنْ کَانَتِ الرِّیْحُ لَتَشْتَدُّ فَنُبَادِرُ اِلَی الْمَسْجِدِ مَخَافَةَ اَنْ تَکُوْنَ الْقِیَامَةُ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: ”حضرت نضر کہتے ہیں کہ ”کالی آندھی آئی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ زندہ تھے، تو میں نے ان سے پوچھا، ”اے ابوحمزہ، ایسی آندھی حضور ﷺ کے زمانے میں بھی آتی تھی؟“ انہوں نے کہا ”اللہ کی پناہ، حضور ﷺ کے زمانے میں تو ذرا تیز ہوا چل جاتی تو ہم لوگ مسجد کی طرف بھاگتے تھے کہ کہیں قیامت کی گھڑی نہ آگئی ہو!“

﴿۴۳۳﴾ بَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَنْ اَصْحَابِهٖ شَیْءٌ فَخَطَبَ فَقَالَ، ”عُرِضَتْ عَلَیَّ الْجَنَّةُ فَلَمْ اَرَ کَالْیَوْمِ فِی الْخَیْرِ وَالشَّرِّ، وَ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَآ اَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ

قَلِيلًا وَّ لَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا، فَمَآ اَتٰى عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمٌ اَشَدُّ مِنْهُ غَطَّمُوْا رُؤُسَهُمْ وَلَهُمْ حَنِيْنٌ۔ (ریاض الصالحین —— انسؓ)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے اصحابؓ کے بارے میں کچھ نامناسب باتیں معلوم ہوئیں تو آپؐ نے تقریر فرمائی اور کہا، ''میرے سامنے جنت لائی گئی، تو آج سے زیادہ بُرا اور بھلا دن کوئی اور نہیں دیکھا۔ اور اگر تم کو وہ بات معلوم ہو جاتی جو میں جانتا ہوں تو تم لوگ بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ''اصحابِ رسولؐ پر اُس دن سے زیادہ کوئی اور سخت دن نہیں آیا۔ انہوں نے اپنے سر ڈھانپ لیے اور سسکیاں بھرتے رہے۔''

تشریح: ''نامناسب باتوں'' سے گناہ کے کام مراد نہیں ہیں، بلکہ ایسی باتیں مراد ہیں جنہیں آپؐ اپنے ساتھیوں کے لیے نامناسب خیال فرماتے ہیں، مثلاً دیر تک ہنسایا قہقہہ لگایا اسی طرح کی کوئی اور بات، ظاہر ہے مربی اعظم ﷺ ان لوگوں کے لیے اس طرح کی چیز کیسے پسند فرماتے جن کی تربیت کر کے بعد کے لوگوں کے لیے نمونہ بنانا ہے! اس حدیث میں صرف جنت کا ذکر ہے لیکن بعد کا جملہ بتاتا ہے کہ غالباً جہنم کا مشاہدہ بھی کرایا گیا ہے اور یہ جو کم ہنسنے اور زیادہ رونے کا ذکر ہے اس سے اشارہ نکلتا ہے کہ کسی موقع پر لوگ خوب ہنستے ہوں گے۔

〈۴۳۴〉 عَنْ عَآئِشَةَؓ اَنَّهَا ذَكَرَتِ النَّارَ فَبَكَتْ، "فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا يُبْكِيْكِ؟ قَالَتْ ذَكَرْتُ النَّارَ فَبَكَيْتُ فَهَلْ تَذْكُرُوْنَ اَهْلِيْكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ اَمَّا فِيْ ثَلٰثَةِ مَوَاطِنَ فَلَا يَذْكُرُ اَحَدٌ اَحَدًا، عِنْدَ الْمِيْزَانِ حَتّٰى يَعْلَمَ اَيَخِفُّ مِيْزَانُهٗٓ اَمْ يَثْقُلُ، وَ عِنْدَ الْكِتَابِ حِيْنَ يُقَالُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتَابِيَه، حَتّٰى يَعْلَمَ اَيْنَ يَقَعُ كِتَابُهٗ فِيْ يَمِيْنِهٖ اَمْ فِيْ شِمَالِهٖ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِهٖ، وَ عِنْدَ الصِّرَاطِ اِذَا وُضِعَ بَيْنَ ظَهْرَىْ جَهَنَّمَ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں راویوں کا بیان ہے کہ جب انہیں جہنم یاد آتا تو رونے لگتیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن سے پوچھا کہ ''تمہیں کیا چیز رُلاتی ہے؟'' انہوں

نے کہا ”مجھے جہنم یاد آیا اس لیے رو پڑی تو کیا آپؐ اپنی بیویوں کو قیامت کے دن یاد رکھیں گے؟“ آپؐ نے فرمایا: ”تین مواقع ایسے ہیں جہاں کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا، ایک وہ موقع جب کہ اعمال تولے جا رہے ہوں گے، اس وقت ہر شخص کو اپنی فکر ہوگی کہ اس کی ترازو ہلکی ہوتی ہے یا بوجھل ہوتی ہے، اور دوسرا وہ موقع جب کہ نامۂ اعمال ہاتھ میں دیا جائے گا، دائیں ہاتھ میں یا پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں، اور تیسرا موقع پل صراط پار کرنے کے وقت جب وہ جہنم کے اوپر رکھا جائے گا، اور آدمی اُس پر سے گزرے گا۔“

﴿۴۳۵﴾ كَانَ الرَّجُلُ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ اِذَا زُكِّيَ قَالَ، ”اَللّٰهُمَّ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَاغْفِرْ لِيْ مَالَا يَعْلَمُوْنَ۔“ (الادب المفرد ـــــ عدیؓ)

ترجمہ: ”حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی ﷺ کے ساتھیوں کا یہ حال تھا کہ جب کوئی شخص ان کے سامنے ان کی تعریف کرتا تو وہ کہتے، ”اے میرے اللہ جو کچھ یہ لوگ میرے بارے میں کہتے ہیں اس کی بنیاد پر مجھے نہ پکڑیئے اور میرے جو عیوب یہ نہیں جانتے ہیں انہیں معاف کر دیجیے۔“

﴿۴۳۶﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ، ”اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔ (الانعام: ۸۲) **شَقَّ ذٰلِكَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ قَالُوْا ”اَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ؟“ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ”لَيْسَ كَمَا تَظُنُّوْنَ، اِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِاِبْنِهٖ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔** (مسند احمد)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ ”جب آیت اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا... اِلٰی اٰخِرِهٖ اتری تو نبی ﷺ کے صحابی حضراتؓ بہت پریشان ہوئے اور کہا کہ ”ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے اوپر ظلم نہیں کیا،“ (یعنی اس سے گناہ سرزد نہیں ہوا) تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”اس آیت کا وہ مطلب نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو۔ یہاں ظلم سے مراد تو شرک ہے جیسا کہ سورۂ لقمان میں آیا ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝“

تشریح: اس حدیث میں سورۂ انعام کی جس آیت کے نازل ہونے کا ذکر ہے اس کا ترجمہ یہ ہے: ''جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے گڈمڈ نہیں کیا تو وہی لوگ اللہ کے عذاب سے بچیں گے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

یہ حدیث بتاتی ہے کہ نبی ﷺ کے ساتھیوں کا خوفِ آخرت کے پہلو سے کیا حال تھا۔

〈۴۳۷〉 عَنْ اُمِّ الدَّرْدَآءِ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَتْ: قُلْتُ لَہٗ: "مَالَکَ لَا تَطْلُبُ کَمَا یَطْلُبُ فُلَانٌ وَّ فُلَانٌ؟" قَالَ، اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: اِنَّ وَرَآئَکُمْ عَقَبَۃً کَؤُوْدًا لَا یَجُوْزُھَا الْمُثْقَلُوْنَ" فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَتَخَفَّفَ لِتِلْکَ الْعَقَبَۃِ۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: ''ام الدرداء کہتی ہیں کہ میں نے اپنے شوہر ابوالدرداءؓ سے کہا کہ ''جس طرح فلاں اور فلاں صاحب مال حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں آپ کیوں نہیں کرتے؟'' انھوں نے کہا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے'' (اے مسافرانِ راہِ آخرت تمہارے آگے ایک بہت دشوار گزار گھاٹی (پہاڑی) ہے جس کو بوجھل مسافر پار نہیں کر سکتے؛'' تو مجھے بھی یہ گھاٹی پار کرنی ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اس دُنیا سے ہلکا پھلکا جاؤں تا کہ آسانی سے اس اونچی پہاڑی کے پار اُتروں)۔''

تشریح: مطلب یہ کہ ہم اس دنیا میں مسافر کی حیثیت میں ہیں، ہماری منزل آخرت ہے جہاں ہمیں جانا ہے، اور مسافر اپنے ساتھ ہلکا سامان سفر رکھتا ہے تو زیادہ سے زیادہ سامانِ دنیا جمع کر کے کیا ہوگا؟ بوجھ ہی بنے گا اور سب کا حساب دینا ہوگا اور یہ مرحلہ نہایت سخت ہوگا۔

〈۴۳۸〉 عَنْ اَبِیْ اَسْمَآءَ اَنَّہٗ دَخَلَ عَلٰی اَبِیْ ذَرٍّ وَّ ھُوَ بِالرَّبَذَۃِ وَ عِنْدَہٗ امْرَأَۃٌ سَوْدَآءُ مُشَنَّعَۃٌ لَّیْسَ عَلَیْھَا اَثَرُ الْمَحَاسِنِ وَلَا الْخَلُوْقِ، فَقَالَ: اَلَا تَنْظُرُوْنَ اِلٰی مَا تَأْمُرُنِیْ ھٰذِہِ السُّوَیْدَاءُ؟ تَأْمُرُنِیْ اَنْ اٰتِیَ الْعِرَاقَ، فَاِذَآ اَتَیْتُ الْعِرَاقَ مَالُوْا عَلَیَّ بِدُنْیَاھُمْ، وَ اِنَّ خَلِیْلِیْ ﷺ عَھِدَ اِلَیَّ اَنَّ دُوْنَ جِسْرِ جَھَنَّمَ طَرِیْقًا

ذَا دَحضٍ وَّ مَزَلَّۃٍ، وَ اِنَّآ اَنْ نَّأْتِیَ عَلَیْہِ وَ فِیْ اَحمَالِنَا اقْتِدَارٌ وَّاضطِمَارٌ اَحرٰی اَنْ نَّنْجُوَ مِنْ اَنْ نَّأْتِیَ عَلَیْہِ وَ نَحنُ مُوَاقِیُہٗ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ احمد)

ترجمہ: ابواسماءؒ کہتے ہیں کہ ''میں ابوذر غفاریؓ کے پاس مقام ''ربذہ'' گیا۔ ان کے پاس اس وقت ایک سیاہ رنگ کی بدصورت عورت بیٹھی ہوئی تھی، حسن و جمال بھی نہیں تھا اور نہ عطر لگا رکھا تھا، حضرت ابوذرؓ نے فرمایا'' کیا تم لوگ نہیں دیکھتے ہو یہ عورت مجھے کیا مشورہ دیتی ہے؟ یہ مجھ سے کہتی ہے کہ میں عراق جاؤں، اگر میں عراق جاؤں گا تو لوگ مجھے دنیوی ساز وسامان دینے کے لیے ٹوٹ پڑیں گے، حالاں کہ میرے محبوب نبی ﷺ نے مجھے وصیت کی ہے کہ جہنم کے پُل پر ایک بہت زیادہ پھسلن والا راستہ ہے جس پر چلنا ہے، تو جتنا ہی ہمارے پاس کم سے کم سامان ہوگا اتنا ہی نجات کا امکان زیادہ ہے اور اگر ہم سامانوں سے لدے پھندے جائیں تو نجات کا امکان کم سے کم ہوگا۔''

دین کی راہ میں

〈۴۳۹〉 وَ عَنْ فَضَالَۃَ بنِ عُبَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ اِذَا صَلّٰی بِالنَّاسِ یَخِرُّ رِجَالٌ مِّنْ قَامَتِہِمْ فِی الصَّلَاۃِ مِنَ الْخَصَاصَۃِ، وَ ھُمْ اَصحَابُ الصُّفَّۃِ، حَتّٰی یَقُوْلَ الْاَعْرَابُ: ھٰٓؤُلَآءِ مَجَانِیْنُ اَوْ مَجَانُوْنَ، فَاِذَا صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنصَرَفَ اِلَیْہِمْ، فَقَالَ، ''لَوْ تَعلَمُوْنَ مَالَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ لَاَحبَبْتُمْ اَنْ تَزْدَادُوْا فَاقَۃً وَ حَاجَۃً۔'' (ترغیب وترہیب بحوالۂ ترمذی)

ترجمہ: ''فضالہ بن عبیدؓ کہتے ہیں، ''رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھاتے تو اصحابِ صفہ بھوک اور فاقہ کی وجہ سے نماز میں گر پڑتے تھے۔ یہاں تک کہ دیہات سے آنے والے عرب لوگ جو حال سے ناواقف ہوتے خیال کرتے کہ یہ دیوانے لوگ ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو ان کی طرف متوجہ ہوکر فرماتے، ''اے اصحابِ صفہ تمہاری ان قربانیوں کا جو انعام آخرت میں ملنے والا ہے اگر اس دنیا میں تم جان لیتے تو مزید فقر و فاقہ کی تمنا کرتے۔''

تشریح: اصحابِ صفّہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو مختلف علاقوں سے ایمان لانے کے جرم میں اپنے گھروں سے نکالے گئے اور اس طرح نکالے گئے کہ اپنے ساتھ کچھ بھی اپنا سرمایہ نہ لا سکے۔ ان لوگوں کے بارے میں یہ تصوّر مت قائم کیجیے کہ یہ کاہل اور عہدی قسم کے لوگ تھے، دوسروں کے ٹکڑوں پر پلنے والے! نہیں، یہ لوگ اپنی روزی آپ کما سکتے تھے لیکن نبی ﷺ نے دین کے کاموں کے لیے ان کا سارا وقت لے لیا تھا، ان میں سے کچھ فوجی تربیت حاصل کرتے اور مختلف دستوں کی شکل میں بھیجے جاتے، اور کچھ لوگوں کو دعوت دین کے لیے تیار کیا جاتا۔ ظاہر ہے جب جماعت نے ان کا سارا وقت دین کے کاموں کے لیے لے لیا تو وہ تجارت وغیرہ کس طرح کرتے، جماعت کے لوگ ان کی کفالت کرتے جس حد تک بھی کر سکتے، ابتلا و آزمائش کا دور تھا، کم و بیش پوری جماعت بھوک پیاس کے دور سے گزر رہی تھی۔

﴿۴۴۰﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ بَيْنَمَا اَنَا قَاعِدٌ فِي الْمَسْجِدِ وَ حَلْقَةٌ مِّنْ فُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ قُعُوْدٌ، اِذْ دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ. فَقَعَدَ اِلَيْهِمْ فَقُمْتُ اِلَيْهِمْ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ "لِيُبَشَّرْ فُقَرَآءُ الْمُهَاجِرُوْنَ بِمَا يَسُرُّ وَجُوْهَهُمْ، فَاِنَّهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَاءِ بِاَرْبَعِيْنَ عَامًا. قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ اَلْوَانَهُمْ اَسْفَرَتْ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ مَعَهُمْ اَوْ مِنْهُمْ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ ''میں مسجد نبویؐ میں بیٹھا ہوا تھا اور مسجد ہی میں غریب مہاجرین کی ایک جماعت بھی بیٹھی تھی کہ اتنے میں نبی ﷺ حجرۂ مبارک سے نکل کر مسجد میں تشریف لائے اور فقراء مہاجرین کی مجلس میں جا کر بیٹھ گئے تو میں بھی وہیں اٹھ کر چلا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین کو خطاب کر کے فرمایا، ''فقراء مہاجرین کو خوش ہو جانا چاہیے، ان کے چہروں کی پژمردگی مسرّت سے بدل جانی چاہیے، یہ لوگ مال داروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔'' عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ ''ان غریب مہاجرین کے چہرے مسرّت سے چمک اٹھے اور میرے دل میں یہ تمنا ابھری کہ کاش میں بھی انہیں فقراء مہاجرین میں سے ہوتا۔''

تشریح: تمنا کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ دین کی راہ میں اپنا سب کچھ لٹا کر، گھر بار چھوڑ کر مدینہ آئے تھے اس لیے اسلام کی تاریخ میں ان کا مقام بہت بلند ہے اور ان میں سے جس نے جتنی زیادہ قربانیاں دی ہیں اور جیسی فدا کاری کا مظاہرہ کیا ہے اسی لحاظ سے اس کا مقام اونچا ہے، اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ جب ان غریب مہاجرین کو حضور ﷺ نے بشارت دی تو ان کے چہرے خوشی سے دمک اٹھے یہ کیوں؟ آخر ہم لوگ بھی یہی کچھ سنتے اور پڑھتے ہیں ہمارا یہ حال کیوں نہیں ہوتا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں جہنم کا ڈر تھا، جنت کی تمنا تھی اور مسلسل امتحانات نے اِن کی جنت کی پیاس بڑھا دی تھی۔ جس دُکان میں تاجر نے جتنا ہی زیادہ سرمایا لگایا ہوگا اور اس کو چمکانے میں جتنی محنت کی ہوگی اسی لحاظ سے دُکان سے اس کی دل چسپی اور محبت زیادہ ہوگی۔

جنت کی آرزو

〈۴۴۱〉 عَنْ رَّبِیْعَةَ بْنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ: کُنْتُ اَخْدَمُ النَّبِیَّ ﷺ نَهَارِیْ، فَاِذَا کَانَ اللَّیْلُ اَوَیْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَبِتُّ عِنْدَہٗ فَلَآ اَزَالُ اَسْمَعُهٗ یَقُوْلُ، سُبْحَانَ اللّٰہِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ، سُبْحَانَ رَبِّیْ حَتّٰی اَمَلَّ اَوْ تَغْلِبَنِیْ عَیْنِیْ فَاَنَامَ، فَقَالَ یَوْمًا یَا رَبِیْعَةُ سَلْنِیْ فَأُعْطِیَکَ، فَقُلْتُ اَنْظِرْنِیْ حَتّٰی اَنْظُرَ، وَ تَذَکَّرْتُ اَنَّ الدُّنْیَا فَانِیَةٌ مُّنْقَطِعَةٌ، فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَسْأَلُکَ اَنْ تَدْعُوَ اللّٰہَ اَنْ یُّنَجِّیَنِیْ مِنَ النَّارِ وَ یُدْخِلَنِی الْجَنَّةَ، فَسَکَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ثُمَّ قَالَ، مَنْ اَمَرَکَ بِهٰذَا؟ قُلْتُ مَا اَمَرَنِیْ بِهٖٓ اَحَدٌ وَ لٰکِنِّیْ عَلِمْتُ اَنَّ الدُّنْیَا مُنْقَطِعَةٌ فَانِیَةٌ، وَّ اَنْتَ مِنَ اللّٰہِ بِالْمَکَانِ الَّذِیْٓ اَنْتَ مِنْهُ فَاَحْبَبْتُ اَنْ تَدْعُوَ اللّٰہَ لِیْ، قَالَ اِنِّیْ فَاعِلٌ فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَةِ السُّجُوْدِ۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: ”حضرت ربیعہ ابن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دن بھر نبی ﷺ کی خدمت کرتا پھر جب رات آتی تو حضورؐ کے پاس پہنچ جاتا اور وہیں رات کو رہتا تو برابر میں نبی ﷺ کی

زبان سے یہ الفاظ سُنتا، سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ رَبِّیْ یہاں تک کہ سنتے سنتے اُکتا جاتا اور میری آنکھ لگ جاتی اور سو جاتا، تو ایک دن آپؐ نے فرمایا ''اے ربیعہ، تم مجھ سے مانگو، میں تمہیں دوں گا۔'' میں نے عرض کیا مجھے مہلت دیجیے تاکہ میں غور کرلوں کہ مجھے کیا مانگنا چاہیے۔ چناں چہ مجھے خیال ہوا کہ یہ دُنیا تو فانی ہے، ختم ہو جانے والی ہے تو اس کے بارے میں کیا مانگوں؟ اس لیے میں نے کہا کہ ''اے اللہ کے رسولؐ، میری درخواست آپؐ سے یہ ہے کہ آپ میرے لیے اس بات کی دُعا فرمائیں کہ اللہ قیامت کے دن جہنم کی آگ سے بچائے اور جنت میں داخل کرے۔'' نبی ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ ''تمہیں یہ بات کس نے بتائی؟'' میں نے عرض کیا ''مجھے یہ بات کسی نے نہیں بتائی بلکہ مجھے خود ہی خیال ہوا کہ یہ دنیا تو فانی ہے اور ختم ہو جانے والی ہے اس لیے ایسی چیز کیوں مانگی جائے اور میں جانتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے سب سے مقرّب بندے ہیں اس لیے میں نے پسند کیا کہ آخرت کی نجات کا مسئلہ آپؐ کے سامنے رکھوں اور آپؐ دُعا فرمائیں۔'' حضور ﷺ نے فرمایا ''میں ضرور تمہارے لیے دُعا کروں گا۔ تو تم نمازوں کی کثرت سے میری مدد کرو۔''

تشریح: وہ پاک لوگ جنہیں ہم اصحابِؓ نبی ﷺ کے نام سے جانتے ہیں نہایت ذہین اور عقل مند لوگ تھے۔ وہ جانتے تھے کہ جو چیز فانی ہے وہ اس لائق نہیں ہے کہ اس کے لیے دُعا کی جائے یا کرائی جائے۔ دُعا کے لائق تو آخرت کی بات ہے، آخرت کا مسئلہ ہے کہ وہاں اللہ کے غصے کی آگ میں جلنے سے بچ جائے اور دائمی راحت کے گھر میں جگہ مل جائے۔ اس سلسلے میں حضرت ربیعہؓ کو جو ہدایت کی وہ یہ کہ سجدوں کی کثرت سے آدمی کی یہ تمنا پوری ہو سکتی ہے۔ تو جن لوگوں کا نصب العین اُخروی نجات و فلاح ہو انہیں یہ نسخۂ کیمیا استعمال کرنا چاہیے۔ فرائض کے علاوہ نفل نمازوں کا اہتمام کرنا ہوگا!

روزے کی تاکید

﴿۴۴۲﴾ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَقُلْتُ ''یَا

رَسُوْلَ اللّٰہِ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اَدْخُلُ بِہِ الْجَنَّۃَ۔" قَالَ "عَلَیْکَ بِالصَّوْمِ فَاِنَّہٗ لَا مِثْلَ لَہٗ،" قَالَ فَکَانَ اَبُوْ اُمَامَۃَ لَا یُرٰی فِیْ بَیْتِہِ الدُّخَانُ اِلَّا اِذَا نَزَلَ بِھِمْ ضَیْفٌ۔ (ترغیب)

ترجمہ: "حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ "اے اللہ کے رسولؐ! مجھے ایک ایسا کام بتا دیجیے جس سے مجھے جنت مل جائے۔" آپؐ نے فرمایا کہ "تم اپنے اوپر روزہ لازم کرلو اس لیے کہ روزہ ایک بے مثل عبادت ہے۔" ابو امامہؓ کے شاگرد کا بیان ہے کہ اس کے بعد ابو امامہؓ کا یہ حال ہوا کہ دن میں ان کے گھر سے دھواں اٹھتے نہیں دیکھا جاتا مگر جب کوئی مہمان آجاتا!"

شہادت اور شوقِ جنت

﴿۴۴۳﴾ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَ اَصْحَابُہٗ حَتّٰی سَبَقُوا الْمُشْرِکِیْنَ اِلٰی بَدْرٍ وَ جَآءَ الْمُشْرِکُوْنَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یَتَقَدَّمَنَّ اَحَدٌ مِّنْکُمْ اِلٰی شَیْءٍ حَتّٰی اَکُوْنَ اَنَا دُوْنَہٗ، فَدَنَا الْمُشْرِکُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قُوْمُوْٓا اِلٰی جَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضُ، قَالَ عُمَیْرُ بْنُ الْحَمَامِ "یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ جَنَّۃٌ عَرْضُھَا السَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضُ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ "بَخٍ بَخٍ" فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ "مَا یَحْمِلُکَ عَلٰی قَوْلِکَ بَخٍ بَخٍ؟" فَقَالَ 'لَا وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اِلَّا رَجَآءَ اَنْ اَکُوْنَ مِنْ اَھْلِھَا، قَالَ "فَاِنَّکَ مِنْ اَھْلِھَا" فَاَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِنْ قَرَنِہٖ، فَجَعَلَ یَاْکُلُ مِنْھُنَّ، ثُمَّ قَالَ "اِنْ اَنَا حَیِیْتُ حَتّٰی اٰکُلَ تَمَرَاتِیْ ھٰذِہٖ اِنَّھَا لَحَیَاۃٌ طَوِیْلَۃٌ" فَرَمٰی بِمَا کَانَ مَعَہٗ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ قَاتَلَھُمْ حَتّٰی قُتِلَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔ (مسلم)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھیؓ مدینے سے چلے اور مشرکین سے پہلے بدر پہنچ گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے مجاہد ساتھیوں سے کہا کہ

''تم میں سے کوئی آگے نہ بڑھے میں سب سے آگے ہوں گا اور تم لوگ میرے پیچھے رہنا۔'' اس کے بعد مشرکین آگے بڑھ کر اسلامی فوج کے قریب آئے تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''اُس جنت کو حاصل کرنے کے لیے بڑھو جس کی لمبائی اور چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔'' عمیر بن حمامؓ نے کہا کہ ''کیا جنت کی لمبائی اور چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''ہاں'' تو انہوں نے کہا ''واہ واہ۔'' رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ''یہ تم واہ واہ کیوں کہہ رہے ہو؟'' انہوں نے کہا ''میں صرف اس وجہ سے واہ واہ کہہ رہا ہوں کہ مجھے جنت میں پہنچنے کی آرزو ہے'' آپؐ نے ان کو بتایا کہ ''تم جنت میں پہنچو گے۔'' اس کے بعد انہوں نے کچھ کھجوریں اپنے ترکش سے نکالیں اور انہیں کھانے لگے۔ پھر انہوں نے سوچا کہ کھانے میں تو بہت دیر لگے گی اتنی دیر بھی جینا بوجھ معلوم ہوتا ہے جب کہ لڑائی شروع ہو چکی ہے۔ اس کے بعد بقیہ تمام کھجوریں پھینک دیں اور مشرکین سے لڑنا اور مارنا شروع کیا یہاں تک کہ بہتوں کو مار کر انہوں نے شہادت پائی (اللہ ان سے راضی ہو)۔''

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ بدر کی لڑائی میں اپنے فوجیوں کی قیادت کر رہے تھے۔ ایسا نہیں تھا کہ آپؐ آرام سے چھپر کے نیچے فتح و نصرت کی دعا فرما رہے ہوں اور ادھر صحابۂ کرام لڑ رہے ہوں بلکہ بہ نفسِ نفیس آپؐ اپنے فوجیوں کی کمان کر رہے تھے اور سب کے آگے تھے۔

﴿۴۴۴﴾ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا قُتِلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ یَّوْمَ اُحُدٍ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَا جَابِرُ اَلَآ اُخْبِرُکَ مَا قَالَ اللّٰهُ لِاَبِیْکَ؟ قُلْتُ بَلٰی، قَالَ مَا کَلَّمَ اللّٰهُ اَحَدًا اِلَّا مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ وَّ کَلَّمَ اَبَاکَ کِفَاحًا فَقَالَ یَا عَبْدَ اللّٰهِ تَمَنَّ عَلَیَّ اُعْطِکَ، قَالَ یَا رَبِّ تُحْیِیْنِیْ فَاُقْتَلُ فِیْکَ ثَانِیَةً، قَالَ اِنَّهٗ سَبَقَ مِنِّیْٓ اَنَّهُمْ اِلَیْهَا لَا یَرْجِعُوْنَ، قَالَ یَا رَبِّ فَابْلِغْ مِنْ وَّرَائِیْ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاٰیَةَ "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًاط بَلْ اَحْیَآءٌ ... الْاٰیَةَ کُلَّهَا۔ (آل عمران:۱۶۹-۱۷۰) (ترمذی و ابن ماجہ)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میرے والد ''عبداللہ'' اُحد کی لڑائی میں شہید ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کہا، ''اے جابر، کیا میں تمہیں نہ بتاؤں وہ بات جو اللہ نے تمہارے باپ سے شہادت کے بعد کہی؟'' میں نے کہا کہ ''ہاں بتایئے'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہ کسی غیر نبی سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ پردے کے پیچھے سے بات کرتا ہے لیکن تمہارے باپ سے آمنے سامنے ہوکر گفتگو کی اور کہا، 'اے عبداللہ، تمہارے جی میں جو کچھ تمنا ہو اسے بتاؤ میں اُسے پوری کروں گا' تو انہوں نے کہا کہ 'اے میرے رب، میری تمنا صرف یہ ہے کہ مجھے دوبارہ زندگی عطا ہو تاکہ دنیا میں جاکر تیرے دین کی راہ میں دوسری مرتبہ قتل کیا جاؤں۔' خدا نے اس کے جواب میں فرمایا 'میری طرف سے یہ بات طے ہو چکی ہے کہ میرے پاس آنے والے دوبارہ دنیا میں نہیں جائیں گے، تو انہوں نے کہا کہ 'اے میرے رب میری یہ تمنا میرے زندہ ساتھیوں تک پہنچا دے، تو اللہ تعالیٰ نے آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ...الخ نازل فرمائی۔''

تشریح: یہ حدیث اُحد کی لڑائی کے متعلق ہے اور سورۂ آل عمران میں اُحد کی لڑائی کے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔ اس میں یہ آیتیں نمبر ۱۶۹، ۱۷۰ آئی ہیں جن کا اختصار کے ساتھ حوالہ دیا گیا ہے۔ ان آیتوں کا ترجمہ یہ ہے، ''اے مخاطب، تو ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے مُردہ مت تصوّر کر، وہ مرے نہیں ہیں، وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس ہیں، اس کے انعام سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ اللہ نے ان پر جو فضل فرمایا اس پر وہ خوش ہیں اور ان کے جو ساتھی ابھی دنیا میں ہیں، اُن کے پاس ابھی نہیں پہنچے ہیں، ان کے بارے میں یہ سوچ کر خوش ہو رہے ہیں کہ وہ بھی جان کی بازی لگانے کے نتیجے میں ایسے ہی انعاماتِ خداوندی سے نوازے جائیں گے۔''

﴿۴۴۵﴾ عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ غَابَ عَمِّیْ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ، فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِکِیْنَ لَئِنْ اَشْھَدَنِیَ اللّٰہُ قِتَالَ الْمُشْرِکِیْنَ لَیَرَیَنَّ اللّٰہُ مَآ اَصْنَعُ، فَلَمَّا کَانَ یَوْمُ اُحُدٍ وَانْکَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ، قَالَ اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعْتَذِرُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ ھٰٓؤُلَآءِ وَ اَبْرَأُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ ھٰٓؤُلَآءِ یَعْنِی الْمُشْرِکِیْنَ، ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَہٗ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

فَقَالَ یَا سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ الْجَنَّةَ وَ رَبِّ النَّضرِ اِنِّیْ اَجِدُ رِیحَهَا دُوْنَ اُحُدٍ، قَالَ سَعْدٌ فَمَا اسْتَطَعْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَصْنَعُ مَا صَنَعَ، قَالَ أَنَسٌ فَوَجَدْنَا بِهٖ بِضْعًا وَ ثَمَانِیْنَ ضَرْبَةً بِسَیْفٍ اَوْ طَعْنَةً بِرُمْحٍ اَوْ رَمْیَةً بِسَهْمٍ وَّ وَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَ قَدْ مَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِکُوْنَ، فَمَا عَرَفَهٗ اَحَدٌ اِلَّآ اُخْتُهٗ بِبَنَانِهٖ، فَقَالَ أَنَسٌ کُنَّا نَرٰی اَوْ نَظُنُّ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰیَةَ نَزَلَتْ فِیْهِ وَ فِیْ اَشْبَاهِهٖ، ''مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ الخ'' (الاحزاب:۲۳) (بخاری، مسلم، نسائی)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میرے چچا انس بن نضرؓ ''بدر'' کی لڑائی میں مدینہ میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے تھے، اس لیے انہوں نے کہا کہ ''اے اللہ کے رسولؐ، میں کفر و اسلام کی پہلی جنگ میں شریک نہیں ہو سکا اگر پھر مشرکین سے لڑائی ہوئی اور اللہ نے اس میں شرکت کی توفیق بخشی تو اللہ دیکھ لے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔'' چناں چہ ''اُحد'' کی لڑائی جب برپا ہوئی اور مسلمان سراسیمہ ہوکر بھاگے تو انس ابن نضرؓ نے کہا، ''اے اللہ، میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اس حرکت کی جو مسلمانوں نے کی ہے اور میں اظہارِ برأت کرتا ہوں اس سے جو مشرکین نے کیا۔'' پھر یہ آگے بڑھے تو سعد بن معاذؓ سے ملاقات ہوئی تو ان سے کہا کہ، ''اے سعد بن معاذؓ، قسم ہے مدد فرمانے والے رب کی میں جنت کی طرف جا رہا ہوں۔ میں اُحد کے اس طرف جنت کی خوش بو پاتا ہوں۔'' سعد بن معاذؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں ''اے اللہ کے رسولؐ، جو کارنامہ انس بن نضرؓ نے انجام دیا وہ مجھ سے نہیں ہوسکتا تھا۔'' اس حدیث کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ''ہم نے اپنے چچا کے جسم پر اسّی (۸۰) سے زیادہ زخم دیکھے۔ ان میں سے کچھ تلواروں کے، کچھ نیزوں اور کچھ تیروں کے زخم تھے۔ وہ مشرکین کے ہاتھوں قتل ہوئے اور انہیں اس بے دردی سے قتل کیا کہ پہچانے نہیں جاسکتے تھے۔ ان کی بہن نے ان کے ہاتھ کی انگلیوں سے پہچانا۔ انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ سورۂ احزاب کی یہ آیت مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ —— الخ ایسے ہی لوگوں پر صادق آتی ہے۔'' (یہ مومنین ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے گئے عہدِ بندگی کو سچ کر دکھایا ان میں سے کچھ تو اپنی نذر پوری کر چکے اور کچھ بے تابی سے انتظار کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے عہد میں ذرا بھی تبدیلی نہیں کی)۔ (الاحزاب:۲۳)

﴿۴۴۶﴾ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ جَآءَ اُنَاسٌ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنِ ابْعَثْ مَعَنَا رِجَالًا یُعَلِّمُوْنَا الْقُرْاٰنَ وَالسُّنَّۃَ فَبَعَثَ اِلَیْھِمْ سَبْعِیْنَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ یُقَالُ لَھُمُ الْقُرَّآءُ، فِیْھِمْ خَالِیْ حَرَامٌ یَقْرَءُ وْنَ الْقُرْاٰنَ وَ یَتَدَارَسُوْنَہٗ بِاللَّیْلِ یَتَعَلَّمُوْنَ، وَ کَانُوْا بِالنَّھَارِ یَجِیْئُوْنَ بِالْمَآءِ، فَیَضَعُوْنَہٗ فِی الْمَسْجِدِ، وَ یَحْتَطِبُوْنَ فَیَبِیْعُوْنَہٗ وَ یَشْتَرُوْنَ بِہِ الطَّعَامَ لِاَھْلِ الصُّفَّۃِ وَ لِلْفُقَرَآءِ، فَبَعَثَھُمُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِلَیْھِمْ، فَعَرَضُوْا لَھُمْ فَقَتَلُوْھُمْ قَبْلَ اَنْ یَّبْلُغُوا الْمَکَانَ، فَقَالُوْا اللّٰھُمَّ اَبْلِغْ عَنَّا نَبِیَّنَا اَنَّا قَدْ لَقِیْنَاکَ فَرَضِیْنَا عَنْکَ وَ رَضِیْتَ عَنَّا، قَالَ وَ اَتٰی رَجُلٌ حَرَامًا خَالَ اَنَسٍ مِّنْ خَلْفِہٖ فَطَعَنَہٗ بِرُمْحٍ حَتّٰی اَنْفَذَہٗ. فَقَالَ فُزْتُ وَ رَبِّ الْکَعْبَۃِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اِخْوَانَکُمْ قَدْ قُتِلُوْا، وَ اِنَّھُمْ قَالُوا اللّٰھُمَّ اَبْلِغْ عَنَّا نَبِیَّنَآ اَنَّا قَدْ لَقِیْنَاکَ فَرَضِیْنَا عَنْکَ وَ رَضِیْتَ عَنَّا. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، کچھ آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے آپؐ سے کہا کہ ہمارے ساتھ کچھ آدمیوں کو بھیج دیجیے جو ہمیں قرآن اور سنت کی تعلیم دیں تو آپؐ نے انصار میں سے ۷۰ آدمیوں کو جنہیں قرّاء (علماءِ قرآن) کہا جاتا تھا وہاں بھیجا۔ انہیں میں میرے ماموں حرامؓ بھی تھے۔ یہ لوگ مدینہ میں مسجد نبویؐ میں بیٹھ کر رات کو قرآن پڑھتے اور سیکھتے اور دن میں پانی لا کر مسجدِ نبویؐ میں رکھتے اور جنگل جا کر لکڑیاں کاٹتے انہیں بیچتے اور جو کچھ پیسے ملتے اس سے اہلِ صفّہ اور دوسرے غریبوں کے لیے کھانا خرید کر لاتے۔ ان سب حضرات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعلیم و تربیت کے لیے بھیجا، ان لوگوں نے قرآن کے حامل ستّر آدمیوں کو راستے میں مار ڈالا۔ جب یہ قتل کیے جا رہے تھے اس وقت انہوں نے یہ دُعا کی، ''اے اللہ، ہماری طرف سے ہمارے نبیؐ کو یہ پیغام پہنچا دیجیے کہ ہم اپنے رب سے جا ملے اور رب ہم سے خوش ہوا اور ہم رب سے خوش ہوئے۔'' راوی کہتا ہے کہ ایک آدمی حضرت انسؓ کے ماموں حرامؓ کے پاس آیا اور پیچھے سے نیزے کا وار کیا یہاں تک کہ وہ آر پار ہو گیا، تو انہوں نے کہا ''قسم ہے ربِ کعبہ کی، میں نے کامیابی حاصل کر لی۔'' مدینے میں وحی کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا تو لوگوں کو

بتایا کہ تمہارے بھائی جو تعلیم و تبلیغ کے لیے بھیجے گئے تھے وہ راستے میں مار ڈالے گئے اور انہوں نے مرتے وقت یہ کہا کہ ''اے اللہ! ہمارے نبیؐ کو یہ بات پہنچا دے کہ ہم اپنے رب سے جا ملے اور رب ہماری قربانیوں سے خوش ہوا اور ہم اپنے رب کا انعام پا کر خوش ہوئے۔''

تشریح: وہ ستّر انصاری جن کا ذکر اس حدیث میں ہوا ہے دن میں اہل صفّہ اور دوسرے فقراء کے لیے کھانے پانی کا انتظام کرتے اور رات میں قرآن کا دور کرتے اور نبی ﷺ سے سیکھتے۔ یاد رہے کہ وہ ہمارے زمانے کے لوگوں کی طرح صرف الفاظ پڑھنے پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ مفہوم سمجھتے اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو سنوارنے کی فکر کرتے، اس زمانے میں ''پڑھنے'' کا مفہوم ہمارے زمانے کے مفہوم سے مختلف تھا۔

اس حدیث میں ''فُزْتُ وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ'' کے الفاظ جس صحابی کی زبان سے مرتے وقت نکلے ہیں اس میں فوز لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں ہر طرح کے خطرات سے بچ بچا کر منزل تک پہنچ جانا، مطلب یہ ہے کہ یہ جو میری جان لی جا رہی ہے گھاٹے کا سودا نہیں ہے، یہ تو عین میری کامیابی ہے۔ میں نے اپنی منزل (جنت) پالی۔

﴿۴۴۷﴾ عَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ وَ هُوَ بِحَضْرَةِ الْعَدُوِّ يَقُوْلُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ۔ فَقَامَ رَجُلٌ رَّثُّ الْهَيْئَةِ، فَقَالَ يَآ اَبَا مُوْسٰى، اَنْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ هٰذَا؟ قَالَ نَعَمْ، فَرَجَعَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَالَ اَقْرَءُ عَلَيْكُمُ السَّلَامَ ثُمَّ كَسَرَ جَفْنَ سَيْفِهٖ فَاَلْقَاهُ ثُمَّ مَشٰى بِسَيْفِهٖ اِلَى الْعَدُوِّ فَضَرَبَ بِهٖ حَتّٰى قُتِلَ۔ (مسلم، ترمذی)

ترجمہ: ''حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے ابو بکر کہتے ہیں میں نے اپنے باپ کو محاذِ جنگ پر یہ کہتے سنا کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے، ''جنت کے دروازے تلواروں کے سائے کے نیچے ہیں، تو ایک آدمی جو معمولی لباس پہنے ہوئے تھا وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور میرے والد سے کہا: ''کیا واقعی آپ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بات کہتے سنا ہے،

انہوں نے کہا ’’ہاں۔‘‘ تو وہ شخص اپنے ساتھیوں کے پاس گیا کہ تم میرا آخری سلام قبول کرو۔ اس کے بعد اس نے اپنی تلوار کا پرتلا توڑ ڈالا اور زمین پر پھینک دیا اور اپنی تلوار لے کر دشمن کی طرف بڑھا اور بہت سے دشمنوں کو مارا یہاں تک کہ وہ شہید ہوگیا۔‘‘

﴿۴۴۸﴾ عَنْ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَعْرَابِ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاٰمَنَ بِهٖ وَاتَّبَعَهٗ ثُمَّ قَالَ ’’اُهَاجِرُ مَعَکَ‘‘ فَاَوْصٰى بِهِ النَّبِيُّ ﷺ بَعْضَ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا كَانَتْ غَزَاتُهٗ غَنِمَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَسَمَ وَ قَسَمَ لَهٗ فَاَعْطٰى اَصْحَابَهٗ مَا قَسَمَ لَهٗ، وَ كَانَ يَرْعٰى ظَهْرَهُمْ، فَلَمَّا جَآءَ دَفَعُوْهُ اِلَيْهِ، فَقَالَ مَا هٰذَا؟ قَالُوْا قَسْمٌ قَسَمَهٗ لَکَ النَّبِيُّ ﷺ فَاَخَذَهٗ، فَجَآءَ بِهٖ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ مَا هٰذَا؟ قَالَ قَسَمْتُهٗ لَکَ، فَقَالَ مَا عَلٰى هٰذَا اتَّبَعْتُکَ، وَ لٰكِنِ اتَّبَعْتُکَ عَلٰى اَنْ اُرْمٰى اِلٰى هٰهُنَا وَ اَشَارَ اِلٰى حَلْقِهٖ بِسَهْمٍ، فَاَمُوْتَ فَاَدْخُلَ الْجَنَّةَ، فَقَالَ اِنْ تَصْدُقِ اللّٰهَ يَصْدُقْکَ، فَلَبِثُوْا قَلِيْلًا، ثُمَّ نَهَضُوْا اِلٰى قِتَالِ الْعَدُوِّ فَاُتِىَ بِهٖ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ يُحْمَلُ قَدْ اَصَابَهٗ سَهْمٌ حَيْثُ اَشَارَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَهُوَ هُوَ؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ صَدَقَ اللّٰهَ فَصَدَقَهٗ ثُمَّ كَفَّنَهُ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ جُبَّتِهِ الَّتِيْ عَلَيْهِ ثُمَّ قَدَّمَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَ كَانَ مِمَّا ظَهَرَ مِنْ صَلَاتِهٖ، اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَبْدُکَ خَرَجَ مُهَاجِرًا فِيْ سَبِيْلِکَ فَقُتِلَ شَهِيْدًا اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى ذٰلِکَ۔ (نسائی)

ترجمہ: ’’حضرت شداد بن ہاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ’’ایک دیہاتی عرب نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ پر ایمان لایا اور ساتھ ہولیا اور کہا کہ ’’میں اپنا گھر بار چھوڑ کر یہیں آپؐ کے ساتھ مدینے میں رہوں گا۔‘‘ اس کے بارے میں نبی ﷺ نے بعض صحابہؓ کو کچھ ہدایات دیں جہاد ہوا تو نبی ﷺ نے اس کے بعد جہاد میں جو مالِ غنیمت ملا، اُس میں اِس دیہاتی عرب کا بھی حصہ لگایا، اور کسی صحابیؓ کے حوالے کیا کہ جب وہ آئے تو اس کا حصہ دے دینا، وہ موجود نہ تھا، مجاہدین کے اونٹ چرانے لے گیا تھا۔ چناں چہ جب آیا تو اس کا حصہ لوگوں نے

اسے دیا۔ اس نے کہا ”یہ کیا ہے؟“ لوگوں نے بتایا کہ ”حضور ﷺ نے تمہیں یہ حصہ دیا ہے۔“ تو وہ اپنا حصہ لیے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور کہا ”حضورؐ، یہ کیا ہے؟“ آپؐ نے فرمایا ”یہ تمہارا حصہ ہے جو میں نے تمہیں دیا ہے۔“ اس نے کہا ”میں نے اس مال کے لیے آپؐ کا ساتھ تھوڑا ہی دیا ہے، میں نے تو آپؐ کی پیروی اس لیے کی ہے کہ میرے حلق میں دشمنوں کا کوئی تیر آ کر لگے اور میں شہادت پاؤں اور جنت میں داخل ہو جاؤں۔“ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”اگر تیری نیت سچی ہے تو اللہ تیرے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرمائے گا۔“ اس کے کچھ عرصہ بعد لوگ دشمن سے جہاد کرنے کے لیے نکلے تو یہ بھی ان کے ساتھ ہو لیا اور جہاد میں شریک ہوا تو اس کا جنازہ نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا۔ اس کے حلق میں دشمن کا کوئی تیر لگ گیا تھا جس سے موت واقع ہوگئی۔ حضور ﷺ نے پوچھا ”کیا یہ وہی شخص ہے جس نے شہادت کی تمنا کی تھی؟“ لوگوں نے کہا کہ ”ہاں، یہ وہی شخص ہے۔“ آپؐ نے فرمایا ”اس نے اللہ سے سچی آرزو کی تھی تو اللہ نے اسے پورا کر دیا۔“ پھر نبی ﷺ نے اپنا مبارک جبّہ اتارا اور اس میں اسے کفنایا، پھر اس کی نمازِ جنازہ پڑھی اور آپؐ نے اس کے لیے ان الفاظ میں دُعا کی: ”اے اللہ، یہ تیرا بندہ ہے، اس نے تیری راہ میں ہجرت کی اور تیری راہ میں اس نے شہادت پائی۔ میں اس پر گواہ ہوں۔“

جنت کا اشتیاق

〈۴۴۹〉 وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْحَبَشَۃِ اَتَی النَّبِیَّ ﷺ، فَقَالَ: ”یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، فُضِّلْتُمْ عَلَیْنَا بِالْاَلْوَانِ وَالنُّبُوَّۃِ اَفَرَأَیْتَ اِنْ اٰمَنْتُ بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتَ بِہٖ، وَ عَمِلْتُ بِمِثْلِ مَا عَمِلْتَ بِہٖ اِنِّیْ لَکَآئِنٌ مَّعَکَ فِی الْجَنَّۃِ؟“ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ ”مَنْ قَالَ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کَانَ لَہٗ بِھَا عَھْدٌ عِنْدَ اللّٰہِ، وَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ کُتِبَ لَہٗ مِائَۃُ اَلْفِ حَسَنَۃٍ،“ فَقَالَ رَجُلٌ: ”یَا رَسُوْلَ، کَیْفَ نَھْلِکُ بَعْدَ ھٰذَا؟“ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ ”وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَجِیْٓئُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِعَمَلٍ لَّوْ وُضِعَ عَلٰی جَبَلٍ لَّاَثْقَلَہٗ، فَتَقُوْمُ النِّعْمَۃُ مِنْ نِّعَمِ اللّٰہِ،

فَتکَادُ تَستَنفِدُ ذٰلِکَ کُلَّهٗ، لَوْلَا مَا یَتَفَضَّلُ اللّٰهُ مِنْ رَّحْمَتِهٖ، ثُمَّ نَزَلَتْ: (هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا) اِلٰی قَوْلِهٖ: (وَ اِذَا رَأَیْتَ ثُمَّ رَأَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْکًا کَبِیْرًا) فَقَالَ الْحَبْشِیُّ "یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَ هَلْ تَرٰی عَیْنِیْ فِی الْجَنَّةِ مِثْلَ مَا تَرٰی عَیْنُکَ" فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: "نَعَمْ۔" فَبَکَی الْحَبْشِیُّ حَتّٰی فَاضَتْ نَفْسُهٗ۔ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَاَنَا رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، یُدْلِیْهِ فِیْ حُفْرَتِهٖ۔ (ترغیب وترہیب بحوالۂ طبرانی)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ملک حبش کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ اس نے کہا "اے اللہ کے رسولؐ، آپ لوگ نبوت سے نوازے گئے۔ اور آپ لوگوں کو اچھا رنگ بھی اللہ تعالیٰ نے دیا (ہمارے اندر نبی مبعوث نہیں ہوا اور ہم سیاہ رنگ کے لوگ ہیں) مجھے بتائیں کہ اگر میں ایمان لاؤں اور عمل کروں تو کیا جنت میں آپ کے ساتھ رہ سکوں گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا" وہ تمام لوگ جنہوں نے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا ہوگا اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں میرا ساتھ نصیب فرمائے گا۔ اس نے اپنی کتاب میں اس کا وعدہ کیا ہے۔ (النساء:۶۹) اور جو شخص سبحان اللہ کہے گا تو اس کے نامۂ اعمال میں ایک لاکھ نیکی لکھی جائے گی، تو کسی نے کہا کہ "اے اللہ کے رسولؐ، اس کے بعد ہم لوگ کس طرح جہنم میں جائیں گے؟" آپؐ نے فرمایا "قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، آدمی قیامت کے دن اتنے نیک اعمال لیے ہوئے آئے گا کہ اگر وہ پہاڑ پر رکھ دیئے جائیں تو پہاڑ بھی نہ اٹھا سکے۔ لیکن اس کا جب مقابلہ ہوگا اللہ کی کسی نعمت سے تو یہ نعمت اس کے سارے اعمال پر بھاری ہوگی (اس لیے نیک اعمال پر کسی کو غرّہ نہ ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل واحسان ہی کے نتیجے میں جنت مل سکے گی) پھر آپؐ نے سورۂ دہر کی تلاوت فرمائی۔ پہلی آیت سے لے کر مُلْکًا کَبِیْرًا تک جس میں ناشکروں کے بُرے انجام اور اہلِ جنت کے انعامات کا ذکر ہوا ہے۔ یہ سُن کر حبشی آدمی نے کہا "اے اللہ کے رسولؐ! جس طرح جنت کی نعمتوں کو آپؐ دیکھ رہے ہیں کیا میری آنکھ بھی جنت میں ان نعمتوں کو دیکھے گی جن کا ذکر اس سورہ میں ہوا ہے۔" تو آپؐ نے فرمایا "ہاں۔" یہ سن کر حبشی

رونے لگا یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کرگئی۔ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسے قبر میں اتارتے ہوئے دیکھا۔"

تشریح: یہ حدیث پڑھتے ہوئے حدیث نمبر ۱۶ و نمبر ۲۸۳ بھی دیکھ لیں۔

﴿۴۵۰﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِاَمْرِئٍ خَيْرًا جَعَلَ لَهٗ وَاعِظًا مِّنْ نَفْسِهٖ۔ (مسند الفردوس)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "جب اللہ اپنے کسی بندہ کو خیر کثیر سے نوازنے کا فیصلہ فرماتا ہے تو اُس کے قلب کو واعظ بنا دیتا ہے۔"

(پھر کسی خارجی واعظ کی ضرورت نہیں رہتی، اس کا اپنا ضمیر اتنا بیدار ہو جاتا ہے کہ شیطان کو غلط راہ پر ڈالنے کا موقع ہی نہیں ملتا)۔